و بشارات کی جائے تاکہ حقیقت قرآنیہ واضح ہو اور اختلافات کی جڑیں کھوکھلی پڑ جائیں اور اس کار اہم اور سخت کے لئے مجھ ایسی ذلیل ہستی کو امام زمانؑ نے پسند فرمایا اور بشارت دی تو اس کام کو انجام دے اور یہ مرضی خدا ہے جس کو جس کام کا اہل سمجھے پس جس کا کام تھا اُس نے توفیق عطا کی مستعد کیا میرے قلب کو روشنی عطا کی میرے اعضا کو قوت عطا فرمائی اور پھر تعلیم کی زحمت گوارا فرمائی۔ خلاصہ یہ کہ میں نے قلم اُٹھایا اور لکھنا شروع کیا لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خیال گزرا کہ اظہار حقیقت میں اُن افراد کے قلوب ٹھیس لگنے سے بچ نہ سکیں گے جو بوجہ اختلاف تراجم حقیقت سے ناآشنا ہو رہے ہیں اس امر کے سمجھانے کے لئے ہمنے مزید احتیاط سے کام لیا ہے کہ ہر آیت کے متعلق متعدد تراجم اور متعدد تفاسیر ایک جگہ جمع کئے ہیں اور تواریخ اور احادیث سے بھی کافی ثبوت اور دلائل پیش کر دیے ہیں تاکہ مجھ کم مایہ اور بے بضاعت پر کوئی الزام عائد نہ ہو سکے اور نہ تو کسی مذہب خاص کی جنبہ داری سے مطلب رکھا۔ ہاں اگر جنبہ داری بھی ہوئی ہے تو بعد تحقیقات کے مذہب ابراہیمی اور دین محمدیؐ ہی کی کی ہے۔ دیکھو اعلان با حلف۔ خدا کرے کہ بہ تصدق محمدؐ و آل محمدؐ امام عصر عجل اللہ فرجہ کی سرپرستی و رہنمائی میں اسلام پھلے پھولے اور پھیلے۔

پس مخلوقات عالم سے اور مسلمانوں سے اور مومنوں سے میری التجا ہے کہ بموجب حکم خداوند برتر اس قانون قدرت یعنی قرآن کو تدبر اور تعقل اور غور و فکر سے پڑھ دیکھو اسکے پڑھنے کے لئے تعصب بیجا کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو جاؤ حسد و بغض کی آگ سے دامن جھاڑ کر الگ ہو جاؤ۔ اخلاقی کمزوریوں سے درگذر کرو دریائے جہالت کی موجوں میں غوطے نہ لگاتے رہو آپس میں میل جول اور اخلاق پیدا کرو یہی بانیؐ اسلام کی تعلیم ہے اور یہی ملک و قوم کی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ ہے اور یہی خدا تعالیٰ کی معرفت کا طریقہ ہے اور یہی نجات پا سکتی ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے۔

عاصی پُر معاصی

عمدۃ الحکما حکیم قاضی سید احمد شاہ شیرازی عفی عنہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورہ حمد یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اسمیں معہ بسم اللہ سات آیتیں ہیں

(سورہ فاتحہ) (پارہ ۱)

ترجمہ آیت اول ۔ شروع کرتا ہوں میں خدا کے نام جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے ۔

تشریح آیت اول ۔ مفسرینِ عامہ لکھتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ جب پڑھو (قرآن) تو خدا کے نام سے شروع کرو۔ شروع کرنے کا کوئی لفظ عربی عبارت میں نہیں ہے یہ ایک محاورہ ہے اور مفہوم کیلئے لکھا جاتا ہے (الہامی نوٹ نمبر ۱) یہ حکم قرآن کے نزول کے وقت سب سے پہلے غار حرا میں نازل ہوا ہے اور وہ سورہ اقرا ہے۔

توضیح آیت اول ۔ بعض مفسرین بھی سورہ اقرار کے بابت نزول غار حرا کے مقر ہیں اور بعض خلاف ہیں اور بعض سورہ مدثر کا نزول بیان کرتے ہیں۔ لیکن عقل اسی کو قبول کرتی ہے کہ یقیناً سب سے پہلے بوقت بعثت نبوت ظاہری غار حرا میں سب سے پہلے سورہ اقرار کا نزول ہوا ہے اور اسی پر سب کا اتفاق ہے۔

ترجمہ آیت ۲ ۔ سب تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں جو سارے جہان کا پالنے والا ہے ۔

تشریح آیت ۲ ۔ یعنی جس قدر بھی تعریفیں ہیں وہ سب خدا ہی کے لئے ہیں اس لئے کہ وہ تمام عیوب جسم اور جسمانیات سے پاک اور منزہ ہے ۔

ترجمہ آیت ۳ ۔ اور بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔

تشریح آیت ۳ ۔ رحمان کا ترجمہ مہربان اور رحیم کا ترجمہ رحم والا ہوا ہے۔ اور رحمان اسم خاص ہے جو سوائے خدا کے اور کسی کے لئے نہیں بولا جاتا اور رحیم عام ہے۔

توضیح آیت ۳ ۔ لیکن واضح ہو کہ رحمان اور رحیم میں ظاہرا کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا اسلئے کہ رحمان اور رحیم دونوں کا ترجمہ قریب قریب مترجمین اور مفسرین نے ایک ہی کیا ہے لیکن مفسرین اپنی تفاسیر میں لکھتے ہیں کہ رحمان اسم خاص ہے جو سوائے خدا کے کسی اور کے لئے نہیں بولا جاتا اور رحیم اسم عام ہے اور رحمن اسم خاص ہے لیکن اس کا معنی وصفی عام ہے (مومن و کافر سب کے لئے ہے) اور رحیم اسم عام ہے جس کا معنی وصفی خاص ہے (مومن کے لئے ہے) مجمع البیان جلد اول صـ۲۰ چھاپہ طہران اور فروق اللغات صـ۲۰۸ چھاپہ ایران ۔ یعنی لفظ رحمان سوائے خدا پر نہیں بولا جاتا۔ اس لئے کہ اُس کی رحمتیں مومن اور کافر دونوں کو شامل ہیں اور لفظ رحیم غیر خدا پر بھی بولا جاتا ہے اس لئے کہ خدا کی

علی ابن ابی طالب سے ارشاد ہے کہ رحمٰن اس وجہ سے خدا کو کہتے ہیں کہ وہ رزق عام مخلوق پر پھیلائے ہوئے ہے اور دنیا کی تمام نعمتوں کو رزق کہتے ہیں اور رحیم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ دین و دنیا اور آخرت سب کے متعلق اُسکی رحمتیں ہم لوگوں کے شامل حال ہیں حضرت امام جعفر صادقؑ سے تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر روایت متعددہ ارشاد ہے کہ رحمان یعنی کل مخلوقات پر رحم کرنیوالا ہے اور رحیم کے معنی خاص مومنوں پر رحم کرنے والا ہے۔

(توضیح دوم) اصل یہ ہے کہ ان تمام بیانات کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ رحمان نام اسلئے ہے کہ اس سے عام رحمت مراد ہے۔ اور رحیم سے مراد خاص رحم ہے۔ یعنی رحمان کا لفظ پہلے مذکور ہونا اس لحاظ سے کہ کمال عظمت و جلالت خداوند جلیل کی ظاہر ہوتی ہے اور اُسکی ہستی کلِ موجودات کی ہستی پر مقدم اور معنی کے لحاظ سے ادنیٰ اور رحم سے لفظاً ادنیٰ درجہ ظاہر ہوتا ہے لیکن معناً اونی ایس واضح ہو کہ رحمان سے مراد عام رحم خدا ہے کہ وہ ہر وقت مخلوقات عالم پر جاری ہے اور ہر وقت مخلوقات عالم اُس رحم سے مستفید ہوتی ہے لیکن رحیم سے مراد وہ رحم ہے جو آخرت کا رحم ہے مثلاً یوں سمجھنا چاہئے جیسے انگریزی حکومت میں بھی رحم کے دو درجہ ہیں ایک رحم عام جسکو (پٹی ہیٹن Pity) کہتے ہیں ہر وقت ہر مجرم کے ساتھ ہو سکتا ہے اور دوسرا درجہ رحم کا جس کو (مرسی mercy) کہتے ہیں یعنی یہ خاص رحم جسکو ترحم شاہانہ کہا کرتے ہیں۔

ترجمہ آیت ۴۔ مالک (اور حاکم ہے) روز جزا (روز قیامت یا روز حساب) کا۔

تشریح آیت ۴۔ روز قیامت کی تخصیص خدائے عزوجل نے اس وجہ سے کر دی ہے کہ روز جزا یعنی روز قیامت سوائے مالک الملک خدا کے کسی دنیاوی بادشاہ یا حاکم کی حکومت کا اُس روز ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوگا صرف وہی مالک الملک خدا حاکم روز جزا اپنے مخلوق کو اُن کے اعمال یعنی کرنیوں کا حساب لیگا اور بعد حساب اُس کے اعمال کے بدلہ میں ہر شخص کو انصاف سے جزا یا سزا دیگا یعنی نیکی کے بدلے میں جنت (بیکنٹھ) اور بدی کے بدلہ میں دوزخ (نرکھ) عطا کریگا اور اسی کا نام نجات پا سکتی ہے اور یہی ہر شخص کی اس زندگی کے اعمال یعنی کرنیوں کا بدلہ ہے۔ اب اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ صرف روز جزا ہی کا مالک ہے بلکہ اس سے مقصد یہ ہے کہ اُخروی ملکیت میں کوئی اُس کا مجازی شریک بھی نہیں ہے۔

ترجمہ آیت ۵۔ اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

تشریح آیت ۵۔ یعنی تیرے بے انتہا حقوق اور اعلیٰ بزرگی کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی تعظیم

تیری ہی ہے اور اعلیٰ مرتبہ اور حقیقی مالک اور مستحق عبادت اور اطاعت اور فرمانبرداری بھی کو سمجھتا اور سجدہ تذلل اور خاکساری تیرے ہی سامنے کرتا اور ذلت اور عجز و نیاز کا سر تیرے ہی سامنے جھکاتا ہوں اور تیرے سوا کوئی دوسرا اس طرح کی عزت اور تعظیم اور احترام اور اطاعت کے لائق نہیں پس اس آیت میں مقصود پہلے خدا کی عظمت کے اعتقاد کو ظاہر کرنا ہے اور اس کے بعد اپنے ہر کام دینی ہو یا دنیاوی اُس سے مدد چاہنا ہے۔

ترجمہ آیت ۶ - تو ہمکو سیدھی راہ پر چلا - (دوسرا ترجمہ مولوی فرمان علی صاحب) تو ہمکو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھ

تشریح آیت ۶ مولانا ممدوح اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، ہدایت کا معنی مشہور ہے راہ دکھانا منزل مقصود تک پہونچانا اور مترجمین نے اس مقام پر معنی اول کو اختیار کیا ہے مگر حق یہ ہے کہ یہاں پر دونوں معنوں میں سے کوئی صحیح نہیں کیونکہ اگر معنی اول اختیار کریں اور یہ کہیں کہ خداوندا تو ہمیں سیدھی راہ دکھا تو معلوم ہوگا کہ اس کا پڑھنے والا ابھی تک راہ راست سے کوسوں دور ہے پہونچنا کیسا ابھی دیکھا تک نہیں اور اگر دوسرے معنی کو اختیار کریں اور یوں کہیں کہ خداوندا تو ہمیں سیدھی راہ دکھا تو معلوم ہوگا کہ سیدھی راہ تک پہونچا ہی نہیں تو بھی وہی خرابی لازم آتی ہے اسکے علاوہ راہ راست سے یقیناً ایمان اور اسلام مراد ہے پس جبکہ اس کا پڑھنے والا مومن اور مسلمان ہے تو پھر بعد حصول ایمان اور اسلام کا طلب کرنا تحصیل حاصل ہوگا اور یہ محال ہے اسلئے میں نے دونوں کو ترک کر کے یہ ترجمہ اختیار کیا ہے دیکھو حاشیہ قرآن مترجمہ مولوی فرمان علی صاحب اور بعض دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ قرآن ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ صراط مستقیم سے مراد دین حق ہے۔ تفسیر درمنثور جلد ا صفحہ ۱۴ بحوالہ ابن ابی حاتم اور حسنہ ابراہیم بن ہاشم میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کہ صراط سے مقصود طریق یعنی راہ ہے اور وہ علیؑ ہیں اور امام زمانہ کا معتقد ہونا امامت کا تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۲۹ بحوالہ تفسیر علی ابن ابراہیم اور مفضل بن عمر میں ہے کہ صادق آل محمدؐ نے فرمایا ہے کہ صراط دو ہیں صراط دنیا اور صراط آخرت۔ صراط دنیا امام واجب الاطاعت ہیں جو ان کی امامت کا معتقد ہوا اور ان کی روش پر چلا وہی صراط آخرت پر جس کو پل صراط کہتے ہیں محفوظ رہیگا اور جو امامت کا معتقد نہیں صراط آخرت پر اُس کا قدم پھسلیگا اور جہنم میں گر جائیگا۔ تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۳۲ بحوالہ صدوق علیہ الرحمۃ اور مناقب خوارزمی میں ہے کہ حسن بصری علیہ الرحمۃ کہتے تھے کہ اصل یہ ہے کہ علیؑ کا دین اور انکا طریقہ درست ہے اُس میں کجی نہیں ہے پس تم لوگ اُسی کو اختیار کرو اور پکڑو اور مولانا سید

سید راحت حسین صاحب قبلہ رضوی گوپالپوری اپنی تفسیر انوار القرآن میں صفحہ ۱۲۴ میں لکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ قرآن حمید میں سورۂ انعام پارہ ۸ آیت ۱۵۴ ترجمہ آیت یہ ہے میرا سیدھا راستہ اسی کی پیروی کرو اور متعدد راہوں کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمکو سیدھی راہ سے ہٹا دینگے پس واضح ہو کہ صراط۔ سبیل۔ طریق تینوں لفظوں کا معنی ایک ہے اسی وجہ سے اس آیت میں جس راہ کو شروع میں صراط کہا ہے اُسی کو آخر میں سبیل بھی فرمایا ہے اور حدیثوں میں لفظ صراط کی تفسیر طریق سے کی گئی ہے اور سُبل سبیل کی جمع ہے جس کی تعداد عربی میں کم سے کم تین ہے اور وہ کل اہلبیت علیہم السّلام کا نور تھا اور وہ سب کے سب ایک نور سے ہیں۔

نوٹ الہامی ۲۷۔ ایمان محمل اقرار ربوبیت و نبوت و امامت ہے یہی ایمان ہے اور یہی اسلام ہے اور یہی میثاق ہے۔

توضیح آیت ۲۶۔ پس جبکہ واضح ہوگیا کہ مکمل ایمان اور اسلام تصدیق ربوبیت اور نبوت اور امامت ہے اور اسی پر میثاق لیا گیا ہے اور یہی دین آدمؑ لیکر آئے یہی دین دین موسٰیؑ ہے یہی دین دین عیسٰیؑ اور نوحؑ اور خلیل ہے اسی دین اسلام کی ہدایت کے لئے از ابو البشر آدمؑ تا عیسٰی بن مریم جسقدر بھی نبی یا رسول یا امام یا ہادیان دین آئے سب اسی دین اسلام کی ہدایت کیلئے منجانب خدا مالک الملک مقرر ہو کر آئے۔ پس شرح اصول کافی کتاب حجت میں علی بن ابراہیم نے (اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ) کی تفسیر میں جس کا ترجمہ آپ کو پارۂ ۹ سورہ اعراف رکوع ۹ آیت ۱۷۲) کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں سب نے کہا ہاں اس کے بعد اسی آیہ کریمہ کی تفسیر کے تحت میں جو کچھ دلائل و براہین ملتے ہیں نقل کرتا ہوں۔ اسی کتاب میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ سیدھی راہ ایمان اور اسلام ہے اور ایمان اور اسلام یہی ہے کہ اقرار ربوبیت اور اقرار نبوت اور اقرار امامت اور پھر اسی کو دوسری روایت میں امام فرماتے ہیں کہ جب خدا کو آفرینش خلق منظور ہوئی تو خدائے تعالیٰ نے تمام روحوں کو جمع کر کے فرمایا کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں سب نے کہا ہاں پھر خطاب ہوا کیا میں صاحب اختیار کل ہوں تمام روحوں نے اقرار کیا ہاں پھر فرمایا دیکھو محمدؐ میرا نبی ہے اور علیؑ ناقل علم ہے واسطے ایمان والوں کے اور کتاب فردوس الاخبار باب ۱۳ دیلمی اور حدیث نور ص ۵۶۳ میں ہے کہ فرمایا رسولخداؐ نے کہ اگر تملوگ جانتے کہ علیؑ امیر المومنین کب سے کہلائے تو اُن کی فضیلت سے انکار نہ کرتے۔ علیؑ امیر المومنین

میں تمہارا خدا نہیں ہوں تو تمام روحوں نے جواب دیا ہاں اُس وقت خدا نے فرمایا میں تمہارا رب ہوں اور محمدؐ تمہارے نبی ہیں اور علیؑ تمہارے امیر ہیں اسی کو امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ یہی میثاق ہے دیکھو سورہ آل عمران کہ نبیوں سے میثاق لیا گیا ہے اور مسلم شریف میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوا اور یہی نور صلب ابو طالب میں منتقل ہو کر خانہ کعبہ میں پیدا ہوا اور حیات القلوب صـ۵۳ میں ہے کہ کافی میں کلینی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا کی عبادت نہیں کرتا وہ شخص کہ جو خدا کو نہیں پہچانتا ہے اور وہ از روئے گمراہی خدا کی عبادت کرتا ہے راوی نے پوچھا کہ معرفت خدا کیا ہے فرمایا اُس کے پیغمبر کی تصدیق کرے اور علیؑ کی امامت کی اور امام جعفر صادقؑ سے یہ بھی روایت ہے اور امام موسیٰ کاظمؑ سے بھی روایت ہے کہ فرمایا رسولخدا نے کہ جس نے خدا کی توحید کا اقرار کیا یعنی لا الٰہ الا اللہ پڑھا وہ مسلمان ہو گیا اور امان پایا لیکن بشرطہا و شروطہا پس شرطہا سے مراد نبوت محمدؐ مصطفیٰ ہے اور شروطہا سے مراد امامت ہے اُن شروط میں سے ایک میں ہوں پس ان تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ اقرار ربوبیت اور احدیت اور صمدیت خدائے برتر اور اقرار نبوت محمدؐ مصطفیٰ اور اقرار امامت علیؑ مرتضیٰ کا تمام روحوں نے اقرار کر لیا ہے تب وہ روحیں انبیاء کرام کی مومن اور مسلمان ہوئیں اور الہام امام العصرؑ سے اور بھی صداقت کا پہلو مضبوط ہو گیا کہ سبیل سے مراد یہی اقرار الست ہے جس کو میثاق کہتے ہیں انہیں تینوں باتوں کا اقرار سیدھی راہ ہے اور اسی سیدھی راہ پر چلنے کی ہر شخص دعا کرتا ہے پس واضح ہو کہ سوائے محمدؐ و آل محمدؐ کے جسقدر روحیں خلّاق عالم نے خلق کیں اُن سے یہی میثاق لیا گیا ہے تب وہ مسلمان اور مومن ہوئے اور اسی اقرار کے بعد نبی اور رسول کہلائے ہیں اور یہی اقرار سیدھی راہ اور ایمان ہے اور دیکھو پارہ ۳۰ سورہ اعلیٰ آیت ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ حضرت علیؑ کی وصایت اور امامت اگلے کل انبیاء ابراہیمؑ موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے اور کسی نبی کو خدا نے نبی نہیں بنایا جب تک اس امر کا اقرار نہ لے لیا کہ محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی وصایت و امامت حق ہے دیکھو تفسیر برہان صـ۱۱۸۵ تفسیر سورہ اعلیٰ بحوالہ کافی۔

ترجمہ آیت ۷ ۔ اُن کی راہ جن پر تو نے نعمت نازل کی ہے نہ اُن کی راہ جن پر تو نے اپنا غضب ڈھایا ہے اور نہ گمراہوں کی راہ۔

تشریح آیت ۷ ۔ صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی نے اس اَنْعَمْتَ کی تفسیر میں

متعدد اقوال پیش کئے ہیں یہ بھی فرماتے ہیں کہ نعمت وہ منفعت ہے جو غیر کو پہونچائی جاتی ہے بطور احسان کے اور اس کی بہت سی شاخیں ہیں اول یہ کہ مخلوقات کو جو منافع پہونچتے ہیں دوسرے یہ کہ پہلی نعمت اللہ کی بندوں پر یہ ہے کہ اللہ نے اُن کو زندہ پیدا کیا ہے عقلی دلیل ہے کہ کوئی چیز نعمت نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُس سے نفع اُٹھانا ممکن ہو اور بغیر زندہ ہونے کے نفع اُٹھانا محال ہے اس سے ثابت ہوا کہ اصل سب نعمتوں کی زندگی ہے اور بس دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ آیت ابوبکر صدیق کی امامت پر دلالت کرتی ہے اس طرح کہ نمازی کہتا ہے کہ یا اللہ ہمکو وہ راہ بتا جس پر وہ لوگ تھے جن پر تو نے نعمت نازل فرمائی تھی اُن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ نبیین اور صدیقین ہیں اور اس میں شک نہیں کہ صدیقوں کے رئیس ابوبکر ہیں جو کہ صدیق ہیں تو گویا ہمکو حکم دے رہا ہے کہ ہم اُن سے وہ ہدایت طلب کریں جس پر ابوبکر صدیق تھے اور باقی صدیقین وغیرہم۔ اور ابوبکر ظالم یعنی گنہگار ہوتے تو اُن کی اقتدا جائز نہ ہوتی تو جو ہمنے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت امامت ابوبکر صدیق پر دلالت کرتی ہے تیسرا فائدہ اس میں ہر طرح کی نعمت والے داخل ہیں خواہ وہ دنیوی نعمت والے ہوں یا دینی نعمت والے ہوں لیکن اس جگہ سوائے **نعمت ایمان** والوں کے اور کوئی داخل نہیں۔ اور بعض دیگر تفاسیر اہلسنت میں ہے کہ نعمتی گروہ سے مراد پیغمبر اور انبیاء کرام اور شہداء اور صالحین اور علماء دین کا گروہ ہے اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے پیغمبر اور اہلبیت کا گروہ ہے۔

الہامی نوٹ آیت ۷۔ نعمت محمدؐ و آل محمدؐ اور نعمتی گروہ انبیا اور اوصیاء کا ہے۔

توضیح آیت ۷۔ اب ضرورت نہیں رہی کہ اسپر کوئی توضیح لکھی جائے اس لئے کہ اقوال بعض مفسرین بالکل بجنسہٖ الہامی نوٹ کے موافق ہیں اسلئے کہ صاحب تفسیر کبیر نے بھی لکھدیا ہے کہ نعمتی گروہ پیغمبر اور اُن کے اہلبیت کا ہے۔ لیکن بعض دیگر مفسرین اس سے بھی زیادہ معرفت کے درجے پر فائز ہوئے اور پہچانا تو اُنہوں نے لکھدیا کہ نعمتی گروہ انبیاء شہداء و صالحین اور علمائے دین کا ہے اور امام فخرالدین رازی کا فیصلہ ہے کہ گروہ حضرت ابوبکر صدیق کا ہے اس وجہ سے کہ صدیق تھے میرے خیال میں امام فخرالدین کے قول اول کے مطابق یہ بالکل صحیح ہے کہ نعمت وہی ہے جس سے کہ مخلوقات عالم کو نفع پہونچایا جائے چنانچہ وہ نفع پہونچانے والی مقدس ذات اور ہستیاں محمدؐ و آل محمدؐ کی ہیں اور یہی نعمت ہیں مخلوقات عالم کے لئے اور

صالحین کا گروہ ہے وہ اس طرح کہ سب سے پہلے خداوند عالم نے اپنی توحید پر محمدؐ و آل محمدؐ کو خلق کرکے اُن سے اقرار توحید کرایا اُس کے بعد بدتوں اپنے جلووں میں رکھکر کامل آئینۂ وحدت بنایا اُسکے بعد جب خلّاق عالم کا ارادہ ہوا کہ وہ اپنی مخلوق کو عالم وجود میں لائے اُس وقت سب سے پہلے تمام روحوں سے اپنی توحید اور محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی امامت پر میثاق لیا ہے چنانچہ اصول کافی میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ قریش نے رسولخداؐ سے کہا کہ وہ کونسی وجہ ہے جس سے تم کو تمام انبیا پر فضیلت ہوئی اور مہر نبوت عطا ہوئی رسولخداؐ نے فرمایا سُن جس وقت خدا نے ارواح انبیاء سے فرمایا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں اُس وقت تمام انبیاء میں سے جس نے سب سے پہلے الوہیت کا اقرار کیا وہ ہم ہیں اس وجہ سے ہم تمام انبیاء پر مقدم ہوئے بسبب اقرار توحید باری تعالیٰ کے اور مسعودی کی کتاب مروج الذہب اور معادن الجواہر میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب خدا کو آفرینش خلق منظور ہوئی تو سب سے پہلے اپنے نور سے محمدؐ کی صورت نورانی بناکر فرمایا کہ تو میرا مختار اور میرے نور اور خزائن کا مالک ہے اور ہدایت کا امین ہے اور تیرے سبب سے زمین و آسمان ثواب و عقاب جنت و نار کو محض معین کرونگا اور تیرے اہلبیت کو ہدایت کے لئے قائم کرکے اُن کو ایسا علم مکنون بخشوں گا کہ اُن پر کوئی تاریکی مشتبہ نہوگی اور کوئی امر مخفی اُن کو عاجز نہ کریگا اور اُن کو میں اپنی حجت قرار دونگا وہ میری قدرت اور وحدانیت سے لوگوں کو آگاہ کرینگے پھر حق تعالیٰ نے سب سے اپنی ربوبیت کی شہادت لی اور قبل از میثاق سب پر جناب رسالتمآب اور اُن کی آل کا انتخاب ظاہر فرمایا اور بتایا کہ آنحضرت نور حق ہیں اور ہدایت ان کی جانب سے ہے اور منصب امامت ان کی آل کے لئے ہے تاکہ طریقہ عدل مقدم ہو اور کوئی عذر باقی نہ رہے بس واضح ہو کہ بروز میثاق جن روحوں نے سوائے محمدؐ و آل محمدؐ کے سب سے پہلے اقرار ربوبیت باری تعالیٰ اور اقرار نبوت محمد مصطفےٰ اور اقرار امامت و امارت علی مرتضیٰ پر میثاق اٹھایا اور تصدیق کی وہ تمام انبیائے کرام اور اوصیائے عظام اور ہادیان دین ہیں اور اسی اقرار کے سبب وہ مسلمان مومن ہوئے اور ہادی خلق مقرر ہوئے اور یہی نعمتی گروہ ہیں اور متقین ہیں اور محمدؐ و آل محمد نعمت ہیں اس لئے کہ یہ ہادی دین قرار پائے تمام انبیائے کرام اور اوصیائے عظام کے لئے اور ہادی کا ملنا ہی نعمت ہے اب ان کے بعد جن لوگوں نے اقرار کیا وہ مسلمین و مومنین کا گروہ ہے اور جس نے اقرار نہ کیا بلکہ انکار کیا وہ کافرین کا گروہ

نعمت محمدؐ اور آل محمدؐ ہیں اور منعمی گروہ انبیا اور اوصیا ار کا ہے۔

عہد سے پھر گئے وہ گمراہ ہیں"۔ پس امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں پھر فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ پر حصر نہیں بلکہ وہ قومیں مراد ہیں جو جان بوجھ کر تکبر یا طمع دنیاوی کی غرض سے حق پرستی کو چھوڑیں اور جن پر اللہ تعالیٰ نے گمراہی کا حکم لگا دیا ہے اُن کا مومن ہونا محال ہے ورنہ اللہ کی سچی خبر منقلب ہو جائیگی اور اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیا اور ملائکہ علیہم السّلام میں کسی سے مخالفت حق کی صادر نہوئی کیونکہ اگر صادر ہوتی تو گمراہ ہونا پایا جاتا اور جب اُن کا گمراہ ہونا پایا جاتا تو اُن کی اقتدا ناجائز ٹھہر گی اور انعام والی گروہ سے خارج ہونا بھی لازم آئیگا۔ پس اے مسلمانوں امام فخر الدینؒ رازی کے اس مقدس فیصلہ کو غور سے دیکھو کہ جو لوگ غیر معصوم ہیں نہ تو اُن کی اقتدا جائز ہے اور نہ وہ نعمتی گروہ میں شامل ہیں اور یہ بھی بتلا دیا ہے کہ جن لوگوں نے حق پرستی چھوڑ دی اور طمع اُن پر غالب آگئی اور اُن پر خدا تعالیٰ نے گمراہی کا حکم لگا دیا ہے وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے میں کہتا ہوں کہ مومن ہونا تو محال مطلق ہے وہ مسلمان بھی کہلانے کا مستحق نہیں اس لئے کہ اُس نے حق پرستی چھوڑ دی اور حق پرستی ہی کا نام اسلام اور ایمان ہے پس یہ ثابت ہو گیا کہ غیر معصوم ہدایت کے اہل نہیں اور گمراہ کی اقتدا جائز نہیں اور نہ وہ نعمتی گروہ میں شمار ہو سکتا اور مغضوب میں وہ گروہ ہو سکتا ہے جس نے جناب فاطمہؑ کو غضبناک کیا ہے۔ امام اہلسنت محمد بن اسمٰعیل بخاری لکھتے ہیں کہ فرمایا رسول خداؐ نے کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے پس جس نے فاطمہ کو غضبناک کیا۔ اُس نے مجھے غضبناک کیا اور رسول کی غضبناکی خدا کی غضبناکی ہے اسلئے فاطمہؑ کی غضبناکی خدا کی غضبناکی ہے۔ پھر وہی امام بخاری لکھتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ نے فئے مدینہ اور فدک اور بقیہ خمس جنگ سے اپنا حصہ طلب کیا ابو بکر سے جو کہ خلیفہ اول تھے تو دینے سے انکار کیا اور کچھ بھی نہ دیا پس فاطمہؑ غضبناک ہوئیں اور مرتے دم تک اُن سے کلام نہیں کیا اور نہ جنازہ میں شرکت کی اجازت دی۔ دیکھو صحیح بخاری جلد ۲ چھاپہ مصر صفحہ ۲۰۲ کتاب مناقب باب مناقب قرابت رسول خداؐ اور گمراہ کے گروہ کا پتہ بھی حدیث ثقلین میں موجود ہے اور حدیث سفینہ۔ اور امام فخر الدین کے فیصلہ کے مطابق کیا حضرت ابو بکر کی خلافت جائز باقی رہتی ہے یا کیا اور چونکہ امام فخر الدین رازی کا قول ہے اُس کے مطابق گمراہی لازم آئی یا نہیں۔؟

سورہ بقرہ مدینہ میں نازل ہوئی اسکی دو سو چھیاسی آیات ہیں

شروع کرتا ہوں میں خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے

ترجمہ آیت اول ۔ الف لام میم۔

تشریح آیت اول ۔ الف لام میم ۔ تمام علماء دین اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ حروف مقطعات ہیں اور یہ علم مستور اور محجوب ہے صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر آسمانی کتاب میں بھید ہوا کرتا ہے قرآن میں اُس کا بھید حروف مقطعات ہیں اور حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ہر کتاب کا کوئی نہ کوئی خلاصہ ہوتا ہے اس کتاب کا خلاصہ حروف تہجی ہیں اور ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ علماء ان حروف کے اسرار سے عاجز آگئے ہیں اور حسین بن فضل کہتے ہیں کہ یہ متشابہات میں سے ہیں لیکن علمائے متکلمین نے اس قول سے انکار کیا اور کہا کہ ہرگز یہ قابل تسلیم نہیں کہ اللہ کی کتاب میں ایسی کوئی چیز ہو جو مخلوق کی سمجھ میں نہ آئے۔

الہامی نوٹ ۱۰ ۔ آیت اول الف لام میم سے مراد محمدؐ و آل محمدؐ ہیں اور یہی کتاب خدا ہیں۔

توضیح آیت اول ۔ الف لام میم ۔ یہ امر اور یہ اقوال بالکل سچ ہیں کہ حروف مقطعات کے اسرار سے علماء علم اکتسابی عاجز آگئے ہیں (لیکن چونکہ علماء متکلمین نے اس سے انکار کر دیا ہے اور یہ کہدیا کہ یہ امر قابل تسلیم نہیں کہ خدا کی کتاب میں ایسی کوئی چیز ہو کہ وہ مخلوق کی سمجھ میں نہ آئے" بندہ نواز اگر یہ کتاب خدا یعنی قرآن مجید ایسی ہی ہوتی کہ مخلوق عالم کا ہر فرد بشر سمجھ سکتا تو پھر خاتم نبوت کو نبی آخر اور اُن کی آل کو امام بنانے کی کوئی ضرورت ہی لاحق نہ ہوتی اور ایسی صورت میں انبیا کا تقرر بالکل خدا تعالیٰ کا معاذ اللہ ایک فعل عبث ہوتا بس واضح ہو کہ خدا کی کتاب یعنی قرآن خدا کا بنایا ہوا قانون ہے جو کہ مخلوقات عالم کے لئے قدرت نے مرتب کیا ہے اور اس قانون کو مرتب کر کے اپنے جانشین یا اپنے مختار محمد خاتم نبوت اور اُن کی آل کے ہاتھ میں بطور امانت سپرد کر دیا کہ اس کے مطابق مخلوقات عالم پر ہدایت کرو اور ان کے سپرد اُس وقت کیا جبکہ ان کو علم قرآن کی پوری تعلیم سے مزین اور اُن کے سینے کو خزینۂ علم قرآن اور اسرار الٰہیہ سے معمور کر دیا ہے اور ایسا علم مکنون ان مقدس نفوس محمدؐ و آل محمدؐ کو عطا فرمایا کہ کوئی تاریکی اُن پر باقی نہ رہی اور ان کو اپنے علوم سے ایسا ہی منور اور آراستہ و پیراستہ کیا کہ قرآن ناطق اور کتاب اللہ بنا دیا

اور وہ علوم الٰہیہ اور اسرار الٰہیہ کے خزینہ دار ہیں اور اس وجہ سے رسولخدا نے عام حکم دیدیا کہ اے
لوگو اپنے بعد کے لئے تمہارے درمیان دو بہت بڑی وزنی اور قیمتی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں یعنی
ایک قرآن اور دوسرے میری آل یعنی قرآن اور معلم قرآن بلکہ قرآن صامت اور قرآن ناطق
جو ان دونوں کو مضبوطی سے پکڑیگا وہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگا۔ دیکھو حدیث ثقلین
جو کہ تمام کتب مبسوطہ اور دفاتر اسلامی میں موجود ہے۔ اس حکم رسول سے یہ صاف ظاہر ہوگیا
کہ جس طرح قرآن کی پیروی واجب ہے اسی طرح آل محمدؐ کی پیروی بھی واجب ہوگئی اس وجہ سے
کہ قرآن صامت تو خاموش ہے ساکت ہے وہ خود تو ہدایت کر نہیں سکتا قرآن صامت کو تو
قرآن ناطق ہی سمجھائیگا پس واضح ہو کہ خزینہ داران علم الٰہی کی ایک فرد حضرت امام جعفر صادقؑ
اصول کافی میں فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول خدا نے الف لام میم سے مراد ہم ہیں محمدؐ وآل محمدؐ
اور جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جو کچھ خدا نے پیدا کیا وہ ہمارا
نور تھا اور ہم اول ہیں ہم آخر ہیں ہم کلمہ خدا ہیں ہم علم خدا ہیں ہم خزینہ داران وحی
خدا ہیں ہم دربان غیب خدا ہیں ہم آیات خدا ہیں **ہم کتاب خدا ہیں** ہم سیدھی راہ
یعنی صراط مستقیم ہیں جو ہمارے ساتھ ایمان لایا وہ خدا کے ساتھ ایمان لایا جس نے ہم سے
منھ پھیر لیا اُس نے خدا سے منھ پھیر لیا جس نے میری اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی
ہم وسیلہ ہیں طرف خدا کے اور واصل ہیں خدا کی خوشنودی کی طرف ہمارے ہی واسطے عصمت
اور خلافت ہے اور ہدایت ہے ہم میں ہی نبوت اور امامت ہے ہم کلمۃ التقویٰ ہیں ہم
ہی مستحکم رسی ہیں جس نے اس کو تھاما اور متمسک ہوا اُس نے نجات پائی (فائدہ) واضح ہو
کہ عربی میں اَنَا واحد ہے اور نَحنُ جمع ہے چنانچہ اَنَا کا ترجمہ اردو زبان میں (میں) ہوتا ہے اور
نَحنُ کا ترجمہ (ہم) ہے لہٰذا اس حدیث میں رسولخدا نے جسقدر مدارج ومحامد بیان فرمائے
ہیں وہ ہم کے ساتھ ہیں یعنی اس میں وہ چودہ کے چودہ شامل ہیں یعنی خود ذات والاصفات
محمدؐ اور اُن کی بیٹی اور اُن کے بارہ جانشینان جو کہ سب کے سب یکے بعد دیگرے امام
ہیں۔ چونکہ رسولخدا نے فرمایا ہے کہ ہم کتاب خدا ہیں اور الف لام میم سے مراد محمدؐ وآل
محمدؐ ہیں تو واضح ہوگیا کہ وہ کتاب جو بیشک ہدایت دینے والی ہے متقیوں کی وہ محمدؐ و
آل محمدؐ ہیں اب اسی کتاب کی طرف اشارہ کرکے خدائے تعالیٰ دوسری آیت میں اس

ترجمہ آیت ۲ - یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہدایت کرنے والی ہے متقین کی (یعنی پرہیزگاروں کی)

تشریح آیت ۲ - صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی نے اس آیت میں بڑی تاویلوں سے کام لیا ہے لیکن بوجہ طول کے میں نے اُسے ترک کیا آخر فیصلہ یہ ہے کہ اس میں کئی مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ مشارٌ الیہ تو حاضر ہے اور ذالک کا اشارہ مبہم ہے اور بعید کے لئے موضوع ہے اور اس کا جواب دو وجہ سے ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم اسے نہیں مانتے کہ مشارٌ الیہ حاضر ہے اور اس کے کئی سبب ہیں۔

توضیح آیت ۲ - صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ مشارٌ الیہ کو ہم حاضر نہیں مانتے بندہ نواز آپ کیوں نہیں مانتے اسلئے کہ جب الف لام میم سے مراد محمدؐ و آل محمدؐ ہیں اور بفرمان رسول خدا کہ فرماتے ہیں کہ ہم کتاب خدا ہیں لہذا بفرمان رسول خدا ماننا پڑیگا کہ الف لام میم سے ہم محمدؐ و آل محمدؐ ہیں اور ہم کتاب خدا ہیں یعنی قرآن ناطق ہیں اور ذالک کا اشارہ مخصوص کتاب قرآن ناطق الف لام میم کی طرف ہے کہ بیشک یہ وہ کتاب ہے کہ ہدایت کرنے والی ہے متقین کی، درحقیقت جب تک اس قرآن ناطق کو متقین نے نہ پڑھا تھا ہدایت یافتہ نہ تھے اور جب اس قرآن ناطق یعنی کتاب وجودی محمدؐ و آل محمدؐ کو پڑھ چکے کہاں پڑھا عالم انوار میں یا عالم ذر میں یعنی سب سے پہلے اپنی توحید اور ربوبیت کا اقرار اسکے بعد نبوت محمدؐ کا اقرار ازاں بعد اقرار امامت لے لیا۔ اور اسی اقرار کے بعد یہ متقین کہلائے اسی کو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک یہ کتاب ہدایت دینے والی ہے متقین کی اور انھیں متقین کے صفات آیات آئندہ میں خداوند تعالیٰ نے بیان کیا ہے - اسلئے یہ کتاب وجودی محمدؐ و آل محمدؐ کتاب ہدایت ہے متقین کے لئے۔ ملا محمد حسن فیض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کتاب سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور کتاب کا اطلاق اور استعمال با خدا اور اولیا اللہ لوگوں میں بہت کثرت سے جاری ہے۔ اور بسند حسن حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ کتاب سے حضرت علیؑ مراد ہیں اسلئے کہ امام برحق اور حجت خدا ہیں تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۳ چھاپہ ایران - پس اسی اصول اور دلائل اور براہین کے مطابق ذات سرور کائنات محمدؐ سردار الانبیا اور کامل نبوت قرار پائے اور اسی تقرری کی سند مہر نبوت جو کہ شانۂ اقدس پر بیّن شہادت تھی اور آل محمدؐ کی امامت کی تصدیق متقین سے کامل ہوئی اس وجہ سے امام متقین علیؑ کہلائے چنانچہ اصول کافی میں حضرت [illegible]

کہ عالمِ انوار میں ہر شخص اور ہر مخلوق اور ہر شے سے ہماری نبوت اور ہماری آل کی امامت کا اقرار لیا گیا ہے پس جس گروہ نے سب سے پہلے اقرار کیا وہ انبیاء کا گروہ ہے اور اُس کے بعد جن لوگوں نے اقرار کیا وہ مسلمانوں اور مومنین کا گروہ ہے اور جس نے انکار کیا وہ کفار کا گروہ ہے۔ اور انھیں میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ جنھوں نے اقرار تو کر لیا مگر وہ اقرار سچے دل سے نہ تھا اس وجہ سے وہ گمراہ ہو گئے حتیٰ کہ ہر قسم کے پھلوں نباتات اور جمادات سے بھی یہ اقرار لیا گیا ہے جس پھل اور سبزی نے اقرار کیا وہ شیریں اور خوش مزہ اور خوشبو دار ہیں اور جس نے انکار کیا وہ بدمزہ اور تلخ اور بدبودار ہیں لیکن بات اصل یہ ہے کہ اکابرین اسلام نے ایک جزو توحید سے یعنی امامت سے قطعی انکار کر دیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ امامت کا تقرر خدا کی طرف سے نہیں ہے باوجودیکہ انتخاب اور تقرر منصب امامت کا ساتھ ساتھ منصب نبوت کے ہوا ہے دیکھو تفسیر ثعلبی میں عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ خدا ص نے کہ معراج میں میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ اے محمد ص جو پیغمبر آپ سے پہلے مبعوث ہوئے ہیں اُن سے پوچھو کہ وہ کس امر پر مبعوث ہوئے ہیں میں نے پوچھا تو بتایا کہ آپکی نبوت اور علیؑ کی محبت اور ولایت پر ہم تمام انبیاء مبعوث ہوئے اور شہاب الدین محمد نے توضیح الدلائل میں نقل کیا ہے روایت کیا ہے حافظ ابو نعیم نے کہ فرمایا رسولِ خدا ص نے کہ جب میں معراج پر گیا تو انبیاء علیہم السّلام میرے پاس جمع ہوئے اُس وقت خدا نے مجھ پر وحی کی کہ میں اُن انبیاء سے دریافت کروں کہ آپ لوگ کس امر پر مبعوث ہوئے تو تمام انبیاء نے جواب دیا کہ ہم جناب حق سبحانہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت اور علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت پر مبعوث ہوئے اس کو شیخ عبدالوہاب نے بھی اپنی تفسیر میں درج کیا ہے اور دیلمی نے حدیث نور کے صفحہ ۵۶۳ میں لکھا ہے کہ یہ روایت صریحہ ہے کہ جب خدا نے ملائکہ اور انبیاء سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا ہے یعنی میثاق لیا ہے اُسی وقت جناب رسالتمآبؐ کی نبوت اور علیؑ کی امارت پر میثاق لیا ہے اور یہ حدیث روضۃ الفردوس اور مودۃ القربیٰ اور تفسیر انوری میں حاجی عبدالوہاب بن محمد بن رفیع الدین احمد سے نقل کیا ہے۔ ماسوا ان کے اور کتب اہلسنت میں بھی موجود ہے اور متواتر ہے پس واضح ہو کہ تمام انبیاء اور ملائکہ سے محمد ص کی نبوت اور علیؑ کی ولایت اور امارت پر میثاق لیا گیا ہے اور اسی پر مبعوث ہوئے ہوئے ہیں لہذا ہر نبی کی امت از ابوالبشر آدمؑ تا عیسیٰؑ بن مریم اپنے اپنے نبی کا کلمہ پڑھتی تھی

اور یہ امام انبیاء محمدؐ کا کلمہ پڑھتے تھے اس لئے کہ یہی کلمہ پڑھ کر وہ قلب کے ایمان اور نور

اور متقی اور ہادی دین قرار پائے۔ مثلاً حضرت آدمؑ کی امت پڑھتی تھی لا الٰہ الا اللہ آدم صفی اللہ

لیکن خود ابو البشر آدم علیٰ نبینا اس طرح کلمہ پڑھتے تھے۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ اس لئے کہ اسی میثاق پر متقی اور نبی قرار پائے۔ چونکہ منصب

امامت ایک بہت بڑا منصب ہے جو کہ رکن اسلام اور ایمان نظر آرہا ہے لیکن اسلام میں

اس سے اسقدر دوری ہوگئی ہے کہ منصب امامت سے صاف انکار کر دیا گیا ہے کہ امامت

کا خدا کی طرف سے تقرر ہوا ہی نہیں بلکہ بندوں کو تعین امام کا اختیار دیا گیا ہے باوجودیکہ

قرآن مجید میں منصب امامت کے تقرر میں کافی سے زیادہ اثبات اور دلائل اور براہین موجود

ہیں بیشک منصب امامت کا تقرر منصب نبوت کے ساتھ ساتھ عالم انوار میں ہوا اور یہ تقرر

نبوت اور امامت کا قیامت تک کے لئے قدرت نے کر دیا نہ ان کے سوا کوئی نبی ہو سکتا اور

نہ کوئی امام چاہے دنیا والے کسی کو اپنا نبی مان لیں جیسے قادیانی حضرات اور چاہے امام

بنائیں اس میں خدائی حکم کی کوئی موافقت نہیں بلکہ خدا کے حکم کی مخالفت ہے۔

ترجمہ آیت ۳ ۔ جو ایمان لائے ہیں غیب پر اور جنھوں نے نماز کو پابندی سے قائم رکھا ہے

اور جو کچھ ہمنے اُن کو دیا ہے وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

تشریح آیت ۳ ۔ صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ صاحب تفسیر کشاف نے کہا ہے کہ وہ لوگ جو

ایمان لائے ہیں یا موصول ہیں یا متقین کے ساتھ بایں طور کہ صفت مجرور ہے و یا درج منصوب

یا مرفوع اور بعض نے کہا ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں بجائے تفسیر کے ہے متقین کیلئے

اس لئے متقین وہ ہیں جو نیکیوں کے کرنے والے ہیں اور بُرائیوں کے چھوڑنے والے ہیں

اور یہ قول جمہور مفسرین کا ہے کہ غیب وہ چیز ہے جو حاسۂ بصر سے غائب ہوا اور اس غیب کی

دو قسمیں ہیں ایک وہ جسپر دلیل قائم ہے دوسری وہ جس پر دلیل نہیں اور اس آیت میں

بیچ ہے اُن متقین کی جو ایمان لائے ہیں غیب پر جس پر دلیل قائم ہے اور اس غیب میں ذات

وصفات اللہ سبحانہ تعالیٰ اور علم آخرت اور علم اثبات نبوت اور علم اثبات شرائع اور علم

احکام جن میں اجتہاد اور استدلال کو دخل ہے اور یہ سب باتیں موجب ثواب

عظیم ہیں اور بعض شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ غیب سے یعنی ایمان بالغیب سے مراد مہدیؑ

موعود ہیں جس کا کہ شیعہ انتظار کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

قرآن میں کیا ہے اور اس کے مطابق حدیث بھی موجود ہے دیکھو پارہ ۱۸ سورہ نور آیت ۵۵

ترجمہ:- جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے اُن سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ ہم اُن کو روئے زمین پر اپنا نائب قرار دینگے جس طرح اُن لوگوں کو اپنا نائب بنایا جو ان کے پہلے گذر چکے ہیں، اور حدیث یہ ہے کہ رسولخدا نے فرمایا ہے کہ ایک دن بھی باقی رہیگا جبکہ ظاہر ہوگا ایک شخص میرے اہلبیت سے اور وہ میرے ہمنام ہوگا اور میری کنیت سی کنیت اور وہ زمین کو عدل سے اور انصاف سے بھر دیگا۔ لیکن یہ آیت مطلق ہے اور حدیث سخت ضعیف ہے۔

توضیح آیت ۳ - واضح ہو کہ تمام دلائل و براہین و اقوال و الہام سے یہ بخوبی ظاہر ہو گیا کہ متقین وہی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے توحید و ربوبیت خدائتعالیٰ کا اور نبوت محمدؐ کا اور امامت علیؑ مرتضیٰ کا اقرار کیا ہے اور یہ آیت اُنھیں متقین کی شان میں ہے جو غیب پر ایمان لائے یعنی نہ تو خدا کو دیکھا نہ نبوت کو دیکھا اور نہ منصب امامت کو دیکھا لیکن تصدیق کی میثاق اُٹھایا اور صدق دل سے توحید نبوت اور امامت کا اقرار کر لیا اُنھیں متقین کی صفت خدائتعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ ایسے متقی ہیں جو غیب پر ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نماز کو پابندی سے قائم رکھا اور جو کچھ ہمنے دیا ہے اُن کو وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ متقین ہمارے شیعہ ہیں تفسیر برہان جلد ا صت ۳۳ چھاپہ ایران۔ اور یہ ظاہر ہے کہ شیعہ وہی ہے جو توحید اور نبوت کے ساتھ امامت کا اقرار کرے اور ان متقین نے توحید نبوت اور امامت تینوں کا اقرار کیا ہے لہذا جسقدر انبیاء کرام و اوصیاء عظام تھے وہ سب کے سب شیعہ تھے اور اُن کے پیروان یعنی اُن کی امت سب شیعہ تھے اور انہیں کو مومن کہتے ہیں تفاسیر اہلسنت میں متقی کے معنی مومن اور خدا کی اطاعت کرنے والا اور عذاب آخرت سے ڈرنے والا اسی وجہ سے وہ لوگ جو صرف توحید اور نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور امامت کا انکار وہ صرف مسلمان ہیں مومن نہیں اور جن لوگوں نے توحید نبوت اور امامت تینوں پر میثاق اُٹھایا اور اُسی کے مطابق آجتک توحید نبوت اور امامت کے قائل اور عامل ہیں وہ مومن اور شیعہ ہیں لہذا معلوم ہوا کہ تمام انبیاء اور اوصیاء شیعہ اور متقی تھے اور جو اُن کے پیرو تھے

یعنی شیعہ تھے آدم اور جملہ انبیا و اولاد آدم تا عیسیٰ بن مریم تک شیعہ اور مومن تھے اور ان کے پیروان امت۔

جنھوں نے توحید اور نبوت سے بھی انکار کر دیا وہ کافر ہو گئے اور ان کے یعنی ان متقین کے پیشوا اور ہادی جن سے ان متقین اور مومنین اور شیعوں نے ہدایت پائی وہ محمد صلعم اور علیؑ ہیں لہذا محمدؐ سید المرسلین اور علیؑ امام المتقین اور امیر المومنین کہلائے اور یہی نبی اور امام مقرر ہوئے لیکن افسوس ہے کہ بعض مفسرین نے مثلاً صاحب تفسیر کبیر نے فرما دیا کہ آیت مطلق ہے اور حدیث ضعیف اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے امامت سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے نہ مومن ہوئے نہ متقی بلکہ مسلمان ہی رہ گئے اور اس قرآن کریم سے مسلمانوں کے کئی درجے نظر آتے ہیں مسلمان، مومن، منافق، مرتد، مضل، مشرک یہ تمام مدارج مسلمانوں ہی کے ہیں جبکہ کہ ہر ایک مسلمان بن کر خدا کے سامنے پیش ہوگا اسی کی جزا اور سزا ملیگی خداوند تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں متقین کی تین صفتیں بیان کی ہے یعنے وہ غیب پر ایمان لانے والے ہیں اور نماز کو پابندی سے قائم رکھنے والے ہیں اور جو کچھ ہمنے اُن کو دیا ہے وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ پس دو صفتوں کے متعلق تو اوپر اظہار ہو چکا لیکن تیسری صفت کے بارہ میں مفسرین نے کچھ نہ لکھا۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے جو کچھ ہمنے اُن کو دیا ہے وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اس سے مراد مال دنیا نہیں ہے بلکہ یہ ایمان ہے جو متقین کو خدائے تعالیٰ نے عطا کیا تھا اور وہ علم تھا جو خدائے تعالیٰ نے عطا کیا تھا اُس سے مخلوق خدا کو فائدہ پہونچاتے تھے کہ جس ہدایت سے لوگ مومن اور متقی ہوتے تھے۔

ترجمہ آیت ۴ و ۵۔ جو کچھ تمپر نازل کیا ہے اُس پر ایمان لا چکے ہیں اور جو کچھ تم سے پہلے نازل کیا گیا ہے اُس پر بھی ایمان لا چکے ہیں اور وہی آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ اپنی دلی مراد پانے والے ہیں (دوسرا ترجمہ) وہ ایسے متقی جنکی دوسری صفت یہ ہے کہ ایمان لاتے اور رکھتے ہیں اُس چیز یعنی کتاب پر جو تمپر نازل کی گئی اور اُس چیز یعنی کتاب جو تم سے پہلے اُتاری گئی (اور اُن کی تیسری صفت یہ ہے کہ) آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں یہ لوگ اُس راہ حق پر ہیں جو اُن کے پروردگار کی طرف سے (اُن کو بتائی گئی ہے) اور یہی لوگ بھلائی اور نجات پانے والے ہیں (انوار القرآن چھاپہ لکھنؤ)

تشریح آیت ۴ و ۵۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ ایمان کا نور یہ صرف صوم و صلوٰۃ سے نہیں لیکن اس کی معرفت یعنی حقیقت شناسی ضروری امر ہے اعمال گویا پہچان کے لئے رکھے گئے ہیں اور ایمان واجب ہے اسلئے کہ آخر میں وہی فلاح پانے والے ہیں اور جو ... ایمان

نہیں وہ فلاح پانے والے نہیں اور جب ان کا وجوب ثابت ہوگیا کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اُس کا مفصل علم حاصل کرنا ہے اسلئے کہ جبتک انسان کسی چیز کا تفصیلی علم حاصل نہیں کرتا اُسکے علمی اور عملی واجبات کو حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ جب ایک چیز کو جانے گا نہیں کیونکر بجا لائیگا اور ان کا یقین قیامت پر بھی ہے کہ حساب کتاب ضرور ہوگا اور جب غیب پر ایمان لانے والوں کو ہدایت مانا جاوے اس لئے کہ ہدایت ہے متقین کے لئے اور اس بات کی تخصیص کی گئی ہے کہ ہدایت ہے متقین کے لئے اور یہی متقین فلاح پانے والے ہیں۔

توضیح آیت ۴۴ و ۵ - واضح ہو کہ خداوند تعالیٰ ایمان لانے والوں یعنی متقین کی صفت بیان فرما رہا ہے اور اُسکے بعد یہ بھی ارشاد باری ہے کہ وہی نجات پانے والے ہیں اسلئے کہ وہی اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہیں۔ پس واضح ہو کہ وہ متقون اور مومنون کیونکر ہوئے۔ اس لئے کہ وہ غیب پر ایمان لائے یعنی توحید، نبوت، امامت کا اقرار کیا مومن اور متقی کہلائے جو آیات بالا سے ظاہر ہو چکا ہے اب اُن مومنوں کی خاص صفت یہ ہے کہ وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں پس معلوم ہوا کہ اول اقرار توحید دوم اقرار نبوت اور سوم اقرار امامت اور چہارم اقرار آخرت یہ مومنون کے لئے واجب ہے چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ شیعوں میں جو اصول دین قائم ہے وہ بالکل اسی اصول پر ہے اول توحید۔ دوسرے عدل۔ تیسرے نبوت۔ چوتھے امامت پانچویں قیامت یہ بموجب حکم قرآنی بالکل صحیح اور درست ہے۔ لہذا اصول چارگانہ سے تو کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا اب صرف عدل کے متعلق ثبوت باقی ہے انشاءاللہ وہ بھی آیندہ پیش کرونگا اور یہ تو واضح ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات و ذات ظلم سے پاک ہے پس جبکہ ظالم نہیں ہے تو یقیناً عادل ہے اُسکے عدل کا یقین رکھنا متقین اور مومنین ہی کا عقیدہ ہے۔ لہذا اول توحید دوسرے عدل تیسری نبوت چوتھے امامت پانچویں قیامت یہ متقیوں کے اصول دین ہیں جو نجات پانے والے ہیں لیکن افسوس باوجود بیّن دلائل و براہین کے بھی مسلمان مومن اور متقی بننے سے احتراز کرتے ہیں۔ بہرحال جسکو جو پسند آئے اور قرآن کو جس طرح سمجھے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ مومنون کے بارہ میں کہ جو کچھ ہمنے اُن پر نازل کیا ہے اُس پر ایمان لا چکے ہیں۔ صاحب تفسیر انوار القرآن لکھتے ہیں کہ تفاسیر میں انزلنا کے لفظ سے مقصود حضرت علیؑ اور ائمہ علیہم السّلام کی ولایت اور امامت ہے۔ اصول کافی باب آیات ولایت صفحہ ۲۶۳ و صفحہ ۲۶۴ و صفحہ ۲۶۵ چھاپہ کشوری۔

ترجمہ آیت ۶۔ تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور کفر اختیار کیا چاہے ڈراؤ یا نہ ڈراؤ یہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے

تشریح آیت ۶۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ کون کافر مراد ہیں بعض کا قول ہے کہ یہ رؤسا یہود ہیں اور یہی قول ابن عباس کا ہے اور بعض کا قول ہے کہ مراد اس سے مشرکین کا گروہ ہے اور یہی قول ابن عباس کا ہے اور بعض کا قول ہے کہ مراد اس سے مشرکین کا گروہ ہے مثلاً ابو جہل ابو لہب اور ولید بن مغیرہ وغیرہ ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو دلیل حقیقت اسلام کو جان بوجھ کر کافر ہو گئے۔

توضیح آیت ۶۔ سلسلۂ ارشادات باری تعالیٰ سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں کفار سے مراد وہی کفار ہیں کہ جنھوں نے توحید نبوت اور امامت کا میثاق اُٹھایا اور اُس پر قائم نہ رہے کوئی توحید سے کنارہ کر گیا اور کافر ہو گیا کسی نے نبوت اور توحید سے کنارہ کشی اختیار کی اور کسی نے امامت سے علیحدگی اختیار کی اُنھیں کی شان میں رسول سے ارشاد ہے کہ اے رسول چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ یہ ایمان نہیں لائے اور کفر اختیار کیا یہ اب ہرگز ایمان نہ لائیں گے چنانچہ اس آیت کے شان نزول میں صاحب تفسیر درمنثور اپنی تفسیر درمنثور سیوطی جلد ۱ صـ ۲۹ میں عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت چاہتے تھے کہ کل لوگ ایمان لائیں اور اسلام قبول کر لیں پس خدا نے حضرت کو خبر دی کہ وہی شخص ایمان لائیگا جسکو خدا پہلے ہی جان چکا ہے کہ سعید ہے اور جسکو پہلے ہی جان چکا ہے کہ شقی یعنی بدبخت ہے وہ ہرگز ایمان نہ لائیگا اور بحار الانوار جلد ۷ صـ ۱۵۹ میں ہے کہ فرمایا رسولخدا نے کہ خدا کے کچھ بندے ہیں جو لوگوں کو نشانیوں سے پہچانتے ہیں اور حضرت امام محمد باقرؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر شخص کی پیشانی پر مومن یا کافر لکھا رہتا ہے جب کسی کے پاس ائمہ اہلبیتؑ میں سے وہ شخص جاتا ہے تو وہ پہچان لیتے ہیں کہ مومن ہے یا کافر لیکن تم لوگ نہیں سمجھ سکتے پس واضح ہو گیا کہ جس وقت خدائے تعالیٰ نے میثاق لیا ہے اُس وقت جس نے توحید نبوت اور امامت کا اقرار کیا وہ متقی اور مومن ہوئے اور جس نے انکار کر دیا وہ کافر ہو گئے چونکہ اُن کے اقرار اور انکار سے اُن کے فعل ظاہر ہو گئے اس وجہ سے خداوند تعالیٰ اپنے رسول سے فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے اب چاہے ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے

ہیں اب یہ ہرگز ایمان لائیں گے۔

ترجمہ آیت ۷۔ ان کے قلوب پر گویا مہر ہو گئی ہے، ان کے کانوں پر خدا نے تصدیق کر دی
ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے اور انہیں کے لئے بہت ع ۱
بڑا عذاب ہے۔ **ترجمہ دوسرا از انوار القرآن**۔ اُن کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے (خدا
نے اُن پر) ایسی نشانیاں لگا دی ہیں (کہ فرشتے اور اولیائے خدا اُن نشانیوں سے
اُنھیں پہچان سکتے ہیں) اور اُن کے کانوں اور آنکھوں پر (عداوت کا) پردا پڑا ہوا ہے اور
خدا نے اُن کے لئے بڑی سزا مقرر اور مہیا کر رکھی ہے۔

تشریح آیت ۷۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ ان آیتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ امور حاصل ہو چکے اس سے خبر یہ کو تقویت ہوئی اور بعض آیات سے یہ معلوم ہوا کہ کوئی مانع موجود نہیں اور بعض آیتوں میں معتزلہ اور قدریہ کی تائید نکلتی ہے غرض ان دونوں قسموں کی آیتوں سے لبالب ہے اور حاصل یہ ہے کہ اسلامی مسائل میں یہ مسئلہ بہت سخت اور مشکل ہے اور بہت بھاری شور اسی میں ہے چنانچہ امام ابوالقاسم الضاری سے کسی نے پوچھا کہ معتزلہ کو کافر کہنا چاہیئے تو فرمایا کہ نہیں اس لئے کہ اُنھوں نے اللہ کی تنزیہ بیان کی ہے تو اہل سنت کے بارہ میں اُن سے سوال کیا گیا کہ اُن کو کچھ کہنا چاہیئے تو کہا نہیں اُنھوں نے اُسکی تعظیم کی ہے۔

توضیح آیت ۷۔ چونکہ کفر اور اسلام اعتقادی چیز ہے اور اعتقاد کا تعلق قلب سے ہے بلکہ قلب یعنی دل کا فعل ہے چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہوتا ہے کہ اُن کے دلوں پر یعنی اُن پر ایسی نشانیاں لگا دی گئی کہ فرشتے اور اولیاء اللہ اُن نشانیوں سے اُن کو پہچان لیں اور اُن کے کانوں اور آنکھوں پر تعصب اور عداوت کا پردہ پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے میرے احکام اور میری نشانیوں کو نہ سننا چاہتے ہیں اور نہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ لہذا تفسیر برہان جلد ۱ صفحہ ۳۶ میں بسند صحیح ابراہیم بن ابی محمود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام رضاؑ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ ختم سے نشان لگانا مقصود ہے کفار کے دلوں پر اُن کے کفر کی وجہ سے اُن پر عذاب کرنے کے لئے اور بسند صحیح ابوبکر حضرمی سے روایت ہے امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کی پیشانی پر لفظ مومن یا کافر لکھا ہوا ہے اور یہ تم لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے لیکن ائمہ معصومین کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ ابوالقاسم کہتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں سے کفار سے مراد سرداران قریش ہیں جن میں سے ایک

(معاویہ کے باپ) ابوسفیان اور دوسرے مروان کے باپ اور ابوسفیان کے چچازاد بھائی ابوالعاص ہیں اور بعض مسلمان اس آیت سے یہ مطلب لگاتے ہیں کہ خدا نے خود ہی کفر اختیار کرنے کا سبب پیدا کر دیا ہے یعنی مہر کر دیا ہے کہ وہ کبھی ایمان ہی نہ لائیں گے پس واضح ہو کہ خدا یتعالیٰ کی شان ارفع و اعلیٰ ہے اس لئے کہ خدا بُری باتوں کا حکم نہیں لگا بلکہ اصل یہی ہے کہ بروز میثاق اُن کے ایمان اور کفر کا حال اُن کے فعل سے یعنی اُن کے اقرار یا انکار سے ظاہر ہو گیا اس لئے اُس نے نشانی لگا دی کہ یہ مومن ہیں اور یہ کافر اور اے محمدؐ اب چاہے ڈراؤ یا نہ ڈراؤ یہ کبھی ایمان نہ لائیں گے۔

ترجمہ آیت ۸ - ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں خدا پر اور روز قیامت پر حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔

تشریح آیت ۸ - صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں اُتری ہے مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے لوگوں کا حال بیان فرمایا ہے یعنی مومنین کافرین اور منافقین کا تو اول مومنین کا حال بیان فرمایا ہے جن کی دلی اور اندرونی حالتیں صحیح و سالم ہیں (یعنی جس دن سے توحید نبوت اور امامت کا اقرار کر کے متقی اور مومن خطاب حاصل کیا اور ایماندار کہلائے اسی طرح اپنے ایمان پر قائم رہے) پھر اُن کے بعد کفار کا حال بیان فرمایا ہے جن کا کفر و انکار دائمی تھا اور وہی اُن کے دل میں بھی تھا پھر اُن کے بعد منافقین کی حالت بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور اُن کے دل اور اُن کے باطن اسکے خلاف ہیں۔

توضیح آیت ۸ - اس میں تو کسی قسم کا شک ہی نہیں کہ یہ آیات منافقین کے حق میں نازل ہوئیں حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ منافق وہی ہیں جنھوں نے روز میثاق توحید نبوت اور امامت پر زبان سے تو اقرار کر لیا لیکن دل سے اقرار نہ تھا اُسی طرح جب رسول خدا اُن پر ہدایت اور تبلیغ کرتے ہیں تو وہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم تو توحید نبوت اور امامت پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور دل سے وہ تمسخر اور مضحکہ کرتے ہیں اسی لئے خداوند عالم نے اپنے رسول کو آگاہ کر دیا کہ یہ سب دل سے ایمان نہیں لائے ہیں بلکہ منافق ہیں یعنی دل میں ان کے کفر ہے اور زبان سے اسلام اور ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ جب قدرت پائیں تو تم کو اور تمھارے دوستوں کو قتل کر ڈالیں چنانچہ

منافقین کی حالت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس میں چار صفتیں ہوں وہ منافق ہے بلکہ خالص منافق ہے
یعنی جھوٹ بولنے والا۔ اور وعدوں کو نہ پورا کرنے والا۔ اور بے وفائی کرنے والا اور فجور اور
بدکاری کرنے والا اور امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ جہاد سے منھ موڑ کر بھاگنے
والے منافق ہیں اب ملاحظہ ہو کہ کسی صحابی کی شان میں رسولخدا فرماتے ہیں کہ تم میں شرک چیونٹی
کی چال کی آواز سے زیادہ پوشیدہ ہے اے ابوبکر اور حضرت عمر حذیفہ سے جو کہ رازدار رسول ہیں فرماتے
ہیں کہ اے حذیفہ خدا کی قسم میں منافقوں سے ہوں اور سعد بن عبادہ کو حضرت عمر نے
منافق کہا ہے اور عبدالرحمن بن عوف کو جو عشرۂ مبشرہ سے تھے اُن کو حضرت عثمان نے منافق
کہا ہے اخنس بن شریق منافق تھا عبداللہ بن ابی مسلول کو حضرت عمر نے منافق کہا یہ کل دفاتر
اسلامی کتب اہلسنت میں موجود ہیں اور بخاری کتاب الایمان میں ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے
صحابہ میں تیس ۳۰ شخصوں کو دیکھا جن کو اپنے منافق ہونے کا دغدغہ تھا پس ان تفاصیل سے
وہ کلیہ بالکل ٹوٹ گیا کہ کل صحابہ عادل ہیں اور جنگ تبوک جاتے وقت جن لوگوں نے
عقبہ کی پہاڑی پر رسولخدا ص کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا تھا وہ چودہ شخص تھے حضرت رسولخدا ص
نے حذیفہ کو اُن کے نام بتا دیا تھا اور فرمادیا تھا کہ یہ قیامت تک منافق رہیں گے اس واقعہ
کی تصدیق اہلسنت کے امام بیہقی صاحب بھی کرتے ہیں دیکھو روضۃ الاحباب ذکر جنگ تبوک
جلد ا صفحہ ۳۲ و صحیح مسلم صفحہ ۶۳۶ باب ذکر منافقین پس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے
ہیں کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے پس واضح ہو کہ اس مخلوق میں جس سے
کفر کے افعال سرزد ہونگے وہ کافر ہے روز میثاق سے اور قیامت تک کافر رہیگا اور جس سے
منافقت کے افعال سرزد ہوں وہ منافق ہے روز میثاق سے اور قیامت تک منافق ہی رہے گا
اور جن سے افعال اعمال مومنیت کے صادر ہوں وہ مومن ہے روز میثاق سے اور قیامت
تک مومن ہی رہیگا۔ یہ اُن کا حال ہے جن کا علم روز میثاق ہی اُن کے اقرار اور انکار سے ظاہر
ہو چکا ہے اسی وجہ سے رسولخدا ص نے عقبہ والوں کے بارہ میں فرمادیا ہے کہ وہ منافق ہیں
اور قیامت تک منافق ہی رہیں گے۔ اور یہ تمام مومنیت اور کفر اور نفاق اُسی میثاق کے مطابق
سرزد ہوتا ہے۔

ترجمہ آیت ۹ ۔ وہ خدا کو اور اُن لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں حالانکہ وہ

... تفسیر کبیر سے ہیں کہ نفاق کا قصد دغا اور فریب کا ہے اور تصریح کافر
میں - یہ بات نہیں بلکہ کافر کی طبیعت مرد لوگوں کی سی ہے اور منافقوں کی مخنثوں کی سی کافر نے اپنے نفس کے
لئے جھوٹ بولنا پسند نہیں کیا بلکہ اُسکو عار سمجھا اور جو اُس کے دل میں انکار تھا اُس نے سچ سچ ظاہر
کر دیا اور منافق نے جھوٹ کو پسند کیا منافق نے علاوہ کفر کے شریعت والوں سے استہزا کیا بخلاف صریح
کافر کے اور منافق کے کفر کے بہت گاڑھا ہونے کے سبب سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق ہمنے
منافقین کے لئے جہنم کا زیریں طبقہ مقرر کیا ہے مجاہد تابعی کہتے ہیں کہ اللہ نے اول تو مومنوں کا
ذکر چار آیتوں سے فرمایا اور پھر دو آیتوں میں کفار کا ذکر کیا ہے اُس کے بعد کی تیرہ آیتوں میں
منافقین کا ذکر کیا ہے اور اُس پر بھی یہ دال ہے کہ منافق کا جرم کافر سے بڑھکر ہے اسلئے کہ اُنہوں
نے کفر کے ساتھ اور معاصی کے وجوہ بھی ملا لئے ہیں جیسے دھوکہ دینا ہادیان بعثت پیغمبر سے
استہزا کرنا اور سوائے اسکے اور فریب اور ایذا رسانی کی باتیں -

منافقین کی حالت

توضیح آیت ۹ - یہ جتنی باتیں مفسرین نے منافقین کے حق میں درج فرمائی ہیں بالکل
صحیح ہیں اب ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ دفاتر اسلامی سے اقوال بزرگان اور اکابرین اسلام
کے اذکار اور محدثین کے روایات سے اور کتب صحاح سے جانچ کریں اور موازنہ کریں کہ کس بنی ہاشم
نے کس اولاد رسول نے کس صحابی نے کس مخلوق نے رسولخدا صلعم کے ساتھ یا اُن کی اولاد کے
ساتھ یا مخلوقات عالم کے ساتھ یا خدا اور خدا کی کتاب کے ساتھ استہزا کیا ہے کس نے دھوکہ سے
اقرار اسلام کیا کس نے دھوکہ اور فریب سے نبوت محمدؐ کا اقرار کیا اور کس نے دھوکہ سے امامت کا
اقرار کیا بلکہ بروز غدیر امام کے ہاتھ پر بیعت کیا اور پھر توڑ ڈالا - اور اس فعل سے کون مومن ہوا
اور کون کافر ہوا اور کون منافق ہو گئے میزان عقل میں وزن کر کے ہلکے اور بھاری کی تمیز
کر لیں رسولخدا کی عطا کی ہوئی کسوٹی پر کسکر کھرے کھوٹے کو علیحدہ کریں چنانچہ امام فخر الدین
رازی دربارہ امامت لکھتے ہیں کہ جن چیزوں کے متعلق بدیہی طور پر معلوم ہے کہ حضرت
سرور عالم لائے اُن سے انکار کرنا کفر ہے خواہ کل سے انکار کرے یا جزو سے دیکھو تفسیر کبیر جلد ۱
مسئلہ اولیٰ صـ۲۲ چھاپہ مصر (بدیہی سے اُن کی غرض متواتر ہے جو عذر کو قطع اور یقین حاصل
کرا دیتا ہے پس واضح ہو کہ حدیث غدیر اور حدیث ثقلین بدیہی اور متواتر چیزوں سے ہیں
جن سے انکار کرنا اور اُن کو اختیار نہ کرنا اور اُن پر عمل نہ کرنا بقول امام فخر الدین رازی اور
فخر الاسلام بزدوی کے سبب کفر ہے دیکھو اصول بزدوی ...

حدیث غدیر اور حدیث ثقلین پر امام فخر الدین رازی کا فیص...

کہ مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی کل کتب اصول پر ترجیح دیتے ہیں فخر الاسلام بزودی کو امام
کبیر اور اصول و فروع میں امام دنیا لکھتے ہیں دیکھو فوائد بہیہ ذکر علی بن محمد بن عبد الکریم فخر الاسلام
بزودی حنفی صفحہ ۱۲۴ فخر الاسلام بزودی تحریر فرماتے ہیں کہ متواتر حدیث کا مخالف اور اُن سے انکار
کرنے والا کافر ہے۔ لہذا اب حدیث غدیر کے متواترات کو دیکھئے حدیث غدیر کو ایک سو انتیس ۱۲۹
صحابہ اور دو سو تیئیس ۲۲۳ تابعین اور رواۃ احادیث نے روایت کی ہے دیکھو ارجح المطالب مصنفہ
مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری از صفحہ ۵۵۳ تا صفحہ ۵۵۶ چھاپہ دوم سنہ ۱۳۴۰ ہجری۔ اور اسی طرح حدیث
ثقلین کے تواترات کو بھی دیکھئے کہ بہت سے صحابہ نے روایت کی ہے اور بہت سے محدثوں نے
اپنی کتابوں میں لکھا ہے جنکو کہ ملا سلیمان نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں صفحہ ۲۴ سے صفحہ ۳۴ تک
اور مولوی عبید اللہ صاحب امرتسری نے اپنی کتاب ارجح المطالب میں صفحہ ۳۳۵ سے صفحہ ۳۴۱
تک تیس کتابوں کے حوالے کے ساتھ نقل کیا ہے اور اسکی بھی سندیں صحیح ہیں اور اسکے متواتر
ہونے کی ابن حجر مکی جیسے متعصب شخص نے تصریح کی ہے اور اس کے متواتر ہونے کا دوسرا ثبوت
یہ ہے کہ یہ حدیث غدیر کا جزو بھی ہے جیسا کہ زید ابن ارقم اور حذیفہ اور عامر ابن ابی لیلی اور
ابو الطفیل چار صحابی اور ام ہانی صحابیہ کی روایتوں میں بصراحت مذکور ہے اور ان
دونوں حدیثوں کا تواتر اور ان کے مضمون کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے برحق خلیفہ اور ذریعہ نجات حضرت کے اہلبیت ہیں اس لئے کہ ان سے
کنارہ کشی بقول ہر دو علماء ممدوحین کفر ثابت ہوتا ہے حدیث ثقلین کے تواترات کے لئے
دیکھو ارجح المطالب مولوی عبید اللہ امرتسری صفحہ ۵۵ تا صفحہ ۵۹ مطبوعہ سنہ ۱۳۴۰ھ اور بروز غدیر
حضرت عمر کا بیعت کرنا سب سے پہلے علیؑ کے ہاتھ پر اور مبارکباد دینا متواترات سے کتب اسلامی
میں موجود ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ اُسی روز غدیر کو سب کے بیعت سے فارغ ہونے اور چلے
جانے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمادیا تھا کہ میں نے آج عہد و پیمان
مضبوط کرلیا۔ لیکن پھر ایک ... جماعت نے آپس میں اتفاق کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال
کے بعد فوراً ہی مسند خلافت علیؑ سے چھین لیں گے اب ملاحظہ کیجئے آفتاب تواریخ مولوی شبلی صاحب
الفاروق میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے سقیفہ میں نہایت تیزی سے کارروائیاں کیں اور حضرت
عمر نے ابن عباسؓ سے خود فرمایا کہ قریش کو بُرا معلوم ہوا کہ نبوت اور خلافت دونوں تم لوگوں
میں جمع ہو اور قریش ...

فصل کسی کی صداقت کا ثبوت اور اس کے منافق کون ہیں

دیکھو الفاروق مولانا شبلی ذکر سقیفہ اور کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ و علامہ ابن قتیبہ کتاب الامامت
والسیاست صفحہ ۱۱۲۔ پس خداوند عالم نے اپنے رسول کو ان منافقین کے نام سے بھی مطلع فرمایا
اور آگاہ کر دیا کہ یہ سب علیؑ کے دشمن ہیں اور اُن سے خلافت چھین لیں گے اس آیت کی باطنی
تفسیر میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ جس خدا کے حکم سے آپنے علیؑ کو امام بنایا ہے اور
سردار بنایا ہے اور کل امور کا منتظم بنایا ہے ہم لوگ اُس پر ایمان لائے ہوئے ہیں حالانکہ یہ سب
ایمان نہیں لائے بلکہ علیؑ کے ساتھ سرکشی کرنے اور تمکو قتل کر دینے پر اتفاق کر لیا ہے دیکھو انوار القرآن
مطبع کھجوا بحوالہ تفسیر برہان جلد ا صـــ۳۷ بحوالہ تفسیر حضرت امام حسن عسکریؑ اور تفسیر شیعہ میں حضرت
امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب رسولخداؐ کو خداوند تعالیٰ نے منافقوں کے
اتفاق کرنے سے آگاہ کر دیا کہ علیؑ کے ساتھ بدی کا ارادہ رکھتے ہیں تو حضرت نے اُن لوگوں کو
بلا کر عتاب کیا (غصہ ہوئے اور ڈانٹا تو اُن سب نے سخت قسمیں کھائیں اور حضرت خلیفہ اول
نے کہا یا رسول اللہ جیسا بھروسہ مجھے اس بیعت پر ہے کسی چیز پر بھروسہ نہیں اور میں امید
رکھتا ہوں کہ اسی کے ذریعہ سے خداوند عالم مجھے بہشت میں داخل کریگا اور بہشتیوں میں مجھے
سب سے اول قرار دیگا (اور حضرت خلیفہ دوم نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ
آپ پر فدا ہوں بہشت میں داخل ہونے اور جہنم سے بچنے کے لئے مجھے جتنا بھروسہ اس
بیعت پر ہے کسی چیز پر نہیں قسم ہے خدا کی اس بیعت کے توڑنے پر مجھے کچھ بھی دیا جائے
جب بھی میں پسند نہ کرونگا اور (حضرت خلیفہ) سیوم نے کہا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم اس
بیعت کی وجہ سے میرا خوف خوشی سے بدل گیا اور یہ کہا کہ جس نے آپکو خبر دی ہے (اس
اتفاق کی) اُس پر لعنت ہے" اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اس اتفاق پر خدا نے اپنے رسول کو خبر دی
اور مقصود اس کا یہ آیت ہے۔ دیکھو انوار القرآن مطبع کھجوا بحوالہ تفسیر برہان جلد ا صـــ۳۷۔ لیکن
باوجود قسم اقسام کے رسولخداؐ دفن بھی نہ ہونے پائے تھے کہ انھیں صحابہ کرام نے بیعت کو
توڑا اور علیؑ سے مسند خلافت چھین کر خود خلیفہ رسول اور امیر المومنین بن گئے۔ دیکھو مدارج
النبوۃ حضرت عمر اور حضرت ابو بکر نے کہا کہ یا علیؑ حضرت رسول کا کفن اور دفن آپ سے
تعلق رکھتا ہے آپ انجام دیں فوراً ابو عبیدہ جرّاح کے گھر پہونچے اور اُن کو ساتھ لیکر تین
میل دوڑتے ہوئے سقیفہ میں گئے اور حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر سب سے پہلے حضرت عمر
نے بیعت کی (دیکھو ...

… تاریخ کبیر طبری ذکر بیعت ابوبکر صحیح
بخاری کتاب فضائل ابوبکر جلد ۲ ص۱۹۳ چھاپہ مصر اور یہ کہا جاتا ہے کہ خلافت اور انتظام امور مسلمین کی اہمیت کی وجہ سے ان لوگوں نے حصول مسند خلافت اور بیعت ابوبکری میں جلدی کی اور رسولخداؐ کے کفن دفن میں بھی شرکت نہ کی۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وفات حضرت ابوبکر کے وقت ان کے مرض و دفن میں سولہ دن اور حضرت عمر کے زخم اور دفن اور شوریٰ کے زمانہ میں جو حضرت عمر کی ہدایت سے قرار دیا گیا تھا چھ دن یہ اہمیت کہاں چلی گئی تھی۔ وہ بھی مسند خلافت کس طرح لی گئی ہے علیؑ سے اور کس طرح علیؑ کو جبراً بیعت ابوبکر پر مجبور کیا جاتا ہے علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جزء۶ ص۲۹۳ بروایت امام ثعلبی و ابوالاسود لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے حضرت علیؑ کو کھینچکر گھر سے باہر نکالا تو معصومہ جناب سیدہ دختر رسولخداؐ بے چین ہو کر کہنے لگیں کہ اے ابوبکر کسقدر جلد تم لوگوں نے رسولؐ کے گھر کی لوٹ مچا دی قسم خدا کی میں اپنے مرتے دم تک عمر سے نہ بولوں گی (اور نہیں بولیں۔ اور غضبناک دار دنیا سے سدھاریں) اور علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء ص۹۹ ذکر رضا رعمر میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا کہ خلافت درست نہیں ہو سکتی جبتک ایسی سختی نہ کی جائے جس میں کچھ بھی بھلائی نہ ہو۔" ظاہری و باطنی دونوں تفسیروں کے مضامین دل کو شبہے سے خالی نہیں رہنے دیتے اور دل کی حکومتیں اختیار سے باہر ہیں کیونکہ وہ جسمانی سلطنت کا بادشاہ ہے۔ پس واضح ہو کہ مقصود اس آیت کے یہی بزرگان دین قرار پا رہے ہیں اور تمام اکابرین اسلام اور علماء دین اقرار بھی کر رہے ہیں لیکن عمل بالکل اس کے خلاف نظر آ رہا ہے۔ اب انھیں منافقین کے حق میں خدا تعالیٰ کا ارشاد پھر ہوتا ہے (اے رسول)

ترجمہ آیت ۱۰ ۔ اُن کے دلوں میں مرض نفاق تھا ہی خدا نے اُن کے مرض کو بڑھا دیا اور سخت عذاب ہے اس لئے کہ جھوٹ بولتے ہیں۔

تشریح آیت ۱۰ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ ابن عباسؓ لکھتے ہیں کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارہ میں اُتری ہے اور منجملہ انھیں کے عبداللہ بن اُبی اور معتب بن قشیر اور حدید بن قیس یہ لوگ جب اہل ایمان کے پاس جاتے تو ایمان اور تصدیق ظاہر کرتے اور کہتے کہ ہم لوگ اپنی کتاب (توراہ وغیرہ) میں آنحضرتؐ کی صفت و نعت موجود پاتے ہیں اور حالانکہ یہ لوگ اپنے دعوئ ایمان میں جھوٹے تھے

منافقین کے افعال [illegible]

کو دھوکہ دیتے ہیں جھوٹ بول کر کفر کو چھپا کر حالانکہ وہ خود کو دھوکہ دیتے ہیں اور کچھ نہیں سمجھتے یعنی جان بوجھ کر (رسالت اور امامت سے) انکار کرکے کفر کر رہے ہیں لیکن عذاب آخرت کو کچھ نہیں سمجھتے اور یہ ایسا جو کرتے تھے کئی مصلحتوں سے تھا اُن کو گمان تھا کہ رسولخدا مومن سمجھ کر تعظیم و تکریم اور خاطر و مدارات کرتے ہیں اور اس طرح سے مومنین کے بھید کو معلوم کرکے مخالفین میں شائع کرتے تھے اور احکام قتل وغیرہ جو کافروں کے لئے تھا اُس سے اپنی تئیں محفوظ رکھتے اور مزید یہ کہ مال غنیمت میں من مانا حصہ پاتے۔

منافقین کے حالات

توضیح آیت ۱۰ ۔ اُن کے دل میں نفاق تھا ہی یہ کس کا کلام ہے خلّاق عالم کا اور اُسکے بعد یہ بھی فرماتا ہے کہ ہم نے اُن کے مرض نفاق کو اور بڑھا دیا اور ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ جھوٹ بولتے ہیں اس پر کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ خدا جانتا تھا کہ اُن کے دل میں نفاق تھا ہی یہ اُسکے علم میں تھا پس واضح ہو کہ علم خدا میں تو سب کچھ ہے ذرّہ ذرّہ کے حالات سے وہ اپنے علم سے واقف ہے لیکن اپنے علم پر وہ حکم نہیں کرتا اسلئے کہ وہ عادل ہے بغیر فعل سرزد ہوئے وہ ہرگز کسی پر حکم نہیں لگا سکتا۔ اس لئے چونکہ بروزِ میثاق ان کے افعال سے اور ان کے انکار سے اور ان کے مکر و فریب سے جو افعال ان سے سرزد ہوئے اُس کے مطابق خدا نے حکم لگایا ہے کہ نفاق کا مرض اُن کے دلوں میں پہلے سے تھا ہی ہمنے اور بڑھا دیا۔ بڑھا دیا کا لفظ بعض لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتا ہے کہ خدا نے خود اُن کے مرض نفاق کو بڑھا دیا ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ وہ منافق جو اس آیت میں مراد لئے گئے ہیں اور اپنی بد باطنی اور خباثت اور خدا و رسول اور دین اسلام کی عداوت کی وجہ سے گمراہی اور منافقانہ خیال کو سختی سے اختیار کئے ہوئے ہیں اور خدا اور رسول اور مومنوں کو اپنی ناقص سمجھ کے سبب مغالطہ اور دھوکھا دینا چاہتے ہیں جسکی وجہ سے نہایت درجہ مبغوض اور سخت عذاب کے مستحق ہیں اس لئے خدا نے اپنے رحمت اور تفضل کو اُن پر سے اُٹھا لیا اور اُن کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جس کی وجہ سے مرض نفاق اُن کا اور بڑھتا گیا درحقیقت مرض نفاق بڑھنے کا سبب وہ خود ہیں جو کہ اُن کے افعال سے سرزد ہوتے۔ جاننا چاہیئے کہ ہر چیز کے وجود سے دو چیزوں کا تعلق ہوا کرتا ہے ایک مقتضی معنی اُس کے وجود کو چاہنے والا دوسرا مانع اُسکو موجود ہونے سے روکنے والا [illegible]

پایا جانا ضروری ہوتا ہے اور کل مانعوں کا برطرف ہونا اور جو چیز مطلوب نہیں ہوتی اُس کے
چار مقتضوں میں سے کسی ایک کو حاصل نہ کرنا یا حاصل نہ ہونا اُس کے نہ پائے جانے کے لئے
کافی ہو جاتا ہے اور **ایمان اور عمل خیر** کے لئے مقتضی چار چیزیں ہیں ۱؎ کرنے والے کی قدرت
۲؎ اسباب کا مہیا ہونا جیسے وضو کے لئے پانی کو اور تیمم کے لئے مٹی کو خدا نے پیدا کر دیا ہے ۳؎ مطلوبات
پروردگار کی طرف تعلیم وہدایت جس کو خدا نے انبیاء اور اوصیا کو مقرر کر کے پورا کر دیا ۴؎ بندوں
کا ارادہ جو اُن کا اختیاری امر ہے اور **مانع** بہت زیادہ ہیں اور غیر معین ہیں اس لئے اُن کا شمار
ممکن نہیں **خدائے عادل** نے چاروں مقتضیوں میں اپنے کل بندوں مومن اور کافر فرمانبردار
اور نافرمان سب کو برابر کا حصہ دیا ہے اور حصہ دار بنایا ہے ورنہ اُس پر ظلم اور جبر قبیح لازم آتا ہے
اور مانع کو برطرف کرنے کا مستحق صرف اُسی بندے کو قرار دیا ہے جو ایمان اور عمل خیر کو اختیار کرنا
چاہئے اور اسی کو رحمت اور **تفضل** کہتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص ایمان لانا چاہے اور باقی تینوں
مقتضی بھی موجود ہوں اور کوئی شیطان جن وانس اُسکو بہکانا یا اُس کے خلاف اُس کے
خیالات کو خراب کرنا چاہے تو خدا پر لطف و مرحمت کی راہ سے واجب ہے کہ اُس شیطان کو دفع
کرنے یا اُسکے اغوا سے اثر نہ لینے میں اُسکی مدد کرے لیکن جو شخص اپنی باطنی خباثت سے ایمان
لانا ہی نہیں چاہتا چونکہ اُسکے حق میں موانع یعنی شیطان کو دفع کرنا ایک بیکار اور عبث فعل
ہے اس لئے خدا اُس میں دخل نہیں دیتا اور اُسکو اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہے اور اُس کا کفر یا
نفاق باقی رہ جاتا ہے پس ایسے کفر اور نفاق کا بقاء اگرچہ خود اُسکے ارادہ ایمان نہ کرنے کا نتیجہ
ہے لیکن چونکہ خدا نے فعل عبث سمجھ کر اُس رحمت اور تفضل کو اُس سے روک لیا ہے جس کو
ارادۂ ایمان کرنے والوں کیلئے برتتا ہے اسلئے اُس کے نفاق کو بڑھانے کی نسبت اُس کی طرف
مجازاً دی گئی جس طرح ڈوبانے کی نسبت زید کی طرف دی گئی کہ ڈوبنے والا اپنے ارادہ سے
ڈوبتا ہے اور زید اُس کو مستحق ہلاکت سمجھ کر نہیں نکالتا۔ اور خداوند تعالیٰ نے ان منافقین
کے حق میں پارہ ۵ سورۂ نسا آیت ۱۴۴ میں فیصلہ کر دیا ہے یعنی یہ یقینی بات ہے کہ منافق
جہنم میں سب سے نیچے کے طبقے میں رکھے جائیں گے چونکہ منافقین کے حالات میں تمام
اثبات و دلائل لکھے گئے ہیں شاہ عبد العزیز صاحب اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ باب ۱۲ میں لکھتے
ہیں کہ علیؑ مرتضیٰ سے جو بغض کی وجہ سے لڑا وہ کافر ہے اہلسنت کے نزدیک بالاجماع اور

منافقین کے تذکرے اور اثبات

مناوی برحاشیہ جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۹۲ وکنزالعمال جلد ۶ درفضائل اہلبیت اور کامل ابن اثیر
جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ میں ہے اور تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ معاویہ قنوت میں حضرت علیؑ اور حسنؑ
اور حسینؑ اور ابن عباس اور مالک اشتر پر لعنت کیا کرتے تھے اور صواعق محرقہ باب التحذیر صـ ۱۴۳
میں ہے کہ رسولخداؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو ہم اہلبیت کو بُرا کہے وہ مرتد ہے خدا سے اور مرتد ہے
اسلام سے اور روضۃ الاحباب باب بیعت علیؑ میں ہے کہ معاویہ دنیا دار تھے اور اُنکی لڑائیاں
حضرت علیؑ سے دنیا کے لئے تھیں اور کنوز الحقائق امام مناوی برحاشیہ جامع صغیر جلد ۲ صـ ۱۱۳
میں ہے کہ معاویہ کا جنگ کے لئے کھڑا ہونا بعد بیعت حضرت علیؑ سے اور حضرت حسنؑ سے
جنگ کرنا اور غصب خلافت کرنا اصول مذہب اہلسنت کے مطابق واجب القتل جانا ہے
جس کی خود اہلسنت میں سے ایک بڑی جماعت اقرار کرتی ہے اور خاص کر کے اس لحاظ سے
کہ حضرت سرور عالم نے کھول کر فرما دیا ہے خلافت کے بارہ میں کہ جو شخص علیؑ سے لڑے اُسکو قتل
کر دو پس اس بارہ میں حضرات اہلسنت نے معاویہ کا پاس و لحاظ کیا اور رسولخداؐ کے حکم کی
مخالفت کی اور اضافہ یہ کیا کہ حضرت معاویہ کو اور عبداللہ بن سرح جیسے منافق کو کاتب وحی
ہونے کا شرف بھی عطا کیا باوجودیکہ کتب اسلام میں متواترات سے یہ ثابت ہے کہ کاتب
وحی حضرت علیؑ تھے ان کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ اسلئے قرآن کلام خدا نوری
قرآن جس کے قلب پر نازل ہوا وہ نوری اور معصوم لہذا اُس کا یعنی وحی کا لکھنے والا بھی علیؑ
نوری اور معصوم ہی ہو سکتا ہے دیکھو ابو الفدا و وفیات الاعیان جلد ۱ صـ ۲۰۵ حال ابو العناد
واستیعاب جلد ۱ صـ ۳۸۱۔ اسلئے کاتب وحی ایک منافق ہرگز نہیں ہو سکتا اسلئے کہ اس کے دل
میں رسول اور رسولؐ کے اسلام سے بغض ہے وہ اسلام کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ تو احادیث
تھیں اب لیجئے صداقت قرآنی پارہ ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۶۶ و ۶۷ و ۶۸۔ کاش ہملوگ
خدا اور رسول کے حکم کی پیروی کئے ہوتے اور کہیں گے خداوندا ہم لوگوں نے اپنے سرداروں
اور بڑوں کی پیروی کی پس اُنھوں نے صراط مستقیم یعنی علیؑ کی طرف سے ہٹا دیا پروردگار
ان پر دوہرا عذاب کر ایک گمراہ ہونے کا اور دوسرا لوگوں کے گمراہ کرنے کا اور بڑی بڑی
لعنتوں سے ان پر لعنت کر۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے
پھر فرماتا ہے اگلی آیت میں انھیں منافقین کے حق میں۔
ترجمہ آیت [illegible]

کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں دوسرا ترجمہ اور جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرتے پھرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح اور اچھا ہی کام کرتے ہیں۔

تشریح آیت ۱۱۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ فساد پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ ابن عباس اور حسن بصری اور قتادہ اور سدّی سے منقول ہے کہ ظاہر و باہر اللہ کی نافرمانی کی جائے اسلئے نافرمانی سے طرح طرح کے فسادات پیدا ہوتے ہیں اور قتل و خون تک نوبت پہونچتی ہے اور منافقوں کا کافروں سے ملنا اور میل جول۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ منافقین تکذیب رسول خدا کی ہر طرف پکارتے تھے۔ اور ابن مسعود کہتے ہیں کہ فساد سے کفر اور گناہ کرنا مقصود ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جب منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ فساد نہ کرتے پھرو تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ اصلاح کرتے ہیں اور جب کہا جاتا ہے کہ گناہ نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ ہدایت اور راہ راست پر ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ نحن مصلحون سے اُن کی غرض یہ ہے کہ مومنین اور اہل کتاب کے درمیان صلح پیدا کرنا اور فساد کو دفع کرنا چاہتے تھے یعنی ان دونوں کے خیالات اور عقیدوں کو اس طرح ایک کر دینا چاہتے ہیں کہ دونوں خدا کو مانیں اور رسول کو چھوڑ دیں انھیں کی مذمت خدا نے سورہ نساء میں کی ہے۔ پارہ ۶ سورۂ نساء آیت ۱۴۹ یعنی جو لوگ خدا اور رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا اور رسولوں میں جدائی ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض یعنی خدا پر ایمان لائیں گے اور بعض یعنی رسولوں کو نہ مانیں گے اور بالکل کفر اور ایمان کے درمیان ایک دوسری راہ نکالنا چاہتے ہیں ٹھیک یہی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح حضرت رسول کی رسالت اور نبوت کی تصدیق اُن کے اصحاب نے کی ہے تم بھی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم لوگ جاہلوں کی طرح تصدیق کریں خداوند عالم فرماتا ہے کہ وہی جاہل ہیں لیکن اپنی جہالت کو جہالت نہیں سمجھتے۔ اور واحدی اور ثعلبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق اور اُن کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی ہے شرح فقہ اکبر ص ۱۴ چھاپہ دکن۔

توضیح آیت ۱۱۔ واضح ہو کہ کامل ایمان وہی ہے کہ جب توحید خدا کے ساتھ محمد مصطفیٰ کی نبوت اور امامت آل مصطفیٰ کا اقرار دل سے اور زبان سے کرے جیسا کہ روز میثاق اقرار کیا ہے لیکن اہل کتاب اور بہت سے مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ توحید خدا کا اقرار کرتے اور نبوتؐ اور رسالت

امامت علیؑ کا انکار کرنا ہی منافقت ہے

تحریف اور تکذیب اور استہزا کرتے ہیں اور بعض مسلمان توحید اور نبوت سے اقرار کرتے اور جب امامت کا سوال آتا تو انکار کرتے اور استہزا کرتے اور طرح طرح سے شہرت دیتے کہ رسول خدا نے اپنی طرف سے امامت کا جھگڑا لگا رکھا ہے علیؑ کی محبت میں دیوانے ہو رہے ہیں اور طرح طرح کی باتیں کہکر لوگوں کو بہکاتے تھے چنانچہ تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۳۹ میں بسند صحیح حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیعت غدیر خم کے توڑنے والوں سے جب کہا جاتا ہے کہ بیعت توڑنے کو ظاہر کر کے فساد نہ پھیلاؤ اور کمزور عقیدہ کے تازہ مسلمانوں کے عقیدوں اور خیالات کو خراب نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تمہاری طرح جاہل نہیں ہیں کہ جو کچھ محمدؐ کہدیں اُسے مان لیں صاحب تفسیر انوار القرآن فرماتے ہیں کہ اس حدیث صحیح سے معلوم ہوگیا کہ یہ عبداللہ ابن ابی منافق کے حق میں نہیں نازل ہوئی ہیں بلکہ اُن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں جنھوں نے غدیر کی بیعت کو توڑ کر حضرت علیؑ سے اُن کے حق کو چھینا اور دنیا کی محبت میں خدا اور رسول کی فرمائشوں کو اور آخرت کے معاملوں کو بے حقیقت سمجھا اور تفسیر برہان جلد ا صفحہ ۳۹ میں بسند صحیح امام موسیٰ کاظمؑ فرماتے ہیں کہ بیعت غدیری توڑنے والوں سے جب نیکوکار مومن سلمانؓ۔ مقدادؓ۔ ابوذرؓ اور عمار یاسرؓ کہتے ہیں کہ جس طرح ہم لوگ رسول کی رسالت اور علیؑ کی امامت پر ایمان لائے ہیں تم بھی لاؤ جن کو رسول خداؐ نے اپنا جانشین بنایا ہے اور قائم مقام بنا کر دین و دنیا کے کل انتظاموں اور مصلحتوں کو اُن کے سپرد کیا ہے تم بھی اسی طرح ایمان لاؤ اور رسول کی رسالت اور علیؑ کی امامت کو مان لو تو وہ آپس میں کہتے ہیں ہم لوگ تم جیسے بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں اگر محمدؐ کا دین مٹ گیا تو محمدؐ کے دشمن سلاطین اور غیر سلاطین ایمان لانے والوں کا سر کچل ڈالیں گے جس کو یہ بیوقوف نہیں سمجھتے خداوند عالم ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ بیوقوف اور جاہل درحقیقت یہی ہیں کہ محمدؐ کے بارہ میں اچھی طرح غور نہیں کیا اس وجہ سے جاہل اور بے خبر ہیں اور محمدؐ اور اُن کی ذریت اور اُن کے مخالفوں سے ڈر رہے ہیں کہ اگر محمدؐ غالب آگئے تو اُن کے دشمنوں کے ساتھ مارے جائیں گے اس لئے ظاہر میں اسلام کا اقرار کر رہے ہیں اور اگر اُن کے دشمن غالب آئے تو محمدؐ اور اُن کی ذریت کے ساتھ مارے جائیں گے اس وجہ سے کافروں سے کہتے ہیں کہ ہملوگ تمہارے ساتھ ہیں اور صاحب تفسیر انوار القرآن لکھتے ہیں کہ اس موقع پر ایک شخص کے تین کلام کا بار بار ادا کرنا میری نظروں کے سامنے گردش کر رہے ہیں ایک غدیر خم کی

منافقین کے حالات

مبارکباد مبارک ہو مبارک ہو اے علیؑ اے فرزند ابو طالب آج تم میرے اور کل مومن اور مومنات
کے سردار ہوئے دیکھو ارجح المطالب مصنفہ مولوی عبید اللہ امرتسری ص۲۰۳ بحوالہ ابو نعیم و ثعلبی و
ابن مغازلی و ابراہیم نطیری و شہاب الدین و صالحانی اور دوسرے مسجد رسول کی دھمکی کہ اگر
حضرت ابوبکر کے ہاتھوں پر بیعت نہ کروگے تو قتل کر ڈالوں گا دیکھو امامت والسیاست ابن قتیبہ
ص۱۳ تیسرے دل کی بات کا اظہار اے حذیفہ خدا کی قسم میں منافق ہوں دیکھو میزان الاعتدال۔
ذکر زید بن ذیب بس اسی بارہ میں خداوند عالم نے اپنے رسول کو خبر دی ہے کہ اے محمدؐ خدا اُن
کے مسخراپن کی سزا دنیا اور آخرت دونوں جگہ دیگا اور اُن کی حالتوں پر چھوڑ دیگا اور یہ اپنی گمراہیوں
میں حیران اور سرگردان رہیں گے تفسیر برہان جلد ا ص۳۹ و ۴۰ خلاصہ یہ ہے کہ یہ گروہ اپنے باطنی
دوستوں کے منافقوں کے پاس گئے جو انہیں کی طرح رسولخداؐ کی رسالت اور علیؑ کی امامت
و وصایت کو جھٹلاتے تھے اور اُن کی فضیلتوں سے انکار کرتے تھے اور ان سے کہا کہ تملوگوں
نے جو محمدؐ کے مرنے کے بعد علیؑ کی خلافت چھین لینے پر اتفاق کیا ہے ہملوگ اس میں تمھارے
شریک ہیں اور ہملوگ جو اُن سے مدارات اور دلپسند باتیں کرتے ہیں اس سے تم شبہ میں نہ پڑنا
اور نہ گھبرانا اس لئے کہ ہم لوگ تو اُن کے ساتھ مسخراپن کرتے ہیں دیکھو امام اہلسنت ابن جریر طبری
اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ سرداران قریش نے ایک صحیفہ لکھا جس میں یہ معاہدہ تھا کہ حضرت علیؑ
کو قتل کر دیں گے اور اُس کو ابو عبیدہ جراح کے پاس امانت رکھا پس آیت مَا یَکُوْنُ مِنْ
نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ نازل ہوئی تو حضرت نے ابو عبیدہ جرح سے مانگا اُنھوں نے
دیدیا اور سب نے قسم کھائی کہ ہم لوگوں کا ارادہ قتل کا نہ تھا پس آیت یَحْلِفُوْنَ بِاللہِ نازل ہوئی
پس واضح ہو کہ یہی ابو عبیدہ عشرہ مبشرہ کی اعلیٰ فرد ہیں یہی ابو عبیدہ مجلس سقیفہ کے اعلیٰ ممبر
ہیں یہی ابو عبیدہ مجلس شوریٰ کے پریسیڈنٹ یعنی صدر رہیں۔ اب تو بالکل صاف ہو گیا کہ مثل
نبوت امامت علیؑ سے انکار کرنے والے منافق ہیں۔ اور انھیں منافقین کی شان میں یہ آیات
نازل ہوئی ہیں دیکھو اسی سلسلہ میں پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے رسولؐ۔

ترجمہ آیت ۱۲۔ بیشک یہی لوگ فسادی ہیں لیکن سمجھتے نہیں ہیں۔

ترجمہ آیت ۱۳۔ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان
لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی ویسے ہی ایمان لائیں جیسے یہ بیوقوف لوگ ایمان لائے

ترجمہ آیت ۱۴ - اور جب اُن لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے لوگوں سے ملتے ہیں یعنی شیطانوں سے تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمھارے ساتھ ہیں ہم تو (مسلمانوں کو) بناتے ہیں۔ (وہ کیا بنائیں گے)

ترجمہ آیت ۱۵ - بلکہ خدا اُن سے ٹھٹھا کرتا ہے کہ ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں مبتلا رہیں۔

توضیح آیت ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ - چونکہ آیت ۱۳ کے ذیل میں تمام تشریحات اور توضیحات بیان ہو چکی ہیں اور کافی سے زیادہ روشنی پڑ چکی ہے اب ضرورت تشریح و توضیح کی نہ تھی لیکن چونکہ امام بخاری ایک جید امام اور اُن کی کتاب بعد از کتاب باری ہے اس کئے حضرت امام بخاری کے اقوال منافقین کے حق میں پیش کر دیتا ہوں تاکہ اور واضح اور روشن ہو جائے۔ صاحب صحیح بخاری لکھتے ہیں کہ منافق کی چار شناخت ہیں جس میں چاروں ہوں وہ منافق ہے اور خالص منافق ہے ایک جھوٹ بولتا ہو دوسرے خیانت کرنے والا ہو تیسرے غدار ہو یعنی بیوفائی کرنے والا ہو چوتھے گناہگار دیکھو صحیح بخاری جلد ۱ صفہ ۱ چھاپہ مصر کتاب الایمان باب علامت منافق۔ صاحب تفسیر انوار القرآن مطبوعہ اصلاح کجھوہ صفہ ۲۱۳ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مومنوں سے کہنے والے کہ ہم بھی ایمان لائے ہیں اور کافروں سے کہنے والے کہ ہم تو تمھارے ساتھ ہیں مسلمانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں ان منافقوں میں یہ چاروں باتیں موجود تھیں۔ کیونکہ مومنوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم مومن ہیں اور جب کافروں سے ملتے تو کہتے ہم تمھارے ساتھ یعنی کافر ہیں اسلئے جھوٹ بولے۔ اور رسولخداؐ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اور ایمان لا کر پھر بھی کافروں کے ساتھ رہے اسلئے بے وفا اور حضرت کے بھیدوں کو کافروں تک پہونچاتے اسلئے خائن اور اپنے کفر پر باقی رہے اس لئے گنہگار۔ لیکن افسوس کہ امام اہلسنت مسلم ابن حجاج نے ایک حدیث لکھ کر اور بیّن ثبوت پیدا کر دیا جو کہ مسلمانوں کے لئے سخت مشکل ہے۔ دیکھو صحیح مسلم کتاب الجہاد باب فیما یصرف وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے جناب عباس بن عبدالمطلب سے (بطور عتاب اور شکایت کے کہا) کہ تم نے اور علیؑ نے ابوبکر کو کاذب یعنی جھوٹا اور آثم یعنی گنہگار اور غادر یعنی بے وفا اور خائن یعنی خیانت کرنیوالا سمجھا اور مجھکو سمجھتے ہو۔ اور علیؑ معصوم تھے معصوم جھوٹ بول نہیں سکتا چنانچہ ابن حجر جیسے متعصب شخص نے صواعق محرقہ میں جو کہ شیعوں کی دل جلانیوالی کتاب ہے اُس میں صاف لکھدیا ہے کہ آیت تطہیر علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ

ہوئی دیکھو صواعق محرقہ باب فصل ا صفحہ ۵ چھاپہ مصر۔ پس واضح ہو کہ معصوم کے لئے جھوٹ بولنا محال ہے
کہ کسی مسلمان کی طرف ایسے بُرے صفات کی نسبت دیں جن سے اُن پر نفاق کا الزام لگ سکتا
ہو۔ اس لئے یہ مشکل درپیش ہے کہ کس کا اعتبار کیا جاوے حضرت علیؑ کی عصمت پر خدائے صادق کی
گواہی جس سے حضرت عمر پر بہت بڑا الزام لگ رہا ہے یا حضرات اہلسنت کے بیان و اعتقاد کا جس
سے اُن کی بزرگی اور جلالت قدر ثابت ہوتی ہے یہ مسئلہ بیشک بہت مشکل ہے مسلمانوں کو غور
کرنا چاہیئے تاکہ عدل کے ساتھ صراط مستقیم کا پتہ لگے۔ کیونکہ انہیں منافقین کے بارہ میں اوپر گذر چکا
ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کفار سے زیادہ سخت عذاب منافقین کے لئے مہیا کر رکھا ہے (اب پھر انہیں
کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے۔)

ترجمہ آیت ۱۶ ۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید کی پھر نہ اُنکی تجارت
ہی نے کچھ نفع دیا اور نہ اُن لوگوں نے ہدایت ہی پائی۔

تشریح آیت ۱۶ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ یہاں تجارت کا ذکر بطور استعارہ ہے
یعنی مثال ہے مراد یہ ہے کہ اُن کو ہدایت اختیار کرنی تھی اُنھوں نے اختیار کی گمراہی اور آخر کار
ان کو اپنی کرنیوں کا وبال بھگتنا پڑا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ہدایت کی طرف سے ضلالت کیطرف منتقل ہو گئے اور اطاعت
کی طرف سے معصیت کی طرف اور اتحاد کی طرف سے تفرقہ کی طرف اور امن کی جانب سے
خوف کی طرف اور سنت کی طرف سے بدعت کی طرف۔

توضیح آیت ۱۶ ۔ صاحب تفسیر انوار القرآن فرماتے ہیں کہ گذشتہ تفسیروں سے معلوم ہوا
کہ یہ آیتیں نو آدمیوں اور اُن کے مریدوں اور ہمخیالوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔
اور ہمیشگی عذاب اُنہیں کے لئے تجویز ہوئی اور اعادہ کیا گیا ہے کیونکہ اُن لوگوں نے حضرت
علیؑ علیہ السّلام سے بیعت توڑی اور اُن کے حقوق چھینے اور اُن سے عداوت پر اتفاق
کیا پس ان تفسیروں اور حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ عذاب وغیرہ اہلبیت کا دامن
چھوڑنے اور اُن کی امامت کو نہ ماننے کا نتیجہ ہے اور ہر ضرر خاصکر اُخروی ضرر کو دفع کرنا
عقلاً اور شرعاً اور عرفاً واجب ہے اس لئے بارہوں ائمہ اثنا عشر علیہم السّلام کی امامت
کو ماننا عقلاً اور شرعاً اور عرفاً واجب ہوا۔ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی فرمائش جو ظاہری
اور باطنی نقل کی گئی ہیں اُن کا خاص معنی اور مقصود یہی ہے کہ اسلام کے پانچ رکن

طرف سے اسی کو لائے اور نجات کا ذریعہ ہے۔ بقول مصنف صاف بات اور اصل مقصد ایمان اور اسلام کا وہی اقرار میثاق توحید نبوت اور امامت ہے اور یہ مکمل توحید ہے اور عدل ذات وصفات باری تعالیٰ کا اصل ہے اسلئے کہ وہ ظالم نہیں ہے اُسکے عدل کا اقرار ایمان کامل کی دلیل ہے اور روز آخرت پر اعتقاد رکھنا فلاح پانے کی مکمل دلیل ہے اور اسی کو قتادہ نے بھی بیان کر دیا ہے صاحبان اسلام کو خوب غور کرنا چاہیئے کہ ذریعہ نجات یہی ہے اسی تجارت کی طرف ارشاد باری ہے کہ ایسی تجارت ان لوگوں نے کی ہے کہ سوائے نقصان کے کوئی فائدہ ان لوگوں نے نہ اُٹھایا۔ اور یہ ثابت ہے کہ منافقوں نے رسول کی رسالت اور نبوت کو ذلیل سمجھا اور حقیقت کو نہ سمجھا اور اسی طرح علیؑ کی امامت کو اور علیؑ کو ذلیل سمجھا اور حضرت امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ فرمایا خداوند عالم نے جو شخص میرے بندۂ مومن کو ستائے اُسکو چاہیئے کہ مجھ سے جنگ کے لئے تیار رہے دیکھو لآلی الاخبار جلد ۲ باب ۱ صفحہ ۲۹۶۔ اور رسولخداؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے مومن کو ستایا اُس نے مجھے ستایا اُس نے خدا کو ستایا اور جس نے خدا کو ستایا وہ ملعون ہے توریت زبور اور انجیل اور قرآن میں اُسپر خدا اور ملائکہ اور کل لوگوں کی لعنت ہے پس اللہ اکبر ایک مومن کو ستانے والے کا یہ نتیجہ ہے اور جس نے رسول کو اور رسول کی بیٹی کو اور امام کو اور امام کی زوجہ کو ستایا اور حقوق تلف کر لئے اور اُن کو ایذائیں دیں اُن کا کیا حال ہوگا اور بروز حساب وہ کس کا دامن پکڑ کر نجات پائیں گے دیکھو لآلی الاخبار جلد ۳ باب ۲ صفحہ ۲۹۶ پھر رسولخداؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے مومن کو تکلیف پہونچائی چاہے وہ ایک ہی کلمہ ہو بروز قیامت اُس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ رحمت خدا سے دور ہے اور مثل اُس شخص کے ہوگا جس نے خانہ کعبہ ڈھایا ہو اور ہزار فرشتوں کو قتل کیا ہو۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ رسولخداؐ نے فرمایا کہ میں جب معراج پر گیا تو پوچھا کہ خداوندا مومن کا مرتبہ تیرے نزدیک کسقدر ہے ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ میرے دوست کو جس نے ذلیل کیا اُس نے مجھ سے جنگ کی پھر فرماتے ہیں کہ جب میں معراج میں گیا تو مجھپر وحی ہوئی کہ اے محمدؐ جو شخص میرے ولی کو ذلیل کرے وہ مجھسے جنگ پر آمادہ ہوا میں نے پوچھا پروردگارا تیرا ولی کون ہے فرمایا کہ وہ شخص جس سے تم نے اپنی رسالت اور اپنے وصی علیؑ اور تم دونوں کی ذریت کی امامت کا عہد و پیمان لیا ہے۔ دیکھو لآلی الاخبار جلد ۳ باب ۱ صفحہ ۲۹۶ خلاصہ یہ کہ بغیر اقرار امامت آل محمدؐ کے کوئی شخص مومن کامل...

اقرار توحید باری تعالیٰ اور نبوت محمدؐ اور امامت علیؑ۔ اور یہی توحید کامل اور مکمل ایمان ہے اسی کے مطابق وہ حدیث بھی ہے لا الہ الا اللہ پڑھنے سے مسلمان ہوتا ہے لیکن بشرطہا وشروطہا فرمایا امام جعفر صادقؑ نے شرطہا سے مراد نبوت محمدؐ اور شروطہا سے مراد امامت ہے اور اس میں سے ایک میں ہوں۔ چنانچہ انھیں منافقین کی حالت بطور مثال کے خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔

ترجمہ آیت ۱۷۔ اور اس شخص کی مثل تو ایسی ہے کہ اُن لوگوں کی طرح جس نے رات کو بھڑکتی ہوئی آگ روشن کی اور پھر جب آگ نے اُس کے گرداگرد خوب اوجالا کر دیا تو خدا نے اُس کی روشنی لے لی اور اُن کو گھٹا ٹوپ اندھیری میں چھوڑ دیا کہ اب اُنھیں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

ترجمہ آیت ۱۸۔ یہ لوگ بہرے اور گونگے ہیں کہ پھر بھی اپنی گمراہی سے باز نہیں آتے۔

ترجمہ آیت ۱۹۔ یا اُن کی مثل ایسی ہے کہ جیسے آسمان کی تاریکیاں اور گرج اور بجلی ہوں کہ موت کے خوف سے کڑک کے مارے اپنے کانوں میں اُنگلیاں رکھ لیتے ہیں حالانکہ خدا کا عذاب اُن کو یعنی اُن کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

ترجمہ آیت ۲۰۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو چوندھیا دے جب ان کے آگے بجلی چمکی تو اُس روشنی میں چل کھڑے ہوئے اور جب اندھیرا چھا گیا تو ٹھٹک کے کھڑے ہو گئے اگر خدا چاہتا تو یوں بھی اُن سے دیکھنے سننے کی قوتیں چھین لیتا بیشک خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح آیت ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰۔ صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ مثالیں دینے سے مقصود یہ ہے کہ مثال جسقدر دلوں میں اثر کرتی ہے اُس قدر نفس شے کی حالت بیان کرنے سے اثر نہیں کرتا اور مثال سے غرض یہ ہوتی ہے کہ خفی چیز کو جلی سے اور غائب کو حاضر سے تشبیہ دی جائے تو اصل شے کی ماہیت پر پورا وقوف حاصل ہو اور حس اور مشاہدہ مطابق عقل کے ہو جائے اور انتہا درجہ کی وضاحت ہی ہے دیکھو ایمان کی ترغیب دینے کے وقت اُس کی تشبیہ نور سے دی جاتی ہے اور بخوبی اثر ہوتا ہے اسی طرح جب نفرت کفر سے دلائی جاویگی تو اُس کی مثال تاریکی اور اندھیری سے اور ظلمت سے دی جاویگی اور جب کسی کمزوری کی مثال دیجاویگی تو مکڑی کے جالے سے اس قسم کی مثالوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کو منافقوں کی حالت بیان کرنا تھا اس وجہ سے ان مثالوں میں بیان کی ہے۔ یہ اس لئے کہ اس میں کئی لوگ ایسے تھے کہ **اسلام میں داخل ہو گئے تھے**

لیکن پھر منافق ہو گئے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے بارہ میں اتری ہے کہ وہ رسول خدا صلعم کے ظاہر ہونے کے منتظر تھے اور مشرکین عرب پر آپکے نام سے فتح مانگتے اور جب آپ کا ظہور ہوا تو کافر ہو گئے اور ایمان نہ لائے۔ اور انہیں منافقوں کو بہروں اور گونگوں سے اور اندھوں سے مثال دی ہے کہ نہ تو وہ ہدایت کی آواز کو سنتے ہیں اور نہ کتابوں کو دیکھکر اُس پر ایمان لاتے ہیں اور گونگے بنے ہوئے ہیں گویا ایمان پر آتے ہی نہیں۔

اور جناب مولانا مولوی فرمان علی صاحب اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے منافقوں کی دو مثل بیان کی ہے پہلی مثل کی توضیح یہ ہے کہ جناب رسالتمآب صلعم نے نور اسلام عالم میں پھیلایا اور اطراف و جوانب کے لوگ اسلام کے پھریرے کے سایہ میں آگئے اور منافقین باوجود خاص مکہ میں رہنے کے اندھے اور کفر کی تاریکی میں پڑے رہے اور دوسری مثل کی توضیح یہ ہے کہ بارش سے کنایہ ہے اسلام کی طرف کیونکہ جس طرح بارش رحمت خدا ہے اسی طرح اسلام بھی ایک خاص رحمت پروردگار ہے اور چونکہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو کچھ کفار سے اور کچھ مسلمانوں سے جو منافق تھے اذیتیں پہونچی تھیں تو ان زحمتوں کو تاریکی اور گرج اور بجلی سے تشبیہ دی ہے اب منافقین کی یہ حالت تھی کہ جب کسی لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوئی یا کوئی فائدہ پہونچا تو تھوڑی دیر کے لئے منافقین کے دل میں اسلام بھلا معلوم ہوا اُسی کو خدا نے فرمایا ہے کہ جب بجلی چمکی تو چل کھڑے ہوئے یعنی اُن کے جی میں آیا کہ مسلمان ہونا چاہیئے اور اگر کہیں مسلمانوں کو نقصان پہونچا یا لڑائی میں ہار گئے تو منافقین پھر بدگمان ہو گئے اسی کو خدا نے فرمایا ہے کہ جب اندھیرا چھا گیا تو ٹھٹک گئے کھڑے رہ گئے اور پھر خدا نے سچے ایمانداروں کی تسکین کے واسطے فرمایا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو ان سے دیکھنے سننے کی قوتیں سلب کر لیتا مقصود یہ ہے کہ ابتدائے اسلام کے واسطے ان کا نفاق میں رہنا بھی غنیمت ہے کہ دشمنی کھلم کھلا نہ کریں گے۔ اس مقام پر یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ خدا نے شک کے طور پر فرمایا ہے اصل یہ ہے کہ اتقاء کا درجہ عبادت سے بڑھا ہوا ہے اور شک ضرور نہیں کہ متکلم ہی کی طرف سے ہو بلکہ اکثر صرف مخاطب کے امیدوار بنانے کی غرض سے بھی ہوا کرتا ہے جیسے کوئی حاکم کسی معمولی خدمت پر معین کرکے کہے کہ اگر اسکو اچھی طرح انجام دیا تو عجب نہیں کہ تمہاری ترقی ہو جاوے تو وہ ترقی حسن خدمت پر مشروط ہے بعینہ یہی حال یہاں بھی ہے کہ خدا کی عبادت کرو اور درجہ اتقاء پر پہونچنے کے امیدوار رہو اور اگر اس پر بھی تشفی نہ ہو تو لعلکم کا ترجمہ تاکہ کرو چنانچہ ان آیات کا با محاورہ

ترجمہ صاحب انوار القرآن نے اس طرح کیا ہے کہ ان منافقوں کی مثال اُن لوگوں کی سی ہے جنھوں نے آگ جلا دیا ہو پس جب آگ روشن ہوگئی اور اُن کے چاروں طرف اوجالا کر دیا ہو تو خدا نے اُن کی روشنی بجھا دی ہو اور اندھیرے میں اُن کو چھوڑ دیا ہو کہ اب اُن کو کچھ سجھائی نہیں دیتا یہ منافق (دین حق کے بارہ میں) بہرے اور گونگے اور اندھے بنے ہوئے ہیں نہ تو دین کی باتوں کو سننا چاہتے ہیں اور نہ اُن کا جواب دینا چاہتے اور نہ خدا کی نشانیوں اور دینی دلیلوں کو دیکھنا اسلئے اب یہ اپنے فاسد عقیدوں اور باطل مذہب سے نہ پھر ینگے یہ سب اُن منافقوں کی طرح ہیں جن کے سروں پر خوب کالی گھٹا چھا گئی اور برس رہی تھی اور دنیا اندھیری ہوگئی تھی اور بادل گرج رہا تھا اور بجلی چمک رہی تھی اور ان بجلیوں کی ڈر سے لوگ بچنے کے لئے اپنی اُنگلیاں کانوں میں ڈالے ہوئے تھے (اور یہ نہیں سمجھتے تھے کہ) خدا کی قدرت ان کافروں کو چاروں طرف گھیرے ہوئے ہے (اُسکے غضب سے بچ نہیں سکتے) قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی آنکھوں کی بینائیوں کو چوندھیا دے یا فنا کر دے جب بجلی چمکتی تھی تو چلتے تھے اور جب اُن پر تاریکی چھاتی تھی تو ٹھہر جاتے تھے حالانکہ اگر خدا چاہتا تو اُن کے کانوں اور آنکھوں کو بیکار کر دیتا یقیناً خدا ہر چیز پر قادر ہے یعنی پوری قدرت رکھتا ہے۔ تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ایمان کو ظاہر کرنے اور کفر کو چھپانے کی وجہ سے ان منافقوں کی مثال اُن لوگوں کی سی ہوگئی ہے جنھوں نے اندھیری رات میں روشنی کی غرض سے آگ روشن کی اُسکو تاپ کر گرمائے اور اپنے نزدیک کی چیزوں کو دیکھنے لگے اور سانپ اور بچھو وغیرہ کے نقصان سے بچاؤ ابھی ہوگیا کہ اک بیک آگ بجھ گئی اور وہ پھر اُسی تاریکی اور حشرات الارض میں پڑے رہ گئے اور گھبرانے لگے اسی طرح جب ان منافقوں نے ایمان ظاہر کیا تو اُس کی نورانیت سے فائدہ اُٹھانے لگے کہ مسلمانوں میں شادی بیاہ کرنے لگے اُن کے ترکہ سے میراث پانے لگے اور ان کی جانیں اور مال قتل و غارت سے محفوظ ہوگئے لیکن جب مرے تو (عذاب کے خوف میں پڑ گئے) اور عذاب میں مبتلا ہوگئے کلام پروردگار کا یہی مطلب ہے اور دوسری مثال اُن دونوں منافقوں کی سی سمجھو جو مدنی تھے جن کا واقعہ ابن مسعود نے اور بہت سے صحابیوں نے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت رسولخدا صلعم کے پاس سے بھاگے (کھلے میدان میں) اُن پر گھنگور گھٹا چھا گئی دنیا کالی ہوگئی رعد (فرشتہ جو بادلوں پر مقرر ہے) گرجنے لگا بجلی چمکنے لگی تو انھوں نے اس خیال سے کہ بادل کی گرج اور بجلی

چلتے اور جب تھم جاتی تو کچھ سوجھائی نہ دیتا اور رک جاتے جب ان پریشانیوں میں پڑ گئے
تو آپس میں کہنے لگے کہ کاش صبح ہوتی تو ہم لوگ محمدؐ کے پاس چلتے اور اُن کے ہاتھوں پر
بیعت کر لیتے جب صبح ہوئی تو آئے اور دل سے اسلام قبول کیا پس اس آیت میں خداوند
تعالیٰ نے ان منافقوں کو اُنہیں کا مشابہ قرار دیا ہے اور انہیں کے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے
کہ جب یہ منافقین رسولخدا کی خدمت میں آتے ہیں تو اس ڈر سے کان میں انگلی رکھتے ہیں کہ
اُن کی بُرائی میں اگر کوئی آیت نازل ہو تو نہ سنیں اور جب ان کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے
یعنی محتاجی اور فقر کی بلاؤں میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ سب محمدؐ کے دین کی نحوست
اور اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے ہیں جس طرح وہ دونوں تاریکی میں رک جاتے ہیں اور خدا ان کے
دل کی باتوں کو جانتا ہے اُس سے اپنے رسول کو آگاہ کرتا ہے اور یا یہ کہ خدا اُن کو ہلاک
کریگا اور بعض علماء نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ جب یہ ظاہری ایمان لائے تو ایمان انکے لئے
نور قرار پایا اور مرنے کے بعد اپنے باطنی کفر کی وجہ سے عذاب کی تاریکی میں پڑ گئے۔

توضیح آیت ۱۷ سے ۲۰ تک) پروردگار عالم کا اصل مقصود ان مثالوں سے یہ ہے کہ حضرت
علیؑ سے بیعت کرکے بیعت توڑنے والے منافقوں کی حالت اُس شخص کی سی ہے جس نے
آگ روشن کی اور اپنے پاس کی چیزوں کو دیکھنے اور تکلیف پہونچانے والی چیزوں سے
بچنے لگا اور فائدہ اٹھانے لگا کہ ہوا اور پانی سے بجھ گئی اور پھر اندھیری میں پڑ گیا اسی طرح
بیعت توڑنے والے بھی اپنے ظاہری اقرار امامت اور وصایت حضرت علیؑ سے دین حق
اور ہدایت کو دیکھنے لگے اور اسلامی احکام ان پر جاری ہونے لگے جان و مال ان کا
محفوظ ہو گیا اور ترکہ اور میراث اور مال غنیمت پانے لگے لیکن مرنے کے بعد کفر کی تاریکی میں
پڑ گئے جس سے کسی طرح نکل ہی نہیں سکتے چونکہ حضرت علیؑ سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے آپ کے
حقوق کو پہچانا اور خالص نیت سے اُن کی اطاعت اور فرماں برداری کرنی نہیں چاہی اس لئے
خدا تعالیٰ نے اُن کی امانت اور مدد بیکار سمجھی اور یہ اسکی وجہ سے اپنے اصلی حالت پر ہو گئے اور
اپنی باطنی خباثت کی وجہ سے اور حضرت علیؑ کی عداوت کی وجہ سے حضرت علیؑ کے حقوق کے
بارہ میں بہرے اور گونگے ہو گئے چنانچہ بسند صحیح حضرت امام موسیٰ کاظم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے
وہ منافق مقصود ہیں جن سے خداوند عالم نے بروز غدیر حضرت علیؑ کی وصایت اور امامت پر

ان پر احکام اسلام کے مطابق ترکہ اور میراث اور غنیمت جائز ہوگئے اس وجہ سے ظاہرا رسولخدا کی اطاعت اور حضرت علیؑ سے محبت کرنے لگے لیکن جب مرے توان کو عذاب نے آگھیرا ان کے نفاق کی وجہ سے خلاصہ یہ کہ یہ تمام صفات جو کچھ کہ ان آیات میں بیان ہوئے ہیں وہ منافقین کے ہیں اور منافق وہی ہے کہ جس نے امامت سے انکار کیا ہے چنانچہ اس کے ثبوت میں صرف دو اسناد ضرورتاً اس جگہ لکھے جاتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوگا کہ رسولخداؐ سے اور علیؑ سے کسقدر مسلمانوں کو دشمنی تھی اور امامت علیؑ کسقدر ناگوار تھی دیکھو شرح اربعین صـ۹۶ مصنفہ علاّمہ ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ کتاب شیعہ اور کامل ابن اثیر جلد ۳ صـ۲۴ و ۲۵ و تاریخ طبری صـ۲۷۶ روایت کرتے ہیں کہ واقعہ غدیر کے بعد جن صحابہ کو حضرت علیؑ کی جانشینی ناگوار ہوئی اُن میں سے مفصلہ ذیل چودہ صحابہ نے باہم اتفاق کرکے ہرشہ پہاڑ کی چوٹی سے گرا دینے کے لئے کھالوں میں سنگریزے بھر کر حضرتؐ کے ناقہ کے پاؤں کی طرف لنڈھکایا خدا نے حضرت کی حفاظت کی پھر ان لوگوں نے مدینہ پہونچکر ایک عہدنامہ اس مضمون کا لکھا کہ خاندان رسول میں امامت اور خلافت کو نہ جانے دینا چاہیئے یہ عہدنامہ حضرت عمر کے گھر میں لکھا گیا اور سعید بن عاص نے لکھا اور اُن کے امین الامت ابو عبیدہ جراح کے پاس رکھا گیا خدا، تعالیٰ نے اُس کی خبر اپنے رسول کو دی آپنے بطور طعن کے فرمایا کہ آج تم امین امت بن گئے اور فرمایا کہ جس طرح کفار قریش نے ہم لوگوں کے بارہ میں صحیفہ لکھکر خانہ کعبہ میں لٹکایا تھا اُسی طرح آج بھی ایک جماعت نے ہم لوگوں کے بارہ میں ایک صحیفہ لکھا ہے اور خدا اُن کو مہلت دیگا تاکہ اُن کا اور اُن کے بعد والوں کا امتحان ہوجائے اور اچھے بُرے پہچان لئے جائیں اگر خدا مجکو چشم پوشی کا حکم نہ دیتا تو میں ان سب کو قتل کر دیتا یہ سنکر اُن کے بدنوں پر لرزہ پڑ گیا جن لوگوں نے صحیفہ لکھا تھا اون میں اول و دوم و سوم تین مشہور سردار تھے ۴ طلحہ ۵ عبدالرحمن بن عوف ۶ سعد بن ابی وقاص ۷ ابو عبیدہ جراح امین الامت ۸ امیر شام حضرت معاویہ ۹ عمرو بن عاص ۱۰ ابو موسیٰ اشعری ۱۱ مغیرہ بن شعبہ ۱۲ اوس بن حدثان ۱۳ ابو ہریرہ ۱۴ ابو طلحہ انصاری۔ اور ان کے علاوہ چار ہزار صحابہ نے اس پر گواہی لکھی تھی اور دیکھو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صـ۱۰ چھاپہ مصر۔ محمد بن ابا بکر نے معاویہ کو ملامت کا خط لکھا تو اُنہوں نے جواب لکھا کہ رسول خدا کے بعد تمہارے باپ نے اور اُن کے فاروق نے (عمر) علیؑ کا حق چھینا اور اُن کو بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا کردیا اور امر عظیم (قتل) کا ارادہ کیا پس جس امر میں ہم لوگ ہیں اگر وہ اچھا نہیں ہے تو پہلے تیرے

نقل عہدنامہ و ارادہ قتل رسولخدا صلعم

باپ ہی نے قدم جمایا اور ہملوگ اُن کے شریک رہے اب تم کو اختیار ہے کہ اپنے باپ پر عیب لگاؤ یا چپ رہو۔ بحوالہ مروج الذہب برحاشیہ کامل جلد ۶ حال معاویہ وکتاب فضائل باہرہ فی مجالس مصر وقاہرہ مصنفہ ابن حجر عسقلانی وشرح ابن ابی الحدید جزو آخر صفحہ ۱۶۲ اور امام اہلسنت ابن اثیر لکھتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر اور معاویہ کے خط وکتابت کو لکھنا پسند نہیں کرتا کیونکہ عوام الناس اُس کو برداشت نہ کرسکیں گے تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۳۰۔ اور امام اہلسنت بلاذری اپنی کتاب تاریخ بلاذری میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عبداللہ بن عمر نے یزید کو ملامت کا خط لکھا تو اُس نے جواب دیا کہ یہ فعل میرا تمھارے باپ کی پیروی میں تھا درحقیقت حسینؑ کو تمھارے باپ نے سقیفہ ہی میں قتل کردیا تھا۔ تاریخ بلاذری دیکھو صحیح مسلم کتاب الجہاد باب مایصرف تاریخ طبری بحث سقیفہ اور شرح ابن ابی الحدید جزو ۶ صفحہ ۲۹۳۔ اسکے علاوہ اس خط کی نقل میرے پاس خود موجود ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب چشتی قادری نے اپنے رسالہ عذاب الباری مطبوعہ حیدرآباد دکن میں لکھا ہے درحقیقت بہت سخت ہے کوئی مسلمان اُس کو پڑھ کر تاب نہیں لاسکتا اس لئے میں نے بھی پیشرو کی تائید کی اور اس کتاب میں جمع کرنے سے قاصر رہا۔ بہر حال یہ تمام خرابیاں صرف ایک امامت کے انکار سے ہوئیں اور یہ تمام برہمی اور یہ تمام تفرقے محض انکار امامت ہی کی وجہ سے ثابت ہو رہے ہیں اور اس وجہ سے کہ روز میثاق توحید نبوت اور امامت کا اقرار کرکے میثاق لے چکے تھے لیکن اُس اپنے اقرار کو بھول کر امامت سے کنارہ کش ہوئے۔ اب اُنھیں کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو رہا ہے۔

ترجمہ آیت ۲۱ ۔اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمکو اور اُن لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا ہے عجب نہیں کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

ترجمہ آیت ۲۲ ۔جس نے تمھارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی برسایا پھر اُس نے تمھارے کھانے کے لئے بعض پھل پیدا کئے پس کسی کو خدا کا ہمسر نہ بناؤ حالانکہ تم خوب جانتے ہو۔

تشریح آیت ۲۱ و آیت ۲۲ ۔صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ اس مقام پر یہ شبہ پیدا ہونا چاہیئے کہ خدا نے شک کے طور پر فرمایا ہے کہ شاید تم پرہیزگار بن جاؤ اصل یہ ہے کہ اتقا کا درجہ عبادت سے بڑھا ہوا ہے اور شک ضرور نہیں کہ متکلم ہی کی طرف سے ہو بلکہ صرف اکثر مخاطب کی طرف سے ہو امیدوار بنانے کی غرض ...

[illegible]

بہرحال یہی بات یہاں بھی ہے کہ خدا کی عبادت کر کے درجۂ انقاد پر پہونچو اور عبادت کرو تو اُسی کی کرو جس نے تمہارے ساتھ یہ احسانات کئے ہیں کہ آسمان و زمین بنایا اور پھر آسمان سے پانی برسایا اور طرح طرح کے پھل اور میوے پیدا کئے پس سوائے خدا کے کسی دوسرے کو شریک نہ بناؤ کیونکہ کسی دوسرے میں یہ قدرت نہیں ہے کہ ایسا کر سکے اور اس بارہ میں اختلاف ہے کہ یہ آیت کس کے حق میں نازل ہوئی آیا کفار و منافقین کے لئے نازل ہوئی ہیں یا مومنین کے لئے۔ چنانچہ ملا محسن علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خداوند عالم مکلف یعنی قابل اُن کے خیالات اور اعمال کو ذکر کرنے کے بعد (تینوں) فرقوں مومنین اور کفار منافقین خدا کے وجود ہی کو نہیں مانتے ان آیتوں میں خود اُن سے کلام کر رہا ہے اور صاحب تفسیر انوار القرآن لکھتے ہیں کہ چونکہ کفار اور منافقین خدا کے وجود ہی کو نہیں مانتے اس لئے ہم کلامی کی شرافت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور نہ عبادتوں کی عظمت ہی اُن کی نگاہوں میں ثابت ہو سکتی ہے علاوہ اس کے مومنین سے عبادت کی اور معرفت کی دونوں ہی کی خواہش کرنی تحصیل حاصل ہے ان آیات کا آخر حصہ بتا رہا ہے کہ یہ خطاب صرف کفار اور منافقین سے ہے جو بتوں کی خدائی کے دل سے معتقد تھے اس لئے مناسب ہے کہ ان مضامین کو کفار و منافقین ہی کے ساتھ خاص سمجھا جائے اور ان فرمائشوں کی توجیہ میں یہ کہا جائے کہ وہ اپنی نعمتوں اور احسانوں کو ذکر کر کے منافقوں پر حجت تمام کرنا چاہتا ہے اور بعوض اس کے کہ معرفت اور عبادت کی فرمائش کا حکم حضرت رسول صلی اللہ علیہ کو دے خود خطاب کر کے اتمام حجت اور قطع عذر عدم تبلیغ کو اعلیٰ پیمانہ پر پہونچاتا ہے یا ممکن ہے دونوں معانی مقصود ہوں کیونکہ مطابق فرمائش قرآن مقدس جامع الکلم ہے یعنی تھوڑے الفاظ سے بہت معنی پیدا کرتا ہے خواہ وہ معنی ظاہری ہوں یا باطنی ہوں۔

توضیح آیت ۲۱ و آیت ۲۲ ۔ واضح ہو کہ اے لوگو میں کفار اور مومنین دونوں مخاطب ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ اے لوگو سے کفار اور مومنین دونوں مقصود ہیں بس اس پورے بیان کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ مکی مسلمانوں کی (بیعت غدیری توڑنے کے سبب انکے) کے ایمان کی قیمت خدا کی نگاہ میں ایسی تھی کہ اُس نے بمقابلہ مدنی مسلمانوں کے ان لوگوں کو کفار کا شریک کیا اور ایک لفظ سے دونوں ہی سے خطاب کیا ہے اور اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہیں کہا

[illegible]

فرمایا کہ ناس سے مراد فلاں و فلاں کے دوست ہیں جنھوں نے ان کو اپنا پیشوا بنایا اور اُس امام کو چھوڑ دیا جنکو خدا نے لوگوں کا پیشوا بنایا ہے پس ایذا دینے سے وہی مقصود ہیں جنکی پیروی بقول ابن مسعود خدا کی مخالفت دیکھو مقدمہ مرآۃ الانوار صفحہ ۴۹ اور مولانا کرحکی علیہ الرحمہ اور مولانا ابوالحسن شریف وغیرہ نے لکھا ہے بہرحال نتیجہ کلام یہ ہے کہ ابن مسعود صحابی جلیل القدر نے جس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں لفظ اللہ سے ائمہ معصومین ائمہ برحق مراد ہیں اور انداد سے ائمہ اجماعی و خلفائے جور دیکھو کنز الفوائد فصل معرفت اسمار خدا صفحہ ۲ چھاپہ ایران پس خلاصہ یہ کہ آیت کے مخاطب مومن اور منافق سب ہی ہو سکتے ہیں اور اس خطاب اے لوگو سے مراد سب ہی ہے پس واضح ہو کہ یہ تمام احسانات خدائیتعالیٰ کے محمدؐ و آل محمدؐ پر ہیں یعنی خدائیتعالیٰ نے آسمان زمین اور ذرہ ذرہ جو کچھ بنایا ہے اُنکی خاطر سے اور اُن کیلئے بنایا ہے دیکھو معادن الجواہر اور مروج الذہب خلقت محمدیہ اور اُن کا احسان دنیا کے اوپر ہے کہ اُن کے صدقہ میں اور انکے فیض سے مخلوق خدا ہر چیز سے نفع اُٹھا رہی ہے۔ چونکہ منافقین امامت ائمہ برحق کے مخالف ہو رہے ہیں خدائیتعالیٰ اُن سے فرماتا ہے کہ عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو اور تمھارے پہلے والوں کو پیدا کیا ہے اور عبادت خدا یہی ہے کہ توحید نبوت اور امامت کی تصدیق کرے۔ پس اس عبادت سے ممکن ہے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ اور پھر فرماتا ہے کہ یہ سب چیزیں تمھاری ضرورت کی پیدا کر دی ہیں پس کسی کو محمدؐ و آل محمدؐ کا ہمسر نہ بناؤ یعنی کسی دوسرے کو اپنا پیشوا نہ بناؤ حالانکہ تم خوب جانتے ہو۔

اور لفظ الٰہ سے مراد ائمہ برحق کی بہت سے آیتوں میں لئے گئے ہیں اور ائمہ ضلالت سے پارہ ۱۸ سورہ مومنون آیت ۹۱ و پارہ ۹ سورۂ اعراف آیت ۱۲۷ و پارہ ۱۹ سورہ فرقان آیت ۴۲ اور اس کے مطابق احادیث بھی موجود ہیں بطور نمونہ چند حدیثیں اسی سلسلہ میں پیش کر چکا ہوں۔ اب اسی کو خدائیتعالیٰ آیت موجودہ میں تاکیداً بیان فرما رہا ہے۔

ترجمہ آیت ۲۳ - اور اگر تم لوگ اس کلام میں شک کرتے ہو جو ہمنے اپنے بندہ (محمدؐ پر) نازل کیا ہے پس اگر تم سچے ہو تو تم ایسا ایک ہی سورہ بنا کر لاؤ اور خدا کے سوا جو تمھارے مددگار ہوں اُن کو بھی لاؤ۔

ترجمہ آیت ۲۴ - بس اگر تم یہ نہیں کر سکتے ہو اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اُس آگ سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

(دوسرا ترجمہ - ان دونوں آیات کا) ...

افتاری ہے اور تم محمدؐ پر بنانے کی تہمت لگاتے ہو تو اے (کافرو اور منافقو ایسا ہی ایک سورہ بنا کر لاؤ اور اگر تم اس دعوئی میں سچے ہو تو میرے سوا جن لوگوں کو مددگار سمجھتے ہو انھیں بھی لاؤ اور اگر ایسا نہ کر و اور ہرگز نہ کر سکو گے تو اُس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے انوار القرآن)

تشریح آیت ۲۴ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی بڑی اور محکم دلیلیں اثبات صانع پر قائم کئے اور شرک کو باطل کیا تو اُس کے بعد دلائل نبوت بیان فرمائے ہیں چونکہ محمدؐ کی نبوت کی بنا قرآن مجید کے معجزہ ہونے پر ہے اس لئے اُس کے معجزہ ہونے کی دلیل بیان فرمادی اور صاحب تفسیر انوار القرآن فرماتے ہیں کہ خلاصہ مطلب اس کا یہ ہے کہ مقصود خدا یہ ہے کہ جو کتاب محمدؐ تمھارے پاس لائے ہیں اگر اُس میں شک ہے تو ایسا ہی ایک سورہ تم بھی بنا کر لاؤ۔

الہامی نوٹ ۵ آیت ۲۴) اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا سے مراد حکم تقرر امامت و وصایت علیؑ ہے۔

توضیح آیت ۲۴ ۔ واضح ہو کہ آیہ کریمہ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا کا اصل مفہوم اس طرح ہو سکتا ہے نہیں بلکہ ہے کہ اے لوگو تم لوگ امامت و وصایت علیؑ کے بارہ میں شک کرتے ہو جو کچھ محمدؐ اس بارہ میں تم سے سب بیان کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں اور اُس کو تم لوگ نہیں مانتے حالانکہ یہ حکم ہمنے خود اپنے بندہ محمدؐ پر نازل کیا ہے جس کے بارہ میں تم لوگ شک میں پڑے ہو کہ محمدؐ نے علیؑ کے بارہ میں جو حکم دیا ہے وہ محمدؐ کا خود ساختہ ہے تو تم بھی ایسا ہی ایک سورہ بنا کر لا دکھا لانکہ تم ہرگز ایسا نہ کر سکو گے اور اگر ایسا نہ بنا سکو تو جو کچھ محمدؐ تم کو حکم دیتے ہیں امامت و وصایت علیؑ کا اقرار کر لو ورنہ اس کفر و منافقت کے بدلے تمھارے واسطے وہ آگ تیار ہے جس کا ایندھن پتھر اور آدمی ہوں گے اس کے بارہ میں مفسرین کا قول ہے کہ وہ پتھر ایندھن ہوں گے جن کے بُت بنا کر کفار پوجا کرتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں اس لئے کہ بت بنانا فعل کفار اور مشرکین کا ہے اُن کے فعل کی سزا پتھر کو کیوں دی جاوے خدا تعالیٰ ہرگز ظالم نہیں بلکہ عادل ہے۔ بلکہ پتھر خود اپنے فعل کفر سے دوزخ کا ایندھن بنیں گے دیکھئے اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ بروز میثاق جس طرح انسان اور ملائکہ اور اجنّا اور تمام ذی روح کی روحوں سے میثاق لیا گیا اسی طرح حجر شجر ذرہ ذرہ

ہوتے ہیں اور وہ جنت میں ہوں گے اور جن پتھروں نے انکار کیا وہی بتوں کے بننے کے کام آتے ہیں اور نجس مقامات میں صرف ہوتے ہیں اور وہی دوزخ کے ایندھن بنیں گے پس آیت بالا کی تائید میں صاحب تفسیر مجمع البیان اپنی تفسیر جلد ۱ صـ۲۶ و صـ۲۷ میں لکھتے ہیں کہ بسند صحیح حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے ان آیتوں کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ جن کافروں نے نبوت محمدؐیہ سے اور جن منافقین نے اور ناصبیوں نے امامت و ولایت حضرت علیؑ سے انکار کیا ہے اُن آیتوں کو سرورِ عالم نے اُن کفار اور منافقین سے بیان کیا تھا تو وہ لگے اس میں شک کرنے کہ محمدؐ نے اپنی طرف سے جوڑ کر بیان کر دیا ہے اسی کو خدائیتعالیٰ نے کفار اور منافقین کے اوپر سخت عتاب میں فرمایا ہے کہ جو کچھ ہمنے اپنے بندے محمدؐ پر احکام بہ نسبت ولایت و امامت علیؑ کے بارہ میں سورہ نازل کر دیا ہے اُس کو تم کہتے ہو کہ یہ سورہ محمدؐ اپنی طرف سے بنا کر لائے ہیں تو اس انکار نبوت اور امامت پر تمہارے واسطے ہمنے وہ آگ مہیا کر رکھی ہے جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہونگے۔ پس اصح ہو کہ خطاب اس آیت میں منکرین نبوت اور منکرین امامت اور ولایت حضرت علیؑ سے ہے اب اون کی صفت اور حالات خدائیتعالیٰ بیان فرماتا ہے جو ایمان لائے ہیں یعنی ایمان کامل اقرار توحید باری تعالیٰ اور نبوت محمدؐ مصطفےٰ اور امامت علیؑ مرتضیٰ جس پر میثاق لیا گیا ہے صاحب تفسیر انوار القرآن تحریر فرماتے ہیں کہ (منکرین امامت سے بھی سورہ طلب کیا گیا ہے) اب ارشاد رب العزت مومنین سے ہوتا ہے۔

ترجمہ آیت ۲۵ ۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے (اے رسول) اون کو خوشخبری دیدو کہ اُن کے لئے بہشت کے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جب اُنھیں اُون باغات کا میوہ کھانے کو ملیگا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم پہلے کھا چکے ہیں اُنھیں سے تو ملتی جلتی صورت اور رنگ کے میوے ملا کریں گے اور بہشت میں اُن کے لئے (یعنی مومنین کے لئے) صاف و ستھری بیبیاں ہونگی اور یہ لوگ اُس میں رہیں گے۔

مومنین کو خوشخبری مومنین دو باتوں جو توحید نبوت اور امامت

تشریح آیت ۲۵ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ سبحانہ تعالیٰ توحید اور نبوت کو بیان کر چکا تو قیامت کے بیان کو شروع کیا کافر کو عذاب اور فرماں بردار کو ثواب ملیگا اس کو بیان کیا مالک الملک خدائیتعالیٰ کی عادت ہے کہ جب کوئی وعید والی آیت نازل کرتا ہے تو اُس کے وعدے کو بھی ضرور ذکر کرتا ہے اور ایمان صحیح رکھنے کے لئے حشر و نشر یعنی قیامت کا عقیدہ ضرور رکھنا چاہئے

عدل۔ نبوت۔ امامت اور قیامت پر اعتقاد کیا ہے اور اچھے اعمال کو جو اُن کے اور میرے درمیان کے ہیں انجام دیا ہے اُن کو خوشخبری دیدو کہ اُن کے لئے بہشت میں باغ ہیں وغیرہ وغیرہ اور تفسیر باطنی میں لکھتے ہیں کہ مومن (یعنی صاحبان ایمان) وہی ہیں جو توحید نبوت اور امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں یعنی شیعہ ہیں اور مسلم صاحب اسلام ہیں جو دوسرے مسلمان ہیں پس یہ بشارت اُنہیں مومنین کے لئے ہے اور تفسیر صافی جلد ا صفحہ ۲۱ چھاپہ ایران میں اس آیت کی تفسیر یوں ہے یعنی جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور دعوائے نبوت میں تم کو سچا سمجھا اور تمکو اپنا پیشوا سمجھا اور تمھاری باتوں کو مانا اور تمھارے کاموں کو درست اور صحیح کیا اور تمھارے بھائی علیؑ کو تمھارے بعد کے لئے اپنا امام اور پیشوا سمجھا اور اُن کے حکموں پر عمل کیا اور باقی گیارہ ائمہ برحق کی پیروی کی جو کہ سب کے سب اُنکی اولاد سے ہونگے اور حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ یہ خوشخبری ہمارے شیعوں کے لئے ہے اور ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ اور حضرت حمزہؓ اور جعفرؓ اور ابو عبیدہ بن حارثہ بن عبد المطلبؓ کے حق میں نازل ہوئی۔

توضیح آیت ۲۵۔ خدائیتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے رسول جو لوگ ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کئے اُن کے لئے جنت ہے واضح ہو اسلام کی بنیاد صرف اقرار توحید و نبوت ہے اور شروع اسلام کا حکم ہے اور مومنین یعنی ایمان والوں کی بنیاد تین چیزوں پر ہے توحید نبوت اور امامت پر اعتقاد رکھنا اور اسی اعتقاد کے ساتھ نماز روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ کا ادا کرنا اعمال صالحہ ہے پس وہ مومنین جو اس اعتقاد کے ساتھ عمل صالح کرتے ہیں اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور یہ اعتقاد اُسی اقرار میثاق کے مطابق ہے۔ واضح ہو کہ ارشادات باری واضح کر رہے ہیں کہ سب سے پہلے خدا نے سب کو مسلمان بننے کا حکم دیا ہے اُسکے بعد اسلام میں کئی درجے قائم کئے ہیں یعنی مومن منافق مرتد مشرک اور مضل یعنی گمراہ۔ پس معلوم ہوا کہ مسلمان تو سب ہیں ضرور اب جس درجہ کا مسلمان بنے اُس کی جزا ملیگی۔ اور اسی حکم کے مطابق خدائیتعالیٰ نے اسی قرآن میں لکھدیا ہے اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اطاعت کرو اولی الامر کی یعنی اطاعت امام اطاعت رسول ہے اور اطاعت رسول اطاعت خدا ہے اور اسی کی تائید حدیث رسول حدیث ثقلین سے ہوتی ہے۔

ترجمہ آیت ۲۶۔ بیشک خدا مچھر یا اُس سے بھی بڑھکر (حقیر چیز) کی کوئی مثل بیان کرنے میں نہیں جھجکتا

اور اُن کے پروردگار کی طرف سے ہے وہ لوگ جو کافر ہیں وہ بول اٹھتے ہیں کہ خدا کا اس مثل سے کیا مطلب ہے یہ ایسی مثل ہے کہ خدا بہتیروں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور ایسی ہی مثل سے بہتیروں کو ہدایت کرتا ہے مگر گمراہی میں چھوڑتا بھی ہے تو اونھیں کو

ترجمہ آیت ۲۸ - جو لوگ خدا کے عہد و پیمان مضبوط ہو جانے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن کا خدا نے حکم دیا ہے اُن کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔

تشریح آیت ۲۶ و آیت ۲۷ و آیت ۲۸ - صاحب تفسیر کبیر کہتے ہیں کہ جب خدا معجزوں کو استعاروں میں اور مثالوں میں بیان کرتا ہے تو کفار نے ایک اور شبہ وارد کیا کہ اس کا جواب ہے کہ مکھیوں اور چونٹیوں اور مکڑیوں سے مثالیں دی ہیں اور یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ ان چیزوں کے حقیر ہونے کی وجہ سے وضاحت قرآن میں قدح نہیں کرتا جبکہ اُن کے ذکر میں خدا کی پوری حکمت ہے پس جبکہ خدا نے توحید نبوت بیان کر دی اور پھر آخرت یعنی روز حساب کے معاملات کو بھی سمجھا دیا کہ عمل صالح کا بدلہ جنت ہے ورنہ ماسوائے دوزخ کے کوئی چارہ نہیں اور جو شخص ان چھوٹی چھوٹی مثالوں کو سنکر یقین نہیں لاتے وہ گمراہ ہیں اور گمراہی میں پڑے رہ جاتے ہیں اور خدا بھی اُن کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور صاحب تفسیر حسینی لکھتے ہیں کہ یہ عہد و پیمان وہ ہے کہ جو درمیان توریت و بنی اسرائیل باندھا گیا ہے رسول خدا کی متابعت کے لئے اور یہ یہود جھوٹے ہیں اور یا یہ عہد عہد روز میثاق ہے اور صاحب تفسیر کبیر نے خاموشی اختیار کیا ہے بعض اور مفسرین نے بھی اس عہد کو عہد میثاق ہی لکھا ہے اور صاحب تفسیر انوار القرآن لکھتے ہیں کہ چھوٹی چیزوں کو مثال قرار دینے میں بندوں کے لئے اگر بھلائی اور مصلحت ہو تو ان کی ذلت کی وجہ سے خدا تعالیٰ اُن کو مثال قرار دینے سے باز نہیں آتا (اور مشرکوں اور منافقوں کے طعن کرنے سے نہیں ڈرتا شرم و حیا کے قابل وہ چیزیں ہیں جو خود بُری اور اختیار کرنے والوں کے لئے عیب ہوں اور چھوٹی چیزوں کو مثال میں ذکر کرنا قبیح اور معیوب نہیں پس جن لوگوں نے محمدؐ کی اور قرآن کی تصدیق کی اور اسلام کو قبول کیا وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال جو پروردگار کی طرف سے درست ہے اس جملہ میں خدا نے اُن کی تعریف کی ہے اور کفار کے طریقہ استدلال سے منہ موڑ گئے اور مذہب حق سے انکار کرکے کہتے ہیں کہ اس مثل سے خدا نے کیا چاہا ہے

عہد سے کیا مراد ہے

عہد سے مقصود عہد میثاق ہے اور خدا کے حکم کو قطع کرنے سے مراد حکم ...

ایک جماعت گمراہ ہوگی اور ایک جماعت ہدایت پائیگی۔ پس خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس مثل کے جھٹلانے والے کافر اور تصدیق کرنے والے مومن ہوں گے اور اس کے جھٹلانے کی وجہ سے کفار گمراہ اور مومن ہدایت یافتہ ہونگے اس وجہ سے خدا نے اس ہدایت اور گمراہی کو اپنی طرف نسبت دی ہے اور قتادہ کہتے ہیں کہ لفظ فاسقین سے مراد منافق ہیں جنھوں نے پہلے خدا سے اقرار کیا پھر اس وعدہ کو توڑا اور پورا نہ کیا اور کہتے ہیں کہ اس عہد کے توڑنے سے ڈرو کیونکہ خدا اس کے توڑنے کو پسند نہیں کرتا۔

توضیح آیت ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ - مولانا محمد باقر مجلسیؒ نے بحار جلد ۷ صفحہ ۲۲ میں ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کی حدیث ۲ میں صاف ذکر کیا گیا ہے کہ بعوضہ سے حضرت علیؑ اور ما فوق سے مراد سرور عالم علیہ السّلام اور مقصود حضرت کا یہ ہے کہ محمدؐ اور علیؑ اگرچہ بزرگ ہیں تمام مخلوقات سے لیکن خدا کی بزرگی کے مقابل میں انکی مثال مکھی اور مچھر سے کی ہے اس لئے کہ تم لوگ ان کو کسی چیز میں خدا کے برابر نہ سمجھو اور اس آیت کی ضمیر میں اِنَّہٗ کی ضمیر سے حضرت علیؑ مقصود ہیں جن کی امامت کے لئے سرور عالم نے لوگوں سے عہد و پیمان لیا پس واضح ہو کہ عہد سے مراد عہد میثاق ہے کہ عہد و پیمان کے بعد توڑ دیا اور جن کا حکم خدا نے دیا اوسے قطع کر دیتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا کے رسول نے حکم خدا سے علیؑ کی وصایت اور امامت کا حکم سنا دیا اور لوگ اُس کو قطع کر رہے ہیں اور امامت کے خلاف ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں کہ یہ مثالیں برحق ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس نے روز الست عہد کر کے اور بعثت کے وقت بھی رسالت اور نبوت پر ایمان لا کر اور پھر اُن کی اطاعت سے منھ موڑ لیا کہ بروز غدیر اُن کے حکم سے امامت علیؑ پر بیعت کر کے اور پھر توڑ دیا اور خدا کے حکم کو قطع کر دیا بس یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔

ترجمہ آیت ۲۹ - کیونکر تم خدا کا انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم (ماؤں کے پیٹ میں) بیجان تھے تو اُس نے تمکو زندہ کیا پھر وہی تم کو مار ڈالے گا پھر وہی تم کو دوبارہ زندہ کریگا اور پھر اُسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

ترجمہ آیت ۳۰ - وہی تو خدا ہے جس نے تمھارے لئے زمین کی کل چیزیں پیدا کیں پھر آسمان

کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان ہموار بنا دیئے اور خدا ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

تشریح آیت نمبر ۲۹ و نمبر ۳۰ - صاحب تفسیر انوار القرآن یوں ترجمہ کرتے ہیں (اے کافرو اور یہودیو) خدا کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو (اُس کے حکم کی مخالفت کرتے ہو) حالانکہ (اُس نے تمکو بڑی نعمت دی کہ) تمکو (باپوں کے صلبوں سے اور ماؤں کے رحموں سے) جبکہ تم بالکل بیجان تھے اُس نے تمکو زندہ کیا (یعنی پیدا کیا) پھر تمکو ماریگا (پھر سوال وجواب کے لئے قبروں میں) زندہ کریگا اور پھر بے جان کرنے کے بعد حساب وکتاب کے لئے اور عذاب وثواب کے لئے قیامت کے دن زندہ کرکے اُس کی طرف پلٹائے جاؤگے وہی محسن اور منعم ہے) جس نے تمہارے فائدے کے لئے زمین کی کل چیزیں بنائیں یعنی پیدا کیں پھر آسمان کو پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان مضبوط اور درست پیدا کئے اور تمہارے فائدے کے لئے (اُس میں آفتاب ماہتاب اور ستارے وغیرہ پیدا کر دیئے وہ تمہارے فائدے کی چیزوں کو جانتا ہے۔ اور صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے توحید نبوت (امامت کو چھوڑ دیا باوجودیکہ امامت کے بارہ میں سب سے زیادہ آیات موجود ہیں۔ مصنف) اور معاد بیان کیا تو اُن کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا ذکر کیا جو کہ ہر مکلفین پر عام تھیں اور وہ نعمتیں چار ہیں سب سے بڑی نعمت زندہ کرنا ہے بالاتفاق یہی مراد ہے کہ تم مٹی یا نطفہ سے تھے اس لئے کہ آدمؑ کی ابتدائی خلقت مٹی سے ہوئی اور باقی تمام اولاد آدمؑ کی پیدائش سوائے عیسیٰ علیہ السّلام کے نطفہ سے ہوئی ہے حسن بصری کا قول ہے کہ اس سے عام لوگ مراد ہیں ورنہ بعض لوگوں کی تین تین مرتبہ موت واقع ہوئی ہے مثلاً حضرت ایوبؑ کے قصہ میں ہے کہ ان سب لوگوں کی روحیں قبض کرلی گئی تھیں لیکن پھر زندہ کئے گئے۔ اور صاحب تفسیر حسینی لکھتے ہیں کہ چونکہ کافر رسولخدا ص سے دشمنی رکھتے تھے حالانکہ اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ کی برادری کی وجہ سے سب ایک ہی تھے۔ اور یہی گروہ فساد کرتا پھرتا تھا۔

الہامی نوٹ نمبر ۶ - آیت نمبر ۲۹ و نمبر ۳۰ - اس آیت میں خدا تعالیٰ نے رجعت کی خبر دی ہے۔

توضیح آیت نمبر ۲۹ و نمبر ۳۰ - خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے منافقو تم خدا کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ جب تم ماؤں کے رحم میں کچھ نہ تھے تو ہم نے تمکو ماؤں کے پیٹ سے پیدا کیا اور مار ڈالے جاؤگے اور پھر وہی تمکو زندہ کریگا وقت ظہور امام عصر اور پھر اُسی کی طرف پلٹائے جاؤگے یعنی قیامت آئیگی اور خداوند عالم قبروں سے اٹھا کر حساب لیگا اور جزا

ذکر رجعت

اس سے کہ قبر میں بعد دفن زندہ کر کے اعتقاد کے بابت سوال ہوگا لیکن یہ درست نہیں اس لئے کہ قبر کا زندہ ہونا اس میں شمار نہیں اس لئے کہ اُس وقت تک جب تک کہ سوال وجواب قبر کا نہیں ہولیتا مردہ کی روح اُس کے ساتھ ساتھ نگراں رہتی ہے اور اپنے اعزا کے حرکات سکنات پر نظر کرتی ہے اس کے متعلق حیات القلوب اور جلاء العیون کتب شیعہ میں متعدد اقوال ائمہ معصومینؑ موجود ہیں واللہ العالم الہام کے مطابق یہ باتیں سمجھ میں آتی ہیں اور اس کے بعد ارشاد باری ہے کہ اے منافقو وہی خدا تو ہے جس نے تمھارے لئے زمین کی کل چیزیں اور آسمان وزمین بنایا ہے اور وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے یعنی اے منافقو اتنی بدیہیات پر بھی تم خدائی سے انکار کرتے ہو اس کے بھیجے ہوئے برحق رسول کی اطاعت نہیں کرتے اُسکے حکم کو نہیں مانتے اور اُس کے جانشین واجب الاطاعت امام کی پیروی اور اطاعت سے انکار کرتے ہو۔

ترجمہ آیت ۳۱ ۔ جب تمھارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں اپنا ایک نائب (یا جانشین یا امام) زمین پر بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے کہا کیا تو زمین پر ایسے لوگوں کو خلیفہ بنائیگا جو زمین پر فساد اور خونریزیاں کرتا پھرے حالانکہ اگر خلیفہ بنانا ہے تو ہمارا زیادہ حق ہے اس لئے کہ ہم تیری تعریف سے تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں تو خدا نے فرمایا جو ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔

تشریح آیت ۳۱ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ اس آیت میں آدمؑ کے پیدا کرنے کی وجہ اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے اور اس کے ساتھ ہی اپنی عزت وشان اور یہ کہ ملک سے مراد رسالت اور پیغمبری سے ہے اور صاحب تفسیر کشاف نے کہا ہے کہ ملائک جمع ہی ملک کی اس اعتبار سے کہ فرشتے درمیان اللہ ورسول کے واسطہ ہیں تو فرشتوں کا ذکر نبوت سے مقدم چاہیئے لیکن چونکہ اُن کا ثبوت محض نقلی ہے یعنی نقل سے ثابت ہوتا ہے عقل کا اس میں کچھ بھی دخل نہیں اور وہ نقل ہمکو بذریعہ نبی پہونچی ہے اس لئے بعد ذکر توحید ذکر نبوت لایا گیا پھر فرشتوں کا۔ اور فرشتوں کی حقیقت اہلسنت کے نزدیک یہ ہے کہ وہ اجسام لطیف ہوائی ہیں اور مختلف شکلوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں اور اُن کا مسکن آسمان ہے۔ فرشتوں کی کثرت اسقدر ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ آسمان چرچراتا ہے (سبحان اللہ اجسام

چرچرانا واجب ہے اس لئے کہ اس میں پاؤں رکھنے کی بھی جگہ نہیں جہاں فرشتے
رکوع اور سجدہ میں نہ ہوں اور تمام فرشتوں کی قسمیں ہیں اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں
کو کئی باتوں کا شرف دیا ہے اول رسالت کا شرف بخشا دوم قرب وعبدیت اور طاعت
وعبادت اور اعلیٰ درجہ کی قوت وقدرت اور اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ کے حکم میں تمام
ملائکہ مراد ہیں یا بعض ابن عباس کا قول ہے کہ یہ خطاب خدائیتعالیٰ نے اُنھیں فرشتوں کو
کیا تھا جو ابلیس کے مخالف تھے جنھوں نے اللہ کے حکم سے جنوں کو فساد کے جرم میں جلا وطن کرکے
کرکے سمندر کی طرف ہانک دیا تھا اور اُن کا فساد وہی فسق وفجور اور قتل وخون تھا اور اکثر صحابہ کہتے
ہیں تمام فرشتے مراد ہیں خلیفہ اُسے کہتے ہیں جو کسی کے قائم مقام ہوکر کام کرے اور اس مقام
پر خلیفہ سے مراد آدمؑ ہی ہیں اس لئے کہ وہ اللہ کے جانشین ہیں زمین پر آئے احکام خدا پہنچانے
کے لئے اور صاحب تفسیر حسینی کہتے ہیں کہ خلیفہ اس معنی میں ہے کہ خلف ہے تمام موجودات
ومکنونات پر اس لئے کہ وہ مجمع وغائب وغیب وشہادت ہے اور خلاصہ عالم روحانی وجسمانی
ہے اور جامع حقائق علوی وسفلی ہے اور چونکہ علم ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے مدارج
بلند ہوتے ہیں پس جب آدم کو خلیفہ بنانے کا اعلان کیا تو آدم کو تمام مخلوقات کے نام بتا دیئے
پس آدم نے اُن ناموں کو فرشتوں کے مقابلہ میں بیان کردیئے اور اُس علم کے مطابق جو
خلیفہ یا جانشین کو ہونا چاہیئے اُن میں ذخیرہ ہے اس لئے خلیفہ مقرر ہوگئے۔ اور مولوی فرمانعلی
صاحب فرماتے ہیں کہ آسمان وزمین بنانے کے بعد خدا نے عزرائیل یا ملک الموت کے ذریعہ
سے مختلف امزجہ کی مٹی منگوائی اور اُس کو پہلے پانی میں گوندھوایا پھر اُسکو خمیر کے لئے
ایک عرصہ تک چھوڑ دیا کہ اُس میں لس پیدا ہوگئی اس کے بعد اُس کا پتلا بنایا اور پھر اُسکو
ایک مدت تک سوکھنے کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ مثل ٹھیکرے کے اُس میں کھنکھناہٹ پیدا ہوگئی
اُس کے بعد اُس میں روح داخل کی اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا پھر چندے بہشت میں
رکھا اُس کے بعد دنیا میں لایا اور زمین سے اُگنے والی چیزوں کو اُس کی غذا قرار دی جو معدہ
میں جاکر حل حل کر بہت سے انقلابات کے بعد نطفہ بنی اور پھر نطفہ کو رحم میں عورت کے
جاگزین کیا اور پھر اُن سے منجمد خون بنا اور اُس کے بعد لوتھڑا اُس کے بعد آدمی اسی وجہ
سے خدا نے اپنے کلام میں انسان کی اصل خلقت کہیں سوکھی مٹی کہیں گیلی مٹی کہیں

ہے چونکہ خدانے آدمؑ کے قبل نسناس اور جنات وغیرہ کو خلق کیا تھا اور اُن لوگوں نے خونریزیاں کی ہیں اور فساد برپا کئے تھے اس وجہ سے جب آدمؑ کی خلقت اور زمین پر خلیفہ بنانے کا ذکر سنا تو فرشتوں کو خیال ہوا کہ شاید یہ بھی ویسا ہی ہو اس وجہ سے فرشتوں نے بارگاہِ احدیت میں یوں عرض کیا اور اپنے استحقاق ظاہر کئے کہ ہم تو تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں ہم خلافت ارضی کے لئے زیادہ اہل ہو سکتے ہیں۔

توضیح آیت ۳۱۔ اصل ان تمام باتوں کی یہ ہے کہ جب خداوندعالم زمین و آسمان پیدا کر چکا اُس کے بعد جب خلقت انسانی پیدا کرنے کا ارادہ کیا اُس وقت پیدا کرنے سے پہلے فرشتوں میں اس بات کا اعلان کیا کہ میں زمین پر اپنا ایک نائب یا خلیفہ بنانے والا ہوں اُس وقت ملائکہ نے اپنا تقدس، ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ خداوندا ہیں اس کا زیادہ مستحق ہوں اس لئے کہ تو ایسے شخص کو زمین پر خلیفہ بنائیگا جو زمین پر فساد اور خون ریزیاں کرتا پھرے تفاسیر سے ظاہر ہے کہ فرشتوں نے فساد اور خونریزی کا خیال اس وجہ سے ظاہر کیا کہ زمین پر انسانی خلقت سے پہلے اجنّا اور نسناس آباد تھے اور یہ ہمیشہ فساد اور خونریزیاں کرتے تھے پس جب فرشتوں نے خلافت ارضی کے لئے اپنے استحقاق پیش کئے تو جواب ملتا ہے اے فرشتو جو ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے اور اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو تو یہ نام ہی بتادو۔

ترجمہ آیت ۳۲۔ آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اُن کے نام بتاؤ۔

ترجمہ آیت ۳۳۔ تب فرشتوں نے کہا تو پاک و پاکیزہ ہے ہم تو جو کچھ تو نے بتایا ہے اُسکے سوا کچھ نہیں جانتے تو بڑا جاننے والا اور مصلحتوں کا پہچاننے والا ہے۔

تشریح آیت ۳۲ و ۳۳۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ تمام علوم و معارف اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کسی چیز کا علم کسی دل میں نہ ڈالے کوئی مخلوق اُس کو پہچان نہیں سکتا دوسرے یہ کہ علم غیب کا علم کسی کو حاصل نہیں لیکن جس کو جسقدر چاہے عطا کرے اور یہ واضح ہو چکا ہے کہ جو صفت آدم میں خدا برتر نے خلق کیا تھا وہ ملائکہ میں نہ تھی اس علم کے بابت کسی نے لکھا ہے کہ وہ علم اسمائے مخلوقات تھا جو خدا نے آدمؑ کو سکھا دیا تھا کسی نے لکھا ہے کہ وہ علم غیب تھا یہ سب اقوال اپنی جگہ پر صحیح ہوں لیکن حقیقت دریت وہ علم اور صفت جو آدم میں تھی وہ فرشتوں میں نہ تھی وہ دو طرح پر ہے ایک علم معرفت

اور دوسرا علم خلقت انسانی واضح ہو کہ علم معرفت تمام انبیاء کرام کا بمقابلہ تمام مخلوقات عالم کے درجہ بدرجہ
از آدم تا عیسیٰ بن مریم افضل و برتر تھا اس وجہ سے گروہ انبیاء کرام تمام مخلوقات سے افضل
چاہے وہ ملائکہ ہوں یا انس و جن سبب یہ ہے کہ بروز الست سب سے پہلے جس گروہ نے خدائے
تعالیٰ کی ربوبیت اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور علیؑ کی امامت پر میثاق کیا وہ انبیاء
کرام کا گروہ ہے اور یہی وہ درجہ معرفت ہے کہ جس کی وجہ سے یہی گروہ ہدایت خلق کے لئے نزدیک
باری تعالیٰ مقدم اور اہل سمجھا گیا پس جس وقت فرشتوں نے اپنے استحقاق پیش کئے تو خدا تعالیٰ
نے فرمایا کہ جو ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے اور پھر آدمؑ کو اُن کے مقابلہ میں پیش کیا اور فرشتوں
سے کہا کہ تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اُن کے نام بتاؤ تب فرشتوں نے اپنی لاعلمی ظاہر
کی اور آدمؑ نے نبوت محمدیہؐ اور امامت آل محمدؐ کو ظاہر فرما دیا اور چودہوں معصومین کے
نام بتلا دیئے اس وجہ سے آدمؑ فرشتوں پر فوق لے گئے اور فرشتوں کو سوائے عبادت
الٰہی کے اور علم نہ تھا لیکن آدمؑ میں علم خلقت انسانی بھی تھا اس لئے کہ خلقت انسانی انہیں
کے ذریعہ قائم ہونے والی تھی اور یہ آدمؑ کو فرشتوں کے سامنے پیش کرنا اور ارشاد ہونا کہ اگر
تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو نام بتادو وہ نہ بتا سکے آدمؑ نے وہ نام بتا دیئے یعنی فرشتوں
کو نبوت اور امامت کے منصبوں سے آگاہ کر دیا اس لئے کہ فرشتوں پر سوائے اسکے
کہ اپنے خالق کی تسبیح و تقدیس کیا کریں اور کوئی تکلیف نہ تھی اور وہ ہمیشہ رکوع اور
سجود میں مصروف رہتے تھے لیکن آدمؑ نے حقیقت نبوت محمدیہؐ اور اولاد محمدؐ کی
حقیقت ظاہر فرما کر فرشتوں کے اوپر سبقت لے گئے جیسا کہ آیت موجودہ سے ظاہر ہے۔
دیکھو تفسیر سورۃ الحمد۔

ترجمہ آیت ۳۳۔ یعنی خدا نے حکم دیا کہ) اب تم فرشتوں کو اُن کے نام بتاؤ جب آدمؑ نے
اُن کے نام بتا دیئے تو خدا تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ جو میں جانتا
ہوں تم نہیں جانتے آسمان و زمین کے رازوں کو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو یا جو کچھ تم ظاہر کرتے
ہو میں سب کچھ میں جانتا ہوں۔

حضرت آدمؑ ہادی ملائک ہوئے

تشریح آیت ۳۳۔ صاحب تفسیر کبیر اور صاحب تفسیر حسینی ناقل ہیں کہ آدمؑ نے اُن
ناموں کو فرشتوں کو بتلا دیا اور کہتے ہیں کہ وہ تمام مسمیات کے نام تھے۔

تھے اسی وجہ سے ہر وقت رکوع و سجود اور تسبیح و تقدیس میں مصروف تھے لیکن حقیقت نبوت محمد مصطفےٰ اور اُن کی آل کی امامت سے بالکل ناواقف تھے آدمؑ نے جو کچھ نام بتایا یعنی فرشتوں کو ہدایت کی وہ نبوت اور امامت کی حقیقت تھی اور چہاردہ معصومین کے نام تھے دیکھو تفسیر الف لام میم۔ پس واضح ہو کہ خدا تعالیٰ نے آدمؑ سے ہدایت کا کام لینا شروع کر دیا اور سب سے پہلے فرشتوں کو آدمؑ سے ہدایت دلوائی اس وجہ سے آدمؑ ملائکہ پر فوق لے گئے در حقیقت یہی بنیاد حسد و بغض کی ہے جس نے ابلیس کو برانگیختہ کر دیا وہ آدم کی افضلیت کو دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا۔

ترجمہ آیت ۳۵۔ جب ہمنے فرشتوں کو کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب کے سب جھک گئے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آگیا اور کافر ہو گیا۔

تشریح آیت ۳۵۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا مسجود بنایا اور انہیں خلافت کیساتھ خاص کیا اور بہت سے علوم کی خصوصیت عطا کی کہ فرشتے بھی اُن کے علوم کی حد تک نہ پہونچ سکے اور تمام اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ یہ سجدہ آدمؑ کا عبادت کا نہ تھا اس لئے کہ سجدۂ عبادت کفر ہے بلکہ یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا اور آدمؑ بطور قبلہ کے تھے لیکن اس پر اعتراض ہے کہ آدمؑ قبلہ نہ تھے حالانکہ سجدہ آدمؑ ہی کو کیا گیا تھا پس وہ سجدہ تعظیم اور سلام کا تھا چنانچہ اگلی امتوں میں یہ فعل جائز تھا کہ بڑوں کو بجائے سلام کے سجدہ کیا کرتے تھے اِس امت میں سلام منھ سے کرنا مشروع ہے۔
چنانچہ قتادہ کہتے ہیں کہ صہیب سے مروی ہے کہ جب معاذ یمن سے آئے تو رسولخداؐ کو سجدہ کیا تو آپنے اُن کو روکا اُنھوں نے جواب دیا کہ یہود اپنے علما کو سجدہ کیا کرتے ہیں رسولخدا نے فرمایا کہ یہ غلط ہے اسلام میں ایسا سجدہ کبھی نہ تھا یہ اپنے انبیاء پر جھوٹ باندھا ہے تب آنحضرت نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں سوائے اپنے اور کسی کے سجدہ کا حکم دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں لیکن ایسا نہ کیا اور سوائے اپنے اور کسی کے لئے سجدہ کا حکم نہ دیا۔

نوٹ الہامی آیت ۳۵۔ قصۂ آدمؑ میں شیطان دو قسم کے ہیں ایک شیطان ابلیس جو کہ قوم جن سے تھا دوسرا شیطان آدمؑ کا نفس امارہ۔

توضیح آیت ۳۵ [illegible] اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق مفسرین نے

متعدد اقوال ہیں لئے ہیں لیکن کوئی اکثر اس سے ملتی ہیں البتہ اقوال ائمہ معصومین علیہم
السلام سے اصلیت اس سجدہ کی اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ یہ سجدہ آدمؑ کے لئے نہ تھا بلکہ یہ سجدہ
اُس نورِ خدا کا تھا جس نور سے محمدؐ کو خلق کیا تھا اور وہی نور پیشانی آدمؑ میں خداوند جلیل نے
امانت رکھا تھا۔ مقصود باری تعالیٰ یہ تھا کہ میری توحید کے ساتھ ساتھ میری مخلوق نبوت
اور امامت کی فضیلت سے بھی واقف ہو اسلئے فرشتوں کو حکم ہوا کہ جس وقت میں اپنی رُوح
آدم میں پھونک دوں تو تم سب سجدہ میں جھک جاؤ۔ پس حکم باری تعالیٰ سے صاف
روشن ہوگیا کہ آدمؑ کا پتلا تو معلوم نہیں کتنی مدت کا بنا ہوا پڑا تھا لیکن وہ کسی تعظیم یا سجدہ
کے لائق نہ تھا۔ سجدہ کے لائق اُس وقت ہوگا جب اُس میں خدا تعالیٰ اپنی روح پھونکیگا
اور اب ماتحت سجدہ وہ روح قرار پا رہی ہے واضح ہو کہ روح سے مراد امرِ الٰہی ہے جیسا
کہ قرآن سے خود ظاہر ہے پس جس وقت حکم ہوا کہ نورِ محمدیہ پیشانی آدمؑ میں مکین ہو لہذا اُس
نورِ محمدیہ کی برکت اور عظمت اور رضا باری سے آدمؑ آدم ہوئے اور اُسی وقت حکم ہوا کہ
سب کے سب سجدے میں جھک جاؤ اور جھک گئے صرف ابلیس انکاری ہوا اور غرور
کیا اور سجدہ نہ کیا پس معلوم ہوا کہ یہ سجدہ نورِ محمدی کا تھا جو کہ خدا ہی کے نور کا حصہ تھا خدا
کے نور کا سجدہ واجب اس پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے ماسوا اسکے توحید اور ربوبیت
کے تو سب ہی مقر تھے اور قریب قریب عارف بھی تھے لیکن مقصود خدا تعالیٰ یہ تھا کہ
محمد مصطفےٰؐ کی نبوت اور ان کے آل کی امامت کی حقیقت اور فضیلت بھی ملائکہ کے اوپر
ظاہر کر دے اس لئے انوار محمدؐ و آل محمد پیشانی آدمؑ میں امانت کرتے ہی ملائکہ کو سجدہ
کے لئے جھکنے کا حکم دیا تمام ملائکہ نے تعمیل حکم کیا جھک گئے لیکن ابلیس نے تعمیل حکم باری
تعالیٰ نہ کی اسی قرآن میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ آخر تو نے سجدہ کیوں نہ کیا
کس چیز نے تجھے منع کیا کہ جس کو ہم نے اپنی قدرت سے بنایا اُس کے سجدے سے تو نے
انکار کیا کیا ؟ تو عالین سے ہے پس اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جن انوار کے سجدے کا حکم
ہوا تھا وہ عالین سے تھے حیات القلوب میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے
کہ وہ عالین ہم ہیں لہذا جب تک انوار عالین پیشانی آدم میں نہ موجود تھے جب یہ
انوار پیشانی آدم میں [illegible]

اپنے اور کسی کا سجدہ نہیں کرایا اگر سجدہ کرایا ہی تو اپنے نور کا جس نور سے محمدؐ و آل محمدؐ کو خلق کیا تھا اور خلق کر کے منصب نبوت اور امامت پر ممور اور مقرر فرمایا تھا فائدہ یہ بھی واضح ہو کہ خداوند عالم نے شیطان کو پیدا نہیں کیا بلکہ خدا کے حکم کی نافرمانی کی خدا کے حکم خیر سے سرکشی کی شر پیدا کیا اس وجہ سے شرّی یعنی شیطان ہوا۔ باوجودیکہ قوم اجنا سے تھا اپنی ریاضت اور عبادت سے مقبول بارگاہ ہو کر صفوف ملائکہ میں داخل ہو گیا تھا لیکن حکم خیر میں شر پیدا کر کے شیطان ہو گیا۔

ترجمہ آیت ۳۶ ۔ اور ہم نے آدمؑ سے کہا تم اور تمھاری بیوی اے آدم بہشت میں رہا سہا کرو اور جہاں سے تمہارا جی چاہے کھاؤ پیو مگر اس درخت کے پاس مت جانا ورنہ پھر اپنا نقصان کرو گے۔

تشریح آیت ۳۶ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آدمؑ کو سجدہ کرایا اور شیطان سجدہ نہ کرنے سے ملعون ہو گیا پھر آدم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم اور تمھاری بی بی دونوں جنت میں بسو اُن کی بیوی کس وقت پیدا ہوئیں اس کے بارہ میں ابن عباس اور ابن مسعود اور کئی صحابہ ناقل ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جنت سے نکال دیا اور آدمؑ کو جنت میں بسایا تو آدم اکیلے تھے پس اللہ تعالیٰ نے آدم پر نیند ڈال دی پھر اُن کی اُلٹی پسلی سے حوّا کو پیدا کیا جب آدمؑ نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اُن کے سرہانے ایک عورت بیٹھی ہے اُس سے پوچھا تو کون ہے کہا میں عورت ہوں آدم نے کہا تو کیوں پیدا ہوئی اُس نے کہا اس لئے کہ تو میرے پاس آرام پاوے اور حسنؑ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے کہ مرد کی بائیں پسلی کی ہڈی سے پیدا ہوئی ہے لیکن یہ حکم رسول یعنی حدیث رسول کلام خدا کی مخالف ہے اور یہ ہو نہیں سکتا۔ اس لئے کہ آیت قرآن شاہد ہے۔ دیکھو پارہ ۴ سورہ نساء آیت اول۔

الہامی نوٹ ۲ آیت ۳۶ ۔ اُس شجرے مراد آدم و حوا ہیں۔

توضیح آیت ۳۶ ۔ یہ تو آدم اور حوا کی پیدایش کا حال ہے جو تفسیروں سے ظاہر ہوا کہ حوا کو کسی نے بیان کیا کہ آدمؑ کی پسلی کی ہڈی سے پیدا ہوئیں کسی نے فرمایا ہے کہ نہیں آدمؑ کے حلق کی ہڈی سے پیدا ہوئیں لیکن مولانا فرمان علیؒ صاحب مترجم قرآن فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے اس لئے کہ اس طرح سے یہ ثابت ہو گا کہ حضرت حوا حضرت آدمؑ کی جزو بدن ہوئیں اور اسکو عقل سلیم کسی طرح قبول نہیں کرتی کہ جو چیز جزو بدن ہو اُسی کو زوجہ قرار دیا جاوے اس لئے

حضرت آدمؑ و حواؑ زن و شو قرار پائے

مولوی صاحب نے آیت اول سورۂ نساء خلقت انسانی کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ اے لوگو اُس اپنے پیدا کرنے والے سے ڈرو جس نے تمکو صرف ایک شخص سے پیدا کیا اور وہ اس طرح سے کہ پہلے اُن کی باقی مٹی سے اُن کی بیوی حوا کو پیدا کیا یعنی آدم اور حوا دونوں ایک وقت میں مٹی سے پیدا ہوئے اور دونوں زن وشو آدمؑ وحواؑ کے پیدا ہونے کے بعد حکم باری تعالیٰ ہوا کہ اے آدم تم اور تمھاری بیوی دونوں اس جنت میں جہاں جا ہو رہو سہو لیکن اس درخت کے پاس تم دونوں نہ جانا ورنہ پھر آپ اپنا نقصان کروگے۔ آدم وحوا کی خلقت کے علاوہ اور بھی اختلافات چلے آرہے ہیں مثلاً آدم جس جنت میں بسائے گئے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ آسمان پر ہے کسی نے لکھا ہے کہ نہیں وہ جنت جس میں آدمؑ و حوا کو رہنے کا حکم ہوا وہ زمین میں ایک باغ ہے۔ اسی طرح درخت کے بارہ میں بھی اختلاف ہے کسی نے کچھ کسی نے کچھ لکھدیا ہے سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا اور ابوبکر صدیق نے بھی یہی خوشہ کی روایت نقل کی ہے اور سدی اور ابن عباس کا قول ہے کہ وہ انگور کا درخت تھا اور قتادہ کہتے ہیں کہ وہ انجیر کا درخت تھا اور صاحب تفسیر حسینی بسند صحیح لکھتے ہیں کہ وہ درخت حیات تھا اور صاحب تفسیر عمدۃ البیان بحوالہ تفسیر مجمع البیان تحریر فرماتے ہیں کہ وہ شجر خلقت انسانی کا شجر تھا پس واضح ہو کہ وہ شجر درحقیقت آدم وحوا ہی ہیں آدم کے لئے حوؔا کا شجر تھا اور حوا کے لئے آدم کا قد شجر تھا اور اب اس سے واضح ہوگیا کہ شجر ایک استعارہ تھا قد انسانی کا جیسا کہ اکثر شعراء عرب وعجم اور فارس نے اپنے شعروں میں قد انسانی کو شجر سے تشبیہ دی ہے اور نسل انسانی کی تشبیہ شجر سے تو اسی قرآن میں موجود ہے دیکھو پارہ ۱۳ سورہ ابراہیمؑ آیت ۲۳ نسل رسولخدا کو شجرہ طیبہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اس آیت کی تفسیر میں رسولخداؐ نے فرمایا کہ اس درخت کی جڑ میں ہوں اور علیؑ اُس کی ڈال اور ائمہ اُس کی شاخیں اور ہمارا علم اُسکے پھل اور مومنین اُس کے پتے ہیں۔ دیکھو حاشیہ قرآن مولوی فرمان علیؒ۔ پس ان تمام صورتوں سے اور دلائل سے اب اس بارہ میں شبہ نہ رہا کہ آدمؑ و حواؑ ہی آپس میں شجر تھے اور آیت مذکورہ بالا کا بھی مفہوم ہے کہ ہم نے صرف انہیں دونوں سے یعنی انہیں بی بی اور میاں سے بہت سے مرد اور عورت پیدا کئے اور پھر اس میں اختلاف ہے کہ کوئی

نشتر جوڑے پیدا ہوئے اور ایک دفعہ کی بیٹی کا دوسری دفعہ کے بیٹے کے ساتھ عقد ہو جاتا
اور اسی طرح سے یہ نسل آدمؑ و حواؑ کی بڑھی لیکن عقل اس کو قبول کرنے کو تیار نہیں کیونکہ
اگر اولادِ آدمؑ میں اسی قسم کا سلسلہ عقد حقیقی بھائی بہن میں جاری ہوتا تو آج قرآن کریم اس
طریقہ عقد کو ناجائز نہ قرار دیتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جیسا کہ مولوی فرمان علی صاحب نے بحوالہ
حدیث جلاء العیون نقل کیا ہے بعد ہابیل و قابیل کے حضرت آدمؑ کے دو بیٹے پھر پیدا ہوئے
حضرت شیثؑ اور حضرت یافثؑ ان کے لئے بروز جمعرات وقت عصر خداتعالیٰ نے ایک
حور کو بھیجا جس کا نام نزلہ تھا اُس کے ساتھ حضرت شیثؑ کا عقد ہوا اور دوسرے دن ایک
حور کو بھیجا جس کا نام منزلہ تھا اس سے یافثؑ کا عقد ہوا اور اسی طرح نسل انسانی کا سلسلہ جاری
ہوا آپس میں چچا زاد بھائی بہنوں کا عقد ہوتا رہا اور یہ طریقہ عقد اب بھی جاری ہے" اب
رہا یہ امر کہ وہ جنت آسمان پر ہے یا زمین پر لیکن فرمان خدا سے صاف ظاہر ہے کہ جنت آسمان
ہی پر ہے خداوند تعالیٰ نے آدمؑ کو حکم دیا کہ تم لوگ زمین پر اُتر جاؤ یا اُتر پڑو اُترنا بلندی سے
سے پستی کی طرف ہوتا ہے لہذا آدمؑ کا مسکن اسی جنت میں تھا جو خدا کی بنائی ہوئی جنت ہے
سب سے بڑا اختلاف شجر کے بارہ میں ہے کہ تمام نبیوں کے باپ نبی اول جانشین خدا خاصے
مجرم اور خاطی اور گنہگار نظر آرہے ہیں جو کہ فرقہ شیعہ کے عقیدے کے بالکل خلاف ہے یعنی
جسقدر نبی خدا نے مقرر کرکے زمین پر بھیجے وہ سب معصوم تھے اُن سے خدا کی نافرمانی کا ہونا
تو درکنار ترک اولیٰ بھی اُن کے لئے معصیت کا باعث ہے اور اسی قرآن میں یہ بھی فرمان ہے
کہ ہمنے آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور خاندان ابراہیمؑ اور خاندان عمرانؑ کو سارے جہان سے برگزیدہ
کیا ہے الخ دیکھو پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت ۳۲ یہ حضرت آدمؑ کا واقعہ گندم خوری ایک عجیب
واقعہ ہے جو کہ سراسر علم الٰہیہ اور اسرار الٰہیہ سے بھرا ہوا ہے اس وجہ سے ایک مجھ جیسا خاطی
اور ناسمجھ انسان آدمؑ کو ایک مٹی کا مجسمہ سمجھ کر جو چاہے لکھدے اور خاطی اور گنہگار بنائے
اس لئے اس واقعہ پر یعنی قصہ گندم خوری حضرت آدمؑ پر ایک خاص روشنی ڈالنے کی ضرورت
ہے اس لئے کہ حضرت آدم جیسا نبی جو کہ ابو البشر ہے ایک فرقہ اسلام کے سامنے ترک اولیٰ
کا مجرم ہے اور بقیہ دیگر فرقہ ہائے اسلام نے خاطی اور نافرمانبردار قرار دے رکھا ہے۔
حالانکہ انبیاء کرام معصوم ہیں اس لئے کہ ہادی ہیں" پس واضح ہو کہ ہر صاحب عقل یہ سمجھ

جان سکتا اور یہ بھی لازم ہے کہ بغیر چار چیزوں کے فراہم ہوئے کوئی شے وجود میں نہیں آتی سب کے پہلے ایک صانع ہونا چاہیئے جو ضرورت کے لحاظ سے اُس شے کا ایجاد کرنا تجویز کریگا اس کو علّت فاعلی کہتے ہیں۔ اس کے بعد صانع اس کا کوئی نقشہ تجویز کریگا اس کو علّت صوری کہتے ہیں۔ اب لازم آیا کہ صانع اس شے اور اس ضرورت کا لحاظ کرکے وہ تجویز کرے کہ وہ شے کس چیز سے بنائی جائے جو بکار آمد ہو اس کو علّت مادّی کہتے ہیں اور علت غائی یعنی جس غرض سے یہ شے بنائی جائے یا جس غرض سے ایجاد شے منظور ہے۔ یہ چار چیزیں علت فاعلی۔ علت صوری۔ علت مادی اور علت غائی۔ جس میں علت فاعلی سب پر مقدم ہے کہ بغیر صانع کوئی شے بن ہی نہیں سکتی اسکے بعد علّت غائی بھی لازم ہے کہ جب تک صانع یہ نہ سمجھ لیگا کہ کس ضرورت سے ہم شے کو وجود میں لائیں گے اُس وقت تک نہ اس کا نقشہ بنا سکتا ہے نہ اُس کا نمونہ ذہن میں آسکتا ہے نہ یہ ہوسکتا ہے کہ کس چیز سے بنائی جاوے۔ غرض علّت غائی مقدم ہوئی۔ پس اسی کلّیہ کے مطابق

حضرت آدمؑ کا قصہ گندم خوری

حضرت آدمؑ جو کہ ابوالبشر اور نبی اول اور معصوم ہین ان کی اس خطائے گندم خوری پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ پس واضح ہو کہ جب علّت غائی مقدم ہوئی اسی اصول خدا یتعالیٰ کو جس کو علت فاعلی یا صانع ماننا پڑیگا انبیاء کو مخلوقات کی ہدایت کے لئے خلق کیا اور یہی علت غائی قرار پائی۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کو جس وقت صانع نے خلق کیا اُس وقت سوائے اجنا اور نسناس کے کوئی دوسری مخلوق اس زمین پر موجود نہ تھی حضرت آدم ہدایت کس کی کرتے۔ لہذا آدم کے

حضرت آدمؑ کی علت غائی

وجود میں لانے کی غرض صانع کے سامنے یہ ہے کہ آدمؑ ہی سے نسل انسانی بھی زمین پر قائم ہو اور آدمؑ ہی اُن کی ہدایت بھی کریں پس واضح ہو کہ ہادی کا معصوم ہونا کلیہ ہے اس لئے کہ جب تک وہ معصوم نہ ہوگا اُس کی ہدایت ناقص لہذا ایک معصوم کے لئے یعنی ہادی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت تھی اُن تمام چیزوں کے اور تمام اسباب کے ساتھ یعنی لباس تقویٰ اور زیور عصمت سے آراستہ و پیراستہ کرکے آدمؑ کو پاک مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ صفت عصمت فرشتوں میں بھی موجود تھی جس وقت کہ خلیفہ ارضی کے لئے اپنے کو پیش کیا ہے جس کا جواب خدائے رب العزت نے دیا کہ اے فرشتو جو ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے یعنی تم نہیں جانتے کہ تم میں کس چیز یا کن اسباب کی کمی ہے جو میری غرض و غایت پوری کرنے کے لئے حائل ہے۔ اب غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ تمام صفتیں جس کے ساتھ آدم کا پیدا کرنا مقصود ہے وہ سب فرشتوں میں موجود ہے۔ لیکن وہ صفت اور وہ اسباب

خلیفہ ارضی کے لائق صانع وخالق کے سامنے نہ سمجھے گئے۔ چونکہ حضرت آدمؑ سے کارہدایت کے سوا
نسل انسانی کا قائم کرنا ضروری تھا اس لئے خلقت آدمؑ میں جس طرح ہدایت کے تمام اسباب واشیا
فراہم کئے اسی طرح قیام نسل انسانی کے لئے بھی جن اسباب اور جن سامان اور جن اشیار کی ضرورت
صانع کے نزدیک معلوم ہوئی اُس کے ساتھ بھی مزین وآراستہ کرکے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنا
لازمی قرار پایا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ باطنی اسباب واشیار سے قطع نظر کرکے ظاہری اسباب واشیا
میں سے بغرض قیام نسل انسانی آدم کے لئے خدا تعالیٰ نے جمع کئے۔ تو سب سے پہلے حضرت حوا
کی خلقت پر نظر جاتی ہے کہ آدمؑ کو مٹی سے خلق کرکے اُسی باقی ماندہ مٹی سے ایک مجسمہ اور خلق
کرتا ہے وہ بھی ساتھ ہی ساتھ اب فرشتے تماشا دیکھ رہے ہیں کہ آدمؑ کو تو خلیفہ ارضی کے لئے پیدا
کیا اور بنایا لیکن یہ دوسری چیز کیا ہے لیکن جب پیدا کرنے کے بعد فوراً ہی حکم سنا دیا کہ اے آدم تم
اور تمھاری بی بی جنت میں جس جگہ چاہو رہو سہو اُس وقت آدم کو معلوم ہوا کہ میں مرد ہوں اور یہ
عورت ہے اور میں شوہر ہوں اور یہ میری زوجہ ہے اب فرشتوں نے بھی یہ سمجھا کہ خلیفہ ارض کے
لئے اس کی بھی ضرورت تھی اور ہم اس سے محروم ہیں اسی وجہ سے ہم خلیفہ ارضی کے قابل نہ سمجھے
گئے۔ اب اور وضاحت سے سُن لیجئے کہ حضرت حوّاؑ کو خلق کرتے ہی زوجیت قرار دیکر حضرت آدمؑ
کے لباس تقویٰ اور زیور عصمت کی بھی حفاظت کردی اس لئے کہ ہادی خلق یہی ہیں اور زوجہ
اس لئے بنایا کہ ذریعہ توالد وتناسل کا پہلا زینہ ظاہری اسباب میں یہی ہے پس جبکہ ظاہری اسباب
توالد وتناسل کے لئے آدم کے واسطے صانع نے مہیا اور خلق کیا ہے تو وہ باطنی اسباب اور
اشیار بھی یقیناً آدم کی خلقت میں صانع نے خلق کیا ہے اس سے ہرگز کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا اور
وہ مادہ خواہش نفسانیہ یا نفس امارہ ہے جو کہ توالد وتناسل کے لئے فطرتاً ضروری تھا پس جبکہ
آدمؑ ان تمام اسباب کے ساتھ خلق ہی کئے گئے ہیں اور مقصود صانع بھی یہی ہے تو اُس کا انجام
اور انصرام بھی ذات آدمؑ پر واجب ہے لیکن یہ کل باتیں اب تک مشیت خدا میں ہیں یعنی علم خدا
بلکہ صانع کی تجویز میں ہے اور اپنی تجویز کے مطابق تمام اسباب واشیار ظاہری وباطنی آدم کے لئے مہیا
وفراہم کرلیا ہے۔ لیکن مرضئ خدا کسی مصلحت یا کسی غرض سے یہ ہے کہ اپنی مشیت کو کسی پر ظاہر
نہ کرے۔ پس حکم ہوتا ہے کہ آدم تم اور تمھاری بی بی جنت میں جہاں چاہو رہو سہو کھاؤ پیو لیکن
اس درخت کے پاس تم دونوں نہ جانا ورنہ تم اپنا آپ نقصان کروگے

رکھتا ہے یہ معلوم ہے اور عقیدہ ہے کہ جنت وہ مقام ہے کہ ہر وقت خوشگوار مناظر کھانے پینے کے لئے عمدہ عمدہ لذیذ اور لطیف میوہ جات اور پینے کے لئے دودھ اور شہد کے تمثال پانی یہ تمام مناظر اور اسباب آدم و حوا کے لئے صانع نے مہیا کر دیا جو کہ فطرتاً ایک انسان کے لئے جبکہ اس مادہ تولید کے ساتھ پیدا کیا ہے اُس میں امداد کے لئے کافی سے زیادہ موزوں تھے چنانچہ اب ایسی حالت میں آدم و حوا میں تعلقات زن و شو کے پیدا ہونا نہ غیر ممکن ہے اور نہ جرم اس لئے کہ زن و شو بنا کر گویا صانع نے عقد بھی کر دیا ہے لیکن اب صرف آدم و حوا کو ممانعت اس بات کی ہے کہ اس درخت کے پاس نہ جانا۔ وہ درخت کونسا تھا جس کے پاس جانے سے صانع نے ایک وقت معلومہ تک کے لئے آدم و حوا کو منع فرمایا لیکن اُس مدت کا علم مشیت الٰہی میں ہے اور آدم و حوا کو اُس کا علم نہیں کہ ہمکو مواصلت کے لئے کس مدت کے لئے روکا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ ابتک یہ بھی علم نہ تھا کہ مواصلت کہتے کس کو ہیں اور اس کا انجام کیا ہے۔ وہ صرف حکم صانع کو دیکھ رہے ہیں کہ ہمکو کسی درخت کے پاس جانے سے منع کیا ہے لہذا وہ درخت کے پاس ہرگز نہیں گئے لیکن اُنہوں نے یعنی آدم و حوؑا نے صرف درخت کو درخت سمجھا تھا صانع کے اس استعارہ کو نہ سمجھا تھا کہ صانع نے قامت انسانی کو شجر سے تعبیر کیا ہے دیکھو ص ۲ شجر کی پوری توضیح کی گئی ہے۔ پس واضح ہو کہ مشیت الٰہی میں جب مدت معلوم پوری ہو گئی اور اس خلیفہ ارضی کو زمین پر بھیجنے کا وقت آگیا اُس وقت آدم نے شجر حوا اور حوا نے شجر آدمؑ کو چکھا اور اس درخت کے چکھتے ہی لباس جنت گر گئے اور اُن کی شرمگاہیں اُن کے اوپر ظاہر ہو گئیں یعنی وہ حجاب جس کے وجہ سے وہ مواصلت سے لاعلم تھے وہ اُن سے دور ہو گیا اور وہ اب اُس کے جاننے والے ہو گئے پس جس وقت ایسا ہوا اُسی وقت صانع کا خطاب ہوا کہ اے آدم کیوں ہمنے تمکو منع نہیں کیا تھا کہ درخت کے پاس نہ جانا لیکن تمنے نہ مانا اور آخر تمنے درخت کو چکھ ہی لیا اور آپ اپنا نقصان کیا۔ بعض مفسرین نے اسی درخت کو درخت گندم سے تشبیہ دی ہے اور یہ اُن کی قابل داد ذہنیت اور معرفت کا باعث ہے۔ مناسب موقع ایک شعر بھی ذہن میں آگیا ہے ؎

وہ کونسا درخت تھا جسے آدم نے چکھا

بزیر نافہ پنہاں چہ چیز است   شگاف گندم آدم فریب است

اُس وقت آدم و حوا دونوں کو حیرت ہوتی ہے کہ خالق و صانع کی طرف سے کیا خطاب ہو رہا ہے میں تو کسی درخت کے پاس گیا ہی نہیں پس جس درخت کے پاس جانے کو صانع نے منع فرمایا تھا شاید

اُس وقت اپنی اس ناسمجھی پر خدا سے معافی مانگنے لگے استغفار کرنے لگے کہ میری اس ناسمجھی کو تو معاف کردے لیکن اُسوقت تک اس ناسمجھی کی توبہ نہ قبول ہوئی جبتک کہ محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ خدا کو نہ دیا اور اسی ناسمجھی کو ترک اولیٰ سے یاد کیا جانا قرین عقل ہے اور چونکہ نفس امّارہ آدمؑ کی خلقت میں صانع نے خلق کیا ہے اور اس نفس امارہ کو عارفان قدرت نے شیطان سے تعبیر کیا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جس بات کو دنیا والے آدم کے لئے جرم خیال کر رہے ہیں وہ جرم نہیں بلکہ یہ بھی آدمؑ کا ایک امتحان تھا کہ جس غرض و غایت سے صانع نے یہ تصویر کشی کی ہے آدم اُسے پورا بھی کر سکتے ہیں یا نہیں پس جب آدمؑ اس امتحان کے بعد خلیفہ ارضی کے اہل ثابت ہوئے اُس وقت آدم کے سر پر پاکیزگی کا تاج رکھکر اور خلافت ارضی کی سند عطا کر کے سلطنت دنیا کا بادشاہ اور ہادی خلق بنا کر زمین پر بھیجدیتا ہے۔ اور اسی مقصد کو اب صانع یوں بیان فرماتا ہے۔

ترجمہ آیت ۳۶۔ تب شیطان نے آدم و حوا کو دھوکہ دیکر وہاں سے ڈگمگایا (اور) آخر انکو جس (عیش و راحت) میں تھے اُس سے نکال پھینکا اور ہمنے کہا اے آدم و حوا اب تم زمین پر اتر پڑو تم میں سے ایک کا ایک دشمن ہوگا اور زمین میں تمھارے لئے ایک خاص وقت (قیامت) تک ٹھراؤ اور ٹھکانا ہے۔

ترجمہ آیت ۳۷۔ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے چند الفاظ سیکھے پس خدا نے آدم کی توبہ قبول کی بیشک وہ بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔

تشریح آیت ۳۶ و ۳۷۔ مولانا فرمان علی صاحب فرماتے ہیں کہ جب خدا نے حضرت آدم کو بہشت میں رہنے کا حکم دیا تھا تو یہ بھی سمجھا دیا تھا فلاں درخت کے پاس نہ جانا ورنہ تم اپنا آپ نقصان کروگے حضرت آدمؑ بہشت میں رہنے لگے اور یہ امر شیطان پر بہت شاق تھا غرض شیطان نے سانپ کو جو اُس وقت بہشت میں آتا جاتا تھا اُسے اپنا رازدار بنایا اور اُسکے منہ میں ہوکر بہشت میں پہونچا اور کچھ ایسی باتیں کیں کہ حضرت آدمؑ دھوکہ میں آگئے۔ اس مقام پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ نبی اور معصوم تھے پھر ایسا گناہ اُن سے کیونکر ہوسکتا ہے اس اعتراض کو بہت سے لوگوں نے تو چاہا ہے کہ کسی خیال سے بھی ہو مان بھی لیا اور اسکے قائل ہوگئے ہیں العیاذ باللہ انبیاء کرام سے بھی گناہ ہوسکتا ہے اور بعض حضرات نے بعض ملاحدہ کی تقلید میں اس اعتراض سے بچنے کے لئے یہ اختیار کیا کہ وہ آدم دوسرے تھے جن سے گناہ ہوا اور وہ آدمؑ ابوالبشر تھے بلکہ ان کی نسل کا کوئی آدمی تھا جس کا قصہ قرآن میں ہے اور بہشت بھی بہشت

خلد نہ تھی بلکہ بہشت دنیا اگرچہ یہ ایزاد جدید نہیں ہے بلکہ بہت قدیم ہے اور ہمارے ائمہ معصومین نے مختلف مواقع پر مختلف جوابات دیئے ہیں لیکن مجھے اگر افسوس ہے تو اس کا کہ مفسرین نے اگرچہ اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ وہ درخت کس چیز کا درخت تھا وہ بہشت کونسی بہشت تھی لیکن اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا کہ آدم کون تھے۔ یہ ایک بالکل انوکھی بات ہے جسے چودہ سو برس کے بعد سنتا ہوں۔ کیونکہ اگر قرآن کے آیات کی تاویل کسی طرح کر لی جائے تو خیر مگر احادیث صحیحہ اس کثرت سے صاف اور واضح ہیں کہ اُن کو نہ ماننا گویا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے بہرحال جوابات ملاحظہ ہوں خدا نے اس درخت کے پاس جانے کی ممانعت کی تھی نہ کہ کھانے کی پھر اگر آدمؑ نے کھایا تو کیا برائی کی (دیکھوں جناب دسؔ فٹ موٹا اور پچاس فٹ موٹا یا اس سے چھوٹا یا اس سے بڑا درخت بھی کھایا جا سکتا ہے۔ مصنف) اگر مان لیا جائے کہ کھانے کی ممانعت نہ تھی تو خدا نے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے معین کر دیا تھا (اس اشارہ کو دیکھا کس نے) اور اشارہ کرنے کا ثبوت کیا ہے۔ مصنف) اور حضرت آدمؑ نے خاص اس درخت کو ہرگز نہیں کھایا بلکہ اسی قسم کے دوسرے درخت کو کھایا (یہ قسم کیونکر معلوم ہوگئی) چونکہ اسی قسم کے دوسرے درخت سے کھانا بھی آدم کی شان کے خلاف تھا اس وجہ سے عتاب ہوا خدا کی طرف سے اگرچہ ممانعت تھی مگر حرام نہ تھا جسکے فعل پر گناہ کا الزام رکھا جائے بلکہ مکروہ تھا اور محض آداب میں داخل تھا جس طرح ہمسے یہ کہا جائے کہ راہ میں دوڑ کر نہ چلو ورنہ اپنا آپ نقصان کروگے اسی طرح حضرت آدمؑ کو بھی کہا گیا تھا اور ظلم کے یہی معنی ہیں کہ اپنا نقصان کروگے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت آدمؑ نے کھا کر یہ نقصان کیا کہ بہشت کا عیش و راحت اُن سے چھوٹ گیا اگر وہ کھانا حرام ہوتا تو گناہ بھی ہوتا تو خدا فوری عذاب نہ کرتا بلکہ اُس کو آخرت پر اُٹھا رکھتا یہ ظاہر ہے کہ ایک گناہ کی دو سزا زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی بعید از عدل ہے تو معلوم ہوا کہ وہ کھانا ہرگز حرام نہ تھا بلکہ صرف مکروہ تھا اور مکروہ فعل کا بھی اچانک انبیاء سے سرزد ہونا انبیاء کی شان سے اور نبوت کی شان کے خلاف ہے اور اسی وجہ سے یہ عتاب ہوا اور حضرت آدم اسقدر توبہ میں مصروف ہوئے مگر عصمت کے ہرگز خلاف نہیں ہے اور نہ نبوت میں کوئی دھبہ آسکتا ہے خدا کے احکام پر جو کچھ جزا سزا ہوتی ہے یا گناہ ثواب ہوتا ہے وہ صرف دار تکلیف یعنی دنیا کے واسطے ہے اور حضرت آدم اُس وقت دنیا میں نہ تھے پھر آپ پر کیونکر کوئی الزام آسکتا

عصمت کے معنی یہ ہیں کہ وقت پیدائش سے مرنے کے وقت تک کوئی گناہ نہ کرے رحم کی حالت کی ذمہ داری نہیں اور نہ کوئی عاقل اُس وقت کے کسی فعل کو گناہ کہہ سکتا ہے (اور نہ کوئی جنین رحم مادر میں کسی گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ مصنف) غرض یہ کہ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ قصہ حضرت آدم ابوالبشر اور نبی ہی کا ہے اور اُن سے ہرگز کوئی گناہ نہیں ہوا۔ اور نہ کوئی نبی گناہ کر سکتا ہے۔

توضیح آیت ۳۷ و ۳۸۔ انبیاء کرام کی عصمت کے بارہ میں اختلاف ہے کسی فرقہ کا اعتقاد ہے کہ انبیاء سے خطا کا ہونا ممکن ہے بعض کا قول ہے کہ انبیاء سے خطا اور گمراہی دونوں ممکن ہے اور ایک مضبوط گروہ کا اعتقاد ہے کہ انبیاء معصوم اور پاک ہیں ان سے خطا ممکن نہیں عمداً یا سہواً ان کے لئے جائز نہیں (تفسیر کبیر) واضح ہو کہ یہ عقیدہ سوائے شیعہ فرقہ کے اور کسی کا نہیں ہے کہ انبیاء معصوم ہیں قبل بعثت بھی اور بوقت نبوت ظاہری بھی ان سے کسی قسم کا گناہ یا خطا یا نسیان ہونا غیر ممکن ہے اور یہ بھی کہ یہ خدا کے مخلص بندے ہیں ان پر شیطان ہرگز قابو نہیں پا سکتا اب رہا یہ کہ مفسرین نے بھی لکھا ہے اور الفاظ قرآنی بھی یہی ہیں کہ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا (تب شیطان نے آدم و حوا کو دھوکہ دیا) اس سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ وہ شیطان جو کہ ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے اور جو کہ آدم ہی کے ساتھ ساتھ آیا ہے وہ نفس امارہ ہے اسی نفس امارہ نے غلبہ کیا اور خواہشات نفسانیہ نے ترقی کی آدم نے درخت کو چکھ لیا چونکہ مشیت الٰہی یہی تھی کہ آدم درخت کو چکھ لیں تو زمین پر خلافت ارضی اور بادشاہت اور سلطنت دنیاوی اور کار ہدایت خلق اور قیام نسل انسانی کے لئے زمین پر بھیجے جائیں جس کا اعلان کہ صانع اور خالق نے قبل خلقت کے کر دیا تھا صرف ناسمجھی کے ترک اولیٰ پر آپ نے خدا سے توبہ استغفار کی اور اُن کلمات یا اُن ناموں کا واسطہ دیکر توبہ کی جن ناموں کو روز میثاق جان چکے تھے جن کی معرفت حاصل کر چکے تھے اور اس کے علاوہ جس وقت روح پھونکنے کے بعد انگڑائی لیکر اُٹھتے ہیں تو عرش اعظم کی طرف نظر جاتی ہے تو انہیں اسماء مقدس کو دیکھتے ہیں پس اُنہیں اسمائے مقدس کے ذریعہ سے توبہ قبول ہوئی صاحب تفسیر درمنثور اپنی تفسیر درمنثور جلد ۱ ص ۱۶ سطر ۱ میں لکھتے ہیں کہ وہ اسماء پنجتن پاک تھے جن کے ذریعہ توبہ آدم قبول ہوئی اور وہ اسمائے پنجتن پاک یہ ہیں محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ۔ پس واضح ہو کہ جس وقت آدمؑ نے ان اسماء مقدس کا واسطہ دیکر اپنی ناسمجھی کی خطا کی معافی مانگی فوراً خداوند تعالیٰ نے معاف کر دیا اور آدم صفی اللہ ہو کر معہ

شیطان سے مراد نفس امارہ ہے

ترجمہ آیت ۳۹ ۔ جب آدم (کو یہ) حکم دیا کہ اب اتر پڑو (اور یہ بھی تاکید کی) کہ اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے (تو اوس کی) پیروی کرنا کیونکہ جو لوگ میری ہدایت پر چلیں گے اُن پر (قیامت میں) نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

تشریح و توضیح آیت ۳۹ ۔ پس جب توبہ قبول ہوئی اُس کے بعد خدا نے حکم دیا کہ اے آدمؑ اب تم زمین پر اُتر پڑو یعنی جس منشاء سے تم پیدا کئے گئے اور جس کا اعلان عام بھی ہو چکا یعنی خلافت ارضی کا تاج سر پر رکھو اور صفی اللہ کا چتر لگاؤ اور زمین دنیا پر جا کر سلسلۂ نسل انسانی قائم کرو اور ہدایت خلق کرو لیکن اے آدم دیکھنا اس شاہی کے گھمنڈ میں نہ آجانا بلکہ جو میری ہدایتیں تیرے پاس پہونچیں اُس پر پورا پورا عمل کرنا اور ان ہدایتوں پر عمل کرو گے تو نہ قیامت میں کوئی خوف ہوگا اور نہ رنجیدہ ہوگے۔ میری عرض ہے کیا مجرم سے اسی طرح کلام کیا جاتا ہے اور کیا ایک مجرم ہادی خلق مقرر ہو سکتا ہے کیا ایک مجرم شاہی کے لائق ہو سکتا ہے واضح ہو کہ حضرت آدم کسی گناہ کے مرتکب نہ ہوئے ورنہ خداوند تعالیٰ جو کہ عادل ہے ظالم نہیں ہے ہرگز خلیفہ ارض اور ہادی اور بادشاہ نہ مقرر کرتا۔ کیونکہ عدل کے منافی ہے۔

ترجمہ آیت ۴۰ ۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہی دوزخ میں پڑے رہیں گے۔ ع

توضیح آیت ۴۰ ۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ فہمائش بھی آدمؑ ہی کو ہے کہ اے آدمؑ یاد رکھنا جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا وہی کافر ہوگئے اور اُنہیں کے لئے دوزخ ہے واضح ہو کہ وہ آیات جن کی طرف خدا تعالیٰ کا اشارہ ہے وہ وہی آیات ہیں جو کہ کتاب وحدت کی آیات ہیں یعنی نبوت اور امامت جس کا کہ تم اقرار کر چکے ہو روز الست میثاق اُٹھا چکے ہو اُن نشانیوں کو خلافت ارضی اور شاہی دنیا کے گھمنڈ میں بھول نہ جانا بلکہ اپنے منصب نبوت کو بہترین طریقے سے انجام دینا۔

ترجمہ آیت ۴۱ ۔ اے بنی اسرائیل (اولاد یعقوب) میرے احسانات کو یاد کرو جو پہلے تم پر کر چکے ہیں تم میرے عہد و اقرار کو پورا کرو (ایمان لاؤ) تو میں بھی تمہارے عہد کو پورا کرونگا اور مجھی سے ڈرتے رہو۔

تشریح آیت ۴۱ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب توحید نبوت اور معاد کا

کا ذکر فرماتا ہے جو خاص یہود کے اسلاف پر ہوئے اُن کو بطور اجمال ذکر فرماتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسرار سے مراد یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ ہیں اور کہتے ہیں کہ اسرائیل کے معنی عبداللہ کے ہیں اسطرح کہ اسرا معنی عبد اور ائیل معنی اللہ کے ہیں پس اس آیت کا خطاب اُن یہود سے ہے جو کہ مدینہ میں یعقوبؑ کی اولاد میں سے رسولخدا کے زمانہ میں موجود تھے اُن کے اوپر جو نعمتیں خدا نے نازل کی ہیں اُسی کو خدا تعالیٰ یاد دلا رہا ہے۔ اور مولوی فرمان علی صاحب قبلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ علمار یہود مثل یحیٰی بن اخطب اور کعب بن اشرف کا قاعدہ تھا کہ وہ ہر سال اپنی قوم سے جو گیہوں میوے وغیرہ وصول کرتے تھے اور بادشاہوں سے ہدیہ لیتے تھے اور یہ خوف تھا کہ اگر یہ لوگ رسول اللہ کی پیروی کریں گے تو یہ سب آمدنی موقوف ہو جاویگی اسی غرض سے توریت میں تحریف کرتے تھے یعنی (فضائل و مدارج محمدؐ و آل محمدؐ کو مٹا دیتے تھے) جو آیات رسولخدا کی شان میں ہیں انکو بدل دیتے تھے اُن کی تنبیہ کے واسطے یہ آیت نازل ہوئی۔

توضیح آیت ۱۴۱۔ تعجب ہے کہ صاحب تفسیر کبیر نے جہاں توحید نبوت اور معاد کا ذکر کیا وہاں امامت کے ظاہر کرنے سے کیوں گریز کیا حالانکہ امامت بھی منصب نبوت کے ساتھ روز الست قائم ہوئی اور جس طرح انبیاء کرام کا تقرر منصب نبوت پر ہوا اُسی طرح آل محمدؐ کا تقرر منصب امامت پر ہوا اور غور کرنے سے منصب امامت کی شان منصب نبوت سے بلند نظر آتی ہے نگاہیں دھوکھا کھاتی ہیں بیان کرتے ہوئے دل قابو سے نکلا جاتا ہے زبان کو لکنت ہوتی ہے نبوت سے بالاتر کیا کہوں کیا سمجھوں لیکن قرآن ہی بتلا رہا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ درجہ نبوت اور درجہ خلت حاصل کرنے کے بعد ایک سخت امتحان لینے کے بعد درجہ امامت پر فائز ہوئے ہیں اور وہ امتحان بھی ایسا سخت تھا کہ اے ابراہیمؑ تم اپنے بیٹے اسمٰعیل کو راہ خدا میں ذبح کر ڈالو وہ بھی وحی نہیں ہوئی الہام نہیں ہوا صرف خواب دکھلایا گیا اور جب ابراہیمؑ اس امتحان میں کامیاب ہو چکے اس وقت درجہ امامت پر فائز ہوئے۔ امامت کیا ہے لغت میں دیکھنے سے معلوم ہوا کہ امام وہ انسان ہے جسکو ریاست عامہ امور دین و دنیا کی اصلاح کے لئے بالاصالت دار تکلیف میں حاصل ہو اس تعریف سے یہ سمجھ میں آیا کہ امامت کا وہ منصب ہے جو خدا کے مخصوص بندوں کے لئے نصب کیا گیا ہے ظالموں کے لئے نہیں۔ انبیاء میں سے ہو یا غیر انبیاء میں سے جس کو خدا تعالیٰ ریاست عامہ پر فائز کرے وہ امام ہے لیکن اب سمجھنے کے لئے دو قسمیں اس اصول میں قائم ہوئی ہیں ایک وہ

پہلی قسم سے خدایتعالیٰ نے چھ نفوس کو صفوف انبیاء سے درجۂ امامت پر فائز کیا۔ آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ
موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور خاتم نبوت محمدؐ۔ اب دوسری قسم بھی دو قسموں میں منقسم ہوئی ایک وہ ہیں جو
خود نبی بھی ہیں اور کسی رسول کے وصی بھی وہ سات بزرگ پائے جاتے ہیں۔ شیثؑ۔ سامؑ۔ اسمٰعیلؑ
اسحاقؑ۔ ہارونؑ اور داؤدؑ اور اُن کے بیٹے سلیمانؑ۔ اب اس قسم کی دوسری قسم وہ ہیں جو نبی نہیں
ہیں مگر وصی نبی متبع شریعت رسول ہیں وہ شمار میں سولہ ہیں۔ یوشعؑ۔ آصف بن برخیا۔ طالوتؑ
شمعونؑ۔ اور اوصیاء جناب ختمی مرتبت یعنی آل محمدؐ جو کہ ائمۂ اثنا عشر یعنی بارہ ہیں سب کے
سب درجۂ امامت پر فائز ہیں شارع نے ایسے امام کی تعریف اس طرح کی ہے کہ امام ہر حالت میں
اپنے نبی کا تابع رہیگا یعنی اُسکو کسی حکم شریعت میں تغیر و تبدل کا اختیار نہ رہیگا کہ حرام خدا کو حلال کر دے
یا حلال خدا کو حرام کر دے یا حکم خدا میں کہیں اضافہ کر دے اور کہیں کم دے۔ جیسے کہ خلفاء میں سے
لوگوں نے متعہ کو حرام کر دیا۔ تراویح کو اضافہ کیا۔ اذان میں الصّلوٰۃ خیر من النوم ایجاد کیا۔
اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰه۔ اور حَيَّ عَلٰى خَيْرِ الْعَمَلِ کو اذان سے خارج کیا۔ پس واضح ہو
کہ منصب امامت اور امام کا وہ مرتبہ ہے کہ بغیر معرفت امام نہ معرفت رسول ہو سکتی ہے اور نہ معرفت
خدا حاصل ہو سکتی ہے دیکھو یہ حدیث مستحکم مشکوٰۃ شریف اور دیگر کتب میں موجود ہے اور مولانا
ابوالکلام آزاد نے اس حدیث کی تصدیق کی ہے دیکھو الہلال صـ۳ جلد ۶ جاہلیت کی موت
فرمایا رسول خدا نے۔ جو شخص مر جائے اور امام زمانہ کو نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرا۔
واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت اُس زمانہ کو کہتے ہیں کہ بعد وفات حضرت عیسیٰ تا زمانہ بعثت سرور کائنات
دنیا ظاہری حجت الٰہی سے یا کسی نبی سے خالی رہی اُس عہد میں امت عیسیٰ اپنے کو انجیل کا
تابع اور شریعت عیسیٰ کی پابند ظاہر کرتی تھی یہود جناب موسیٰ اور توریت کے پابند ہونے کے
مدعی تھے اور بعض لوگ جناب ابراہیمؑ کے معتقد تھے مگر درحقیقت نہ احکام انجیل کی کوئی پابندی
تھی نہ زبور و توریت کی صرف زبانی دعویٰ تھا کہ ہم صاحب کتاب ہیں لیکن عمل کسی کا بھی کتاب
پر نہ تھا اوس زمانہ میں جو مرا یا تو کافر ہوا یا فاسق۔ اسی طرح بعد رسول خدا کے امام زمانہ کا نہ پہچاننا
اور صرف کتاب خدا پر زبانی اعتقاد رکھکر حسبنا کتاب اللہ کہدینا بالکل ایسا ہی دعویٰ ہے جیسا کہ
انجیل، توریت اور زبور والوں کا اسی وجہ سے خدا نے پہچنوانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اسلئے
کہ حجت باقی نہ رہے لباس عصمت دیکر پہچنوایا۔ قدرت کی نشانیاں دیکر رازدار بنا کر ہر شے کا

پر سلاکر اُسکے بعد رسول نے اپنے زمانہ نبوت میں خدا کے دیئے ہوئے صفات کو ہر صحبت میں ہر مجلس میں بیان کر کے پہچنوایا۔ صبح کو پہچنوایا شام کو پہچنوایا دوپہر کو پہچنوایا زبان چساکر۔ کاندھے پر چڑھاکر۔ بستر پر لٹاکر۔ علمدار بناکر پہچنوایا۔ اپنے گھر میں۔ خدا کے گھر میں۔ شہر میں حتیٰ کہ صحرا میں پہچنوایا۔ بالائے منبر لاکھوں کے مجمع میں ہاتھوں پر لیکر پہچنوایا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا مولا علیؑ ہے تاکہ کسی کو کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم نے امام زمانہ کو نہیں پہچانا یا خدا اور رسول نے نہیں پہچنوایا دیکھو کتاب ارجح المطالب مولانا عبیداللہ امرتسری ص۵۵۰ سے ص۵۶۳ تک اور مولانا اور امام اہلسنت ابو جعفر طبری کا رسالہ الولایت دیکھو ۷۵ طریقوں سے نقل کیا ہے اسکے علاوہ حدیث ثقلین بیان کر کے بتلا دیا کہ میرے بعد صرف کتاب ہی کام نہ آئیگی جبتک میری آل یعنی امام وقت کا کتاب کے ساتھ اعتقاد نہ رکھو گے۔ گمراہ ہو جاؤ گے حدیث سفینہ بیان کر کے بتلا دیا کہ جس نے میری آل یعنی امام وقت کی پیروی کی نجات پایا اور جس نے چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا لیکن بعد وفات رسول ایک روز بھی امت محمدیہ کے افراد اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور امام کی بیعت توڑ کر اپنے بنائے خلیفہ کی بیعت کر کے اُن کے پیرو ہو گئے یا خود خلیفہ بن گئے۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ خدا اور رسول نے امام کو پہچنوانے میں اسقدر اہتمام کیوں کیا اسلیئے کہ مدار مغفرت اور نجات اور معرفت خدا اور معرفت رسول خدا اسی پر ہے کہ امام زمانہ کی معرفت حاصل کرنے کا سوائے اسکے کوئی ذریعہ نہیں کوئی راستہ نہیں کوئی سہارا نہیں اور اسی کو قرآن میں فرمادیا ہے کہ اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولی الامر کی جو تم ہی میں سے ہیں۔ باوجود اسقدر اہتمام کے صاحب تفسیر کبیر نے امامت کو نہ پہچانا اور توحید نبوت اور معاد کو لکھا اور امامت کا ذکر تک نہ کیا۔ اور عہد میثاق کو بھی بھول گئے۔

ترجمہ آیت ۴۱۔ اور جو (قرآن) میں نے نازل کیا ہے اسپر ایمان لاؤ۔ وہ اس کتاب (توریت) کی بھی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے اور تم سب سے پہلے اس کے انکار پر موجود نہ ہو جاؤ اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت (دنیوی فائدہ) نہ لو اور مجھی سے ڈرتے رہو۔

ترجمہ آیت ۴۲۔ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور حق بات کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

ترجمہ آیت ۴۳۔ اور پابندی سے نماز ادا کرو جو لوگ ہمارے سامنے عبادت کیلئے جھکتے ہیں تم بھی اُن کے ساتھ جھکا کرو۔

ترجمہ آیت ۴۵ - تم اور لوگوں سے تو کہتے ہو نیکی کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب خدا کو (برابر) رٹا کرتے ہو تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (کہ امام کون ہو سکتا ہے)

ترجمہ آیت ۴۶ - اور صبر اور نماز کا سہارا پکڑو البتہ نماز دو بھر تو ہے مگر اُن خاکساروں پر (نہیں) (کون خاکسار)

ترجمہ آیت ۴۷ - جو بخوبی جانتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور ضرور اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ ع ۵

تشریح آیت ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ - صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ جس وقت رسولخدا کا ظہور ہوا تو بہ سبب اس کے کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے یہود کو حسد ہوا اور علم والوں میں اول کافر ہوئے وہی اور قرآن کو برحق وحی نہ مانا اور یہ کہ میری آیات کو تھوڑی قیمت پر نہ ضایع کرو یعنی محض طمع دنیا اور مال اور حکومت کے لئے احکام قرآنی کو نہ ٹھکراؤ ابن عباس کہتے ہیں کہ کعب ابن اشرف اور حی ابن اخطب وغیرہ جو یہود کے سردار تھے اُن کے پاس اُن کے ماتحت یہودی ہدیئے اور تحفے لایا کرتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ اگر ہم اسلام لائیں گے تو یہ نعمت ہدیئے اور تحفے آنے بند ہو جائیں گے حالانکہ ایمان کے ساتھ وہ ہدیئے تحفے بہت حقیر تھے اسلئے کہ تمام دنیا و دین کے سامنے ناچیز ہے۔ ربع

آیت ۴۳ کی تفسیر میں صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ اس حکم کا سرّ یہ ہے کہ باوجود قدرت کے ایمان کا ظاہر نہ کرنا دلیل کفر ہے صرف دل ہی میں کسی چیز کے حق ماننے سے آدمی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اُس کو باوجود قدرت کے ظاہر نہ کرتے۔ آیت ۴۴ کے بارہ میں صاحب تفسیر کبیر اور صاحب تفسیر حسینی لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز جماعت سے پڑھا کرو اور رکوع اس لئے کہا کہ یہود کی نماز میں رکوع نہیں چونکہ رکوع میں تواضع پائی جاتی ہے اس لئے تمام نمازوں پر رکوع اور رکعت کا اطلاق کیا گیا ہے اس تواضع سے جو کہ حق کے قبول کرنے میں سدّ راہ ہے آیت ۴۵۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں اس آیت میں امر بالبر سے مراد یہ ہے کہ یہود لوگ دوسروں کو نماز و روزے کی نصیحت کرتے تھے لیکن خود عمل نہ کرتے تھے اور وہ واعظ جو دوسروں کو نصیحت کرے اور خود عمل نہ کرے اور اپنا علم دوسروں پر ظاہر کرے تو اُس کا علم دوسروں کو معصیت پر ابھاریگا اسلئے ایسا وعظ عاقلوں کے نزدیک برخلاف ہے۔ پس واعظ کو چاہیے کہ معصیت سے

سو بعض منع کرتے ہیں۔ آیت ۴۶ و ۴۷۔ صاحب تفسیر کبیر اور دیگر مفسرین ناقل ہیں کہ یہ آیت اُنہیں یہود کے لئے نازل ہوئی ہے اس لئے کہ جب وہ اسلام کی طرف خفیہ طریق سے مائل تھے اسلئے مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور صبر کی تعلیم دی اور صبر وصلوٰۃ کا اس لئے حکم دیا کہ دنیا جو تمکو محبوب ہے اُس کو چھوڑنا جو نفس پر گراں گذرتا ہے یعنی دین محمدی کا اختیار کرنا اور لذات دنیا کا ترک کرنا بہت مشکل ہے اور اس مشکل کی آسان کرنیوالی چیز صبر اور صلوٰۃ ہے۔ اور پھر صبر سے تو مراد عام صبر ہے اور اُس کا مطلب ظاہر ہے اور یا صبر سے مراد روزہ ہے چنانچہ روزہ کے مہینہ کو ماہ صبر بھی کہتے ہیں اور نماز خاشعون کے سوا سب پر مشکل ہے یعنی صبر وصلوٰۃ سے مدد لینا سوائے خشوع والوں کے اور کسی سے نہیں ہوسکتا اور استعانت کا مرجع قرار دینا اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔

الہامی نوٹ ۷ بابت آیت ۴۷۔ اَنْزَلْتَ سے مراد علیؑ ہیں۔

توضیح آیت ۴۷ ۔ واضح ہو کہ خدائیتعالیٰ کا خطاب چاہے توریت والوں سے ہو یا انجیل والوں سے یا زبور والوں سے یا بنی اسرائیل سے لیکن مسلمان بھی اس خطاب سے علحدہ نہیں ہیں میں تو کہتا ہوں کہ یہ خطاب خاصکر اُن مسلمانوں سے ہے جو توحید نبوت اور معاد کا یقین رکھتے ہیں اور امامت علیؑ سے گریز کرتے ہیں اور نوٹ سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے پس خدائیتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مسلمانو جو میں نے نازل کیا ہے یعنی حکم امامت علیؑ اس کتاب پر ایمان لاؤ اور یہ ذکر توریت میں بھی موجود ہے جو تمھارے پہلے نازل ہوئی ہے انکار پر موجود نہ ہو جاؤ اور میری نشانیوں کو یعنی امامت کو تھوڑی قیمت کے بدلے نہ لو یعنی امامت جو علیؑ اور آل محمدؐ کے لئے ہمنے قیامت تک کے لئے مقرر کر دی ہے اُسکو تم دنیا کی حکومت بادشاہت اور طمع زر کے لئے نہ لو اور مجھسے ڈرتے رہو اور اس کو صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ خدائیتعالیٰ بنی اسرائیل سے کہتا ہے میری آیات کو تھوڑی قیمت پر محض طمع دنیا اور حُب مال اور حکومت کے لئے احکام قرآنی کو نہ ٹھکراؤ۔ لیکن واضح ہو کہ یہود نے اگر ایسا کیا تو نہ وہ نبی بن گئے نہ امام اور نہ اُن کو سلطنت ملی نہ بادشاہت اور نہ حکومت اور نہ خلافت الٰہیہ مسلمانوں نے بالکل اس آیت کے مطابق خدا کی نشانی یعنی امامت سے انکار کر کے حکومت بھی حاصل کی سلطنت بھی بادشاہت بھی اور خلافت بھی مگر انصاف شرط ہے۔

الہامی نوٹ ۸ بابت آیت ۴۲۔ حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ مراد حق سے علیؑ ہیں۔

توضیح آیت ۴۲ ۔ حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ وحدیث رسولخدا بھی اس کے مطابق موجود

تفسیر آیہ مبارکہ اور صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ اس حکم کا ایک سریہ ہے کہ باوجود قدرت کے ایمان نہ ظاہر کرے وہ کافر ہے۔ پس واضح ہوچکا ہے کہ ایمان صرف توحید نبوت اور معاد سے نہیں ہے بلکہ جب تک توحید نبوت اور امامت اور قیامت کا اعتقاد کامل نہ رکھے ایمان مکمل ہو ہی نہیں سکتا چونکہ ان حضرات نے سرے سے امامت سے قطعی علٰحدگی اختیار کرلی ہے اس وجہ سے اب اُس سے کوئی تعلق ہی نہیں رہا اور نہ ہے۔ حالانکہ نجات امامت پر ہے۔

فضائل علیؑ اور تصدیق امامت

الہامی نوٹ ۹ بابت آیت ۴۳۔ راکعین سے مراد محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔

توضیح آیت ۴۳و۴۵ - راکعین وساجدین سے مراد محمدؐ و آل محمدؐ ہیں دیکھو ارجح المطالب بحوالہ ثعلبی وغیرہ رسولخدا نے فرمایا کہ راکعین سے مراد ہم ہیں۔ اور یہ بالکل صحیح ہے سب سے پہلے جس کا سر توحید پر جھکا وہ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں دیکھو تفسیر سورہ الحمد اور یہ وہ راکع اور ساجد ہیں کہ ان کا رکوع اور سجدہ دیکھکر ملائکہ رکوع وسجود سے شناسا ہوئے یہ وہ راکع اور ساجد ہیں کہ از خیر البشر آدم تا عیسیٰ بن مریمؑ جسقدر انبیاء مبعوث ہوئے سبنے ان سے تعلیم حاصل کی پس راکعین اور ساجدین یہی محمدؐ و آل محمدؐ ہیں اور ان کے بعد گروہ انبیاء اور اوصیاء یہ وہ راکع اور ساجد ہیں کہ عرش اعلیٰ پر رکوع اور سجدے کئے عالم اسباب میں دیکھئے تو بطن مادر سے رکوع سجود کا ثبوت مل رہا ہے اور جس وقت زمین پر قدم رکھا سب سے پہلے سجدہ معبود میں جھک گئے اور تلاوت قرآن کرتے نظر آئے اور تمام عمر میں ایک رکوع یا ایک سجدہ چھوٹ نہ سکا انتہا یہ ہے کہ تلوار برس رہی ہے تیروں کی بوچھار ہو رہی ہے سجدہ خالق میں سر کٹ رہا ہے لیکن رکوع اور سجود ادا ہو رہے ہیں تب خدائےتعالیٰ نے ان کو راکعین اور ساجدین کا خطاب عطا کیا اور تمام مخلوقات کو ان کے ساتھ جھکنے کا حکم دیا دیکھو تفسیر کشاف اور تفسیر درمنثور سیوطی رسولخدا نے فرمایا کہ جس نے سب سے پہلے خدا کی معرفت حاصل کی اور رکوع اور سجدہ کیا وہ ہم ہیں یعنی میں اور علیؑ اور میری آل ہے بس واضح ہوگیا کہ راکعین اور ساجدین سے مراد محمد وآل محمدؐ ہیں۔ پس خداوند تعالیٰ آیت ۴۵ میں فرمایا ہے کہ دوسروں کو تم کہتے ہو اور خود عمل نہیں کرتے باوجودیکہ تم خود نہیں سمجھتے اور صاحب تفسیر کبیر اور صاحب تفسیر حبینی کہتے ہیں کہ فرمایا رسولخدا نے کہ یہ آیت ہماری شان میں ہے اور علیؑ کی شان میں نازل ہوئی اس لئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سوائے معصوم کے غیر معصوم نہیں کرسکتا۔ واضح ہو کہ اس سے بھی مراد محمد وآل محمدؐ ہیں۔

راکعین وساجدین سے مراد محمدؐ وآل محمدؐ ہیں

توضیح آیت ۴۶ ۔ صبر اور نماز کا سہارا پکڑو مصیبت کے وقت البتہ دوسروں پر نماز دو بھر ہے سوائے خاکساروں کے پس خاشعون سے مراد وہی گروہ محمدؐ و آل ہیں صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ نماز خاشعون کے سوا سب پر مشکل ہے یعنی صبر و صلواۃ سے مدد لینا سوائے خشوع والوں کے اور کسی سے نہیں ہوسکتا لیکن افسوس باوجود اس علم کے کہ خاشعون کون ہیں خاشعون کا نام لینے سے امام فخرالدین رازی نے بخل سے کام لیا دیکھئے ارجح المطالب میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بحوالہ ثعلبی لکھتے ہیں کہ فرمایا رسولخداؐ نے کہ خاشعین سے مراد ہم ہیں ۔ ماسوا اس کے اب گروہ خاشعین پر نظر ڈال کر بھی دنیا والے خود اقرار کر سکتے ہیں کہ درحقیقت کلام رسولخداؐ کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں اور یہ ایسے خاشعین ہیں کہ ان کی نماز کی تعریف میں یہ آیت نازل ہوئی دیکھو آیہ اِنَّمَا اب آیت ۴۷ میں انھیں کی تعریف ہے یعنی انہیں راکعین اور خاشعین کی طرف اشارہ کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ جو بخوبی اپنے بارگاہ میں حاضری کا یقین رکھتے ہیں ۔ واضح ہو کہ رکوع ۴ سے رکوع ۵ تک تمام آیات سے امامت کی تاکید ہے ۔

ترجمہ آیت ۴۸ ۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو میری اُن نعمتوں کو جو میں نے پہلے تمھیں دی ہیں اور یہ کہ ہمنے سارے جہان کی فضیلت تمکو عطا کی ۔

تشریح آیت ۴۸ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ خداوند تعالیٰ بنی اسرائیل سے فرماتا ہے کہ جو ہمنے تم پر بڑے بڑے احسان کئے ہیں اُن کو یاد کرو اور کفر سے باز آؤ اور فضیلت سے مراد زیادتی فی الحکم ہے یعنی مطلق فضیلت ہے نہ کہ عام سو مالداری ہونا بھی فضیلت ہے تو ثابت ہوا کہ من کل الوجوہ بنی اسرائیل کی تمام جہان پر فضیلت ثابت نہیں ۔

توضیح آیت ۴۸ ۔ یہ امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو ۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل یعنی اے اولاد یعقوب میں نے تمکو سارے جہان پر فضیلت عطا کی ہے لیکن امام صاحب فرماتے ہیں کہ من کل الوجوہ بنی اسرائیل کی تمام جہان پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی گویا کلام باریتعالیٰ صداقت سے معرا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ امام صاحب نے سمجھا ہے بلکہ درحقیقت خدایتعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یعنی اولاد یعقوب کو تمام جہان پر فضیلت دی ہے اس طرح کہ خداوند عالم نے یعقوب اور اولاد یعقوب کو پاک و پاکیزہ بنایا اور اسلام کے واسطے پسند فرمایا ہے یہی فضیلت ہے اور اس سے بڑھ کے اور فضیلت کیا ہوگی کہ منصب نبوت اور منصب

خاشعین سے مراد محمدؐ و آل محمدؐ

بنی اسرائیل کا ذکر

ترجمہ آیت ۴۹۔ اُس دن سے ڈرو کہ (جس دن) کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ فدیہ ہوگا نہ مددگار اور اس کی طرف سے کوئی سفارش مانی جائیگی اور نہ اس کا کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد پہونچائے جاویں گے۔

ترجمہ آیت ۵۰۔ اے بنی اسرائیل اُس وقت کو یاد کرو جب ہمنے تمہاری قوم کو فرعون کے پنجہ سے چھڑایا جو تمکو بڑے بڑے دُکھ دیکر ستاتے تھے تمہارے لڑکوں پر تو چھری پھیرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو اپنی خدمت کے لئے زندہ رکھتے تھے اُس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سخت آزمائش تھی۔

تشریح آیت ۴۹ و ۵۰۔ صاحب تفسیر کبیر ارقام فرماتے ہیں کہ اس آیت میں معاصی سے سخت خوف دلایا گیا ہے اور توبہ سے گناہوں کی تلافی طلب کی گئی ہے اس لئے نہ موت کے بعد کافر کے لئے سفارش کام آئیگی اور نہ کوئی عوض صرف طاعت و عبادت ہی کام آئیگی گو خطاب بنی اسرائیل سے ہے لیکن حکم اس کا عام ہے اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن شفاعت کریں گے اور اس کی ان کے پاس کئی دلیلیں ہیں غرض کہ اہل کبائر کے لئے رسولخدا کو شافع قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب الستمول نے عاصیوں کے واسطے دعا کی تو خدا نے بخشدیا اور لکھتے ہیں کہ مصر کے بادشاہ کا نام یا خطاب فرعون تھا جسکی جگہ اب خدیو مصر ہے۔ مصر میں آباد ہونے کی باعث حضرت یوسفؑ تھے کہ جب ان کو مصر کی سلطنت پر قبضہ ہوا تو ان کو وہاں آباد کیا تھا اور جب کچھ دن گذر گئے تو ان کی شامت اعمال سے سلطنت ان کے ہاتھ سے نکل گئی تو ذلیل و خوار ہو گئے اور اب تک ایسے ذلیل ہیں کہ باوجود اسقدر زمین کے یہ ایک اُنگل زمین کے مالک نہیں ہیں فرعون نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ کا شعلہ بھڑکا اُس نے تمام مصر کے گھر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیئے لیکن بنی اسرائیل کو کوئی نقصان اس آگ سے نہیں پہونچا۔ نجومیوں نے اس خواب کی تعبیر بتائی کہ بنی اسرائیل سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو تباہ و برباد کر دیگا یہ معلوم کرکے وہ بنی اسرائیل کا دشمن ہوگیا اور طرح طرح کی ایذائیں دینے لگا اور یہ کوشش کی کہ بنی اسرائیل کی کوئی عورت اپنے شوہروں سے حاملہ نہ ہونے پائیں اور اگر کوئی بچہ پیدا ہوتا تو مار ڈالا جاتا اور عورتیں بے حرمت کی جاتیں اسی پرشور زمانہ میں حضرت موسیٰ پیدا

بنی اسرائیل کے حالات

یعنی فرعون قوم عمالقہ سے ہوتا تھا اور لقب فرعون ہوتا تھا فرعون نام نہیں ہے بلکہ لقب ہے جیسے
کہ قیصر اور ہرقل بادشاہ روم کا لقب ہے اور کسریٰ بادشاہ فارس کا اور تبع یمن کے فرمانروا
کا اور خاقان ترک کے بادشاہ کا اور فرعون کے بارہ میں دو قول ہیں ابن جریح نے کئی لوگوں
سے نقل کیا ہے کہ فرعون کا نام مصعب بن ریّان ہے اور ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اُس کا نام ابوالولید
بن مصعب ہے اور اہل الکتاس میں نقل ہے کہ اس کا نام قابوس تھا اور قوم قبط سے تھا اور یہ کہ جو
فرعون موسیٰؑ کے وقت میں تھا وہی یوسفؑ کے وقت میں تھا یا دوسرا کیونکہ یوسف علیہ السّلام کے
داخل ہونے سے اور موسیٰؑ کے درمیان چار سو برس سے زیادہ کا فاصلہ تھا۔

توضیح آیت ۴۹ و ۵۰۔ صاحب تفسیر کبیر ارقام فرماتے ہیں کہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ
رسولخداؐ بروز قیامت شفیع ہوں گے اور اہل کبائر کے لئے اجماع نے رسولخداؐ کو شافع قرار دیا ہے
باوجودیکہ اسی قرآن میں صاف آیت موجود ہے کہ اے رسولؐ بخشش کی دعا نہ کرو پس جسکی
بخشش کے لئے دعا کرنے کی خدائیتعالیٰ ممانعت فرماتا ہے اُس کے لئے سفارش کی اجازت
رسولخداؐ کو کیونکر ملیگی دیکھو پارہ ۵ سورہ ۸ علاوہ اس کے خدا خود فرمارہا ہے کہ کفار کی طرف سے
سے کوئی سفارش نہ مانی جاویگی لیکن اجماع نے اس کے خلاف مان لیا ہے کہ رسولخداؐ
کافروں کے بھی شفیع ہونگے قرآن پر عقیدہ رکھتے ہوئے یہ بالکل عقل سے بعید ہے۔

ترجمہ آیت ۵۱۔ جب ہمنے تمھارے لئے دریا کو دو ٹکڑے کردیا پھر ہمنے تمکو چھٹکارا دیدیا
اور فرعون کے آدمیوں کو تمھارے دیکھتے دیکھتے ڈبو دیا (وہ غرق ہوکر رہ گئے)۔

تشریح آیت ۵۱۔ صاحب تفسیر کبیر ونیز دیگر مفسرین اس کا قصہ اس طرح ارقام فرماتے
ہیں کہ جب خدائیتعالیٰ کو فرعون اور قبطیوں کا غرق کردینا منظور ہوا اور اللہ تعالیٰ کو معلوم
ہی تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لائیگا تو موسیٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل
کو حکم دیا کہ وہ قبطیوں سے زیور رعایت مانگیں اور اُس کی دو وجہیں تھیں ایک یہ کہ اُسکے
سبب سے بنی اسرائیل کا تعاقب ضرور کریں گے دوسرے یہ کہ بنی اسرائیل کے ہاتھ اُن کا
مال آئیگا پھر جبرئیلؑ اترے اور موسیٰ سے کہا کہ تم راتوں رات اپنی قوم کو یہاں سے نکال
لیجاؤ اور بنی اسرائیل کل چھ لاکھ آدمی تھے اس لئے اُن کے لئے بارہ قبیلے تھے کہتے ہیں
کہ جب موسیٰ بحکم خدا اپنی قوم کو لیکر نکل گئے تو فرعون کو خبر ہوئی تو اپنے لوگوں سے کہا کہ اُن کا تعاقب
صبح کی اذان ... پہلے نہ کرنا ... راوی کہتا ہے کہ اُس روز مرغ نے اذان صبح دی ہی نہیں

پس جب صبح ہوئی تو فرعون نے ایک بکری منگوا کر ذبح کرائی اور کہا کہ اس بکری کا کلیجہ بھی پکنے نہ پاوٗں کہ چھ لاکھ آدمی جمع ہو جائیں غرض سورج نکلنے کے بعد اُن کا پیچھا کیا جب دو گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰؑ کے گروہ نے کہا کہ ہم تو پھنسے اس پر موسیٰ نے کہا کہ ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا میرا رب میرا رہبر ہے پس جب موسیٰ اپنی گروہ کو لئے ہوئے دریا پر پہونچے تو یوشع بن نون نے موسیٰ سے کہا کہ تیرے ربّ نے تجھے کہاں جانے کا حکم دیا ہے اُنھوں نے کہا کہ دریا کی طرف یوشع اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر دریا میں گھسے یہاں تک کہ جب گہرائی میں پہونچے تو اُن کا گھوڑا تیرنے لگا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے موسیٰ تم اپنا عصا دریا پر مارو پس مارا اور دریا پھٹ گیا اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے بارہ راستے نکل آئے پھر فرعون نے اُن پیچھا کیا اور دریا کے کنارے تک پہونچا تو ابلیس نے منع کیا کہ اے فرعونیو دریا کے راستے میں نہ داخل ہونا اور فرعون کا پختہ ارادہ ہو چکا تھا کہ بنی اسرائیل کے پیچھے ہی پیچھے جاوے لیکن ابلیس کے کہنے سے اپنے ارادہ کو توڑ دیا اُسکے بعد جبرئیل ایک مادہ گھوڑی پر سوار ہو کر آئے اور فرعون نر گھوڑے پر سوار تھا جبرئیل فرعون کے گھوڑے کے سامنے ہو کر گذرے فرعون کا گھوڑا مادہ کی بو کو سونگھتے ہی اُس کے ہی پیچھے بڑھا اور فرعون کے پیچھے اُس کے ساتھی تمام چلدیئے جب فرعون دریا میں داخل ہو چکا تو میکائیل نے آواز دی کہ پچھلوں کو پہلوں سے ملا دو سب کے سب بیچ دریا میں پہونچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو حکم دیا کہ ان کو ڈبو دے تو سب فرعونیوں پر آن گرا اور سب کے سب ڈوب گئے اور کہتے ہیں کہ وہ ضرور عاشورا کا دن تھا۔ (اس میں کسی توضیح کی ضرورت نہیں۔ مصنف)

ترجمہ آیت ۵۲ ۔ اے رسول اُس وقت کو بھی یاد دلا دو کہ جب ہمنے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور تم اُن کے جانے کے بعد ایک بچھڑے کی پرستش کرنے لگے) حالانکہ تم اپنے اوپر ظلم جوت رہے تھے۔

تشریح آیت ۵۲ ۔ مفسرین کہتے ہیں کہ لفظ موسیٰ زبان عبرانی ہے اور دو کلموں سے مرکب ہے۔ مُو کے معنی پانی اور سیٰ کے معنی درخت کے ہیں اور اُن کا نام رکھنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب موسیٰ کی ماں کو اُن کی جان کا خوف تھا تو اُنہوں نے بحکم خدا ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈالدیا تھا دریا کی موجوں نے اُس صندوق کو بہاتے ہوئے درختوں میں جا پھینکا جو فرعون کے دروازے کے سامنے تھے تو فرعون کی بیوی آسیہ کی لونڈیاں نہانے کو آئیں اور

سے لکھتے ہیں۔

توضیح آیت ۵۲ ۔ واضح ہو کہ ذرا ذرا سے لفظوں کے ردوبدل میں مقاصد قرآنی کچھ کے کچھ ہو جاتے غور کرنے کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ کی ماں نے حضرت موسیٰ کو صندوق میں بند کر کے بہا دیا یہ مادر موسیٰ کا فعل خود اختیاری نہ تھا بلکہ حکم سے خدا کے ایسا کیا اور خدا کے حکم ہی سے وہ صندوق پھر زن فرعون آسیہ کی ایما سے دریا سے نکالا گیا اور مشیت خدا سے حضرت موسیٰ نے یا بوجہ نور نبوت کے حضرت موسیٰ نے کسی کافرہ عورت کا دودھ نہ پیا چنانچہ انتظام قدرت سے ایک غیر عورت کی طرح مادر موسیٰ رضاعت کے لئے بلا کر مقرر کی گئیں اور اس طرح حضرت موسیٰ اپنے دشمن اور خدا کے دشمن کے گھر میں اپنی ماں کی گود میں شیر مادر سے پرورش پا رہے ہیں اس سے صاف فضیلت کا ثبوت ہوتا ہے اور نیز یہ کہ خدا ئیتعالیٰ اپنے انبیاء اور اوصیاء کی جنکو اس نے ہدایت کے لئے مقرر کیا ہے اُن کی حفاظت اپنے ذمہ رکھا ہے اور اپنے اولیاء اور اوصیاء کی حفاظت کے لئے اُن کے ساتھ ساتھ رہتا ہے جب ہی تو غار ثور میں جس وقت یار غار حضرت ابو بکر بخوف کفار آہ و نالہ اور گریہ و بکا کرنے لگے اُس وقت رسولخدا ان کو سمجھاتے ہیں کہ خوف زدہ نہو رنج نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے وہ ہماری حفاظت کریگا یعنی رسولخدا کو کامل وثوق اور اعتقاد تھا کہ ہم نبی برحق ہیں اور انبیاء کی حفاظت خدا خود کرتا ہے اس لئے فرما رہے ہیں کہ تم ہمارے لئے نہ روؤ ہم نبی ہیں ہماری حفاظت خدا کے ذمہ ہے وہ خود ہماری حفاظت کریگا لیکن حضرت ابو بکر کسی طرح خاموش ہوتے ہی نہیں۔ بہر حال میری اس سے غرض یہ ہے کہ مفسرین نے حضرت موسیٰ کے واقعات کو اس طرح سے دکھلایا ہے کہ نہ تو اُس سے کوئی فضیلت نبوت ثابت ہوتی ہے نہ خدا کے تعلقات کا پتہ چلتا ہے کہ انبیاء اور اوصیاء کے ساتھ خدا تعالیٰ کے سلوک کیا ہوتے ہیں اس سے اسلام کی اور انبیاء اور اوصیاء کی عظمت اور مدارج اور خوبیوں کا جوہر نہیں کھلتا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ ابتداء ان سے ہوتی ہے اس لئے خدا ئیتعالیٰ بھی چالیس راتوں ہی کا ذکر کیا ہے اور یہ قمری مہینوں کا حساب ہے اور لکھتے ہیں کہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پہلے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا کہ توراۃ کے لئے چالیس رات کے کوہ طور پر آؤ اُس وقت حضرت موسیٰ کو وصی کی ضرورت ہوئی اسلئے کہ منبر نبوت ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہ چھوڑ سکتے تھے اور بغیر حکم خدا کسی کو اپنا وصی بھی مقرر نہ کر سکتے تھے اُس وقت خدا سے التجا کر کے

قوم سامری اور گوسالہ پرستی

کردیا تاکہ قوم پر بعد نبی کے ہدایت کو جاری رکھے (دیکھو پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت) پس جب موسیٰ چالیس راتوں کے لئے کوہ طور پر چلے گئے تو بنی اسرائیل کے پاس وہ زیورات اور کپڑے باقی تھے جو قبطیوں سے عاریت لئے تھے قارون نے اُن سے کہا کہ یہ زیورات اور کپڑے تم پر حلال نہیں اس لئے اُن کو جلا دو اور سامری نے جبرئیلؑ کے گھوڑے کے سم کے نیچے کی خاک لے لی تھی اُس نے اپنے پاس کے زیورات کا ایک بچھڑا بنایا اور اُس میں وہ مٹی ڈالدی وہ بچھڑا بولنے لگا تو اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ موسیٰ کا اور تمہارا معبود یہی تھا اور موسیٰ اس کو بھول کر کوہ طور پر چلے گئے تو بنی اسرائیل نے اُس کا کہا مان لیا اور اُس بچھڑے کی پرستش یا عبادت شروع کردی اسی کے بارہ میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اتنے بڑے سخت گناہ شرک اور کفر کے بعد بھی۔

ترجمہ آیت ۵۳ ۔ پھر اُس کے بعد ہی تم سے درگذر کیا تاکہ تم شکر کرو۔

ترجمہ آیت ۵۴ ۔ اے رسول اُس وقت کو بھی یاد دلاؤ جب موسیٰ کو کتاب توریت عطا کی اور حق و باطل کا جدا کرنے والا قانون تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

ترجمہ آیت ۵۵ ۔ اُس وقت کو بھی یاد دلاؤ) موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم تمنے بچھڑے کو پوجنا شروع کردیا (خدا) بنا کے اپنے اوپر ظلم کیا سخت تو اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اب تم اپنے خالق کے لئے توبہ کرو اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے کو قتل کر ڈالو تمھارے پروردگار کے نزدیک تمھارے واسطے یہی بہتر ہے پس جب تمنے ایسا کیا تو خدائیتعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول کی بیشک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔

تشریح آیت ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ ۔ (از حاشیہ مولوی فرمان علی صاحب) بنی اسرائیل کے دریا سے چھٹکارا پانے کے بعد خدا نے حضرت موسیٰ کو کہا تھا کہ تم ایک مہینہ کوہ طور پر آکر رہو تو تمھیں توریت عطا ہوگی تو حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارون کو اپنا نائب بنا کر کوہ طور پر تشریف لے گئے وہاں مرضی خدا ایک مہینہ کے عوض چالیس دن کی ہوگئی ادھر بہتیرے بنی اسرائیل نے سامری کے کہنے سے مٹی کے ایک بچھڑے کی مورت بنا کر پرستش شروع کردی حضرت ہارونؑ نے ہر چند سمجھایا کہ ایسا نہ کرو لیکن اس قوم نے ایک نہ سنا جب حضرت موسیٰ کوہ طور سے پلٹ کر آئے تو اپنی قوم کی حالت دیکھ کر سخت ناراض ہوئے آخر خدا کے حکم سے یہ سزا تجویز ہوئی کہ وہ سب آپس میں ملکر ایک دوسرے کو قتل کریں غرض بنی اسرائیل حکم خدا سے مجبور ہوئے غسل کیا کفن پہنے اور صحرا میں نکل گئے اور دو دو تو

اُن کے سر پر آموجود ہوئے اور ایک سیاہ گھٹا اُن کے سر پر چھاگئی تاکہ تاریکی کی وجہ سے اپنے بیگانے کی تمیز نہ ہوسکے اور رحم نہ آئے غرض دوپہر دن سے شام تک برابر قتل عام رہا اور ہزاروں کا وارا نیارا ہوگیا تب باقی لوگوں کی توبہ قبول ہوئی اور خطا معاف ہوئی۔

توضیح آیت ۵۳ و ۵۴ و ۵۵۔ واضح ہو کہ یہ سزا بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی کے کفر پر خدا نے تجویز کی جو کہ سخت سے سخت سزا ہے کہ اُس اندھیری گھٹا میں بیٹے نے باپ کو قتل کر ڈالا ہو یا باپ نے بیٹے کو یہ سزا بت پرستی کے جرم میں بنی اسرائیل امت موسیٰ کے لئے تجویز ہوئی تھی۔ واضح ہو کہ ختم المرسلین محمدؐ اور اُنکی امت بدرجہا موسیٰ اور اُن کی امت سے افضل اس لئے کہ سید المرسلین اور تمام نبیوں کے سردار اور ہادی تھے لیکن افسوس جب سورہ مدثر ترجمہ پر نظر ڈالتا ہوں تو لکھا پاتا ہوں۔ اے رسول تم بت پرستی چھوڑ دو اور کسی نے ترجمہ کیا ہے اے رسول کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے علٰحدہ رہو اسی کے مطابق حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری میں سورہ ہذا کے ترجمہ میں لکھدیا کہ اے رسول بت پرستی چھوڑ دو۔ معاذاللہ محمدؐ جیسا نبی جو کہ افسر الانبیاء ہے اُس کی نسبت ایسا کلمہ معاذاللہ لیکن مسلمان آنکھیں پھاڑ پھاڑ دیکھتے ہیں اور پرواہ نہیں کرتے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ کے سمجھ کی داد دینا چاہیئے۔ سبحان اللہ۔

ترجمہ آیت ۵۶۔ اُس وقت کو یاد کرو (جب موسیٰ کی قوم نے) موسیٰ سے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم اُس وقت تک تم پر ایمان نہ لائیں گے جبتک ہم خدا کو دیکھ نہ لیں اُس پر تمکو بجلی نے آکر گھیر لیا اور تم تکتے کے تکتے رہ گئے۔

تشریح آیت ۵۶۔ صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ خدا کہتا ہے بنی اسرائیل سے کہ تم میری نعمت کو یاد کرو جبکہ تمنے کہا تھا کہ اسوقت تک تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم خدا کو دیکھ نہ لیں گے تو اس پر بجلی نے تمکو ہلاک کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے میں نے تمکو زندہ کر دیا تو تم اپنی سرکشی سے توبہ کرو اور دائمی عذاب سے بچو اور اس واقعہ کے بارہ میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے بچھڑے کے پوجنے والوں کو یہ سخت سزا دی کہ تم آپس میں قتل ہو جاؤ تو اُس کے قبل یہ واقعہ ہوا اور اسحاق کہتے ہیں کہ جب موسیٰؑ کوہ طور سے لوٹے اور اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا تو اپنے بھائی ہارونؑ سے اور سامری سے جو کچھ کہنا تھا کہا اور بچھڑے کو جلا کر اپنی قوم سے ستر آدمی چن کر کوہ طور کی طرف لے گئے جب اُس طرف نکلے تو آدمیوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ تو اپنے رب سے سوال کر کہ وہ ہمکو اپنی آواز سنائے موسیٰؑ نے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے قبول کیا جب موسیٰؑ قریب طور پہونچے

قریب اگر اس میں داخل ہوگئے اور اپنی قوم کو بھی کہا کہ تم بھی چلے آؤ نہ ڈرو اور سنو جب اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرتا تو اُن کے ماتھے پر ایسی روشنی ہوتی کہ بنی آدم اُسکو دیکھ نہ سکتے اور اُن سب لوگوں نے اللہ کا کلام سنا جو کہ موسیٰ سے فرمارہا تھا اور قفال کہتے ہیں کہ یہاں جہرۃ سے مراد رویت قلبی ہے یعنی رویت عقلی یعنی آنکھ سے دیکھنا نہ سمجھا جائے (اسی کو نا سمجھی سے دیکھکر ایک گروہ دیدار خدا کا قابل ہوگیا) اور صاعقہ سے مراد مختلف ہیں کوئی کہتا ہے کہ اسکے معنی موت کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ بجلی آئی اور یہی قول قتادہ اور حسن بصری کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ لشکر بھیجے جس کی آہٹ سنتے تھے اور وہ دکھائی نہیں دیتے تھے جب اُن کی آہٹ پائی تو ایک دن میں اور رات میں مرگئے اور پھر مرنے کے بعد ہمنے جلا اُٹھایا۔

من وسلویٰ بنی اسرائیل پر نازل ہوا

ترجمہ آیت ۵۷۔ اور ہمنے تم پر ابر کا سایہ کیا اور تم پر من وسلویٰ اُتارا جو ستھری نفیس روزیاں تھیں دی ہیں اور ان لوگوں نے ہمارا تو کچھ بگاڑا نہیں مگر اپنے ہی اوپر ستم ڈھائے رہے۔

ترجمہ آیت ۵۸۔ جب ہمنے تم سے کہا کہ (اُس گاؤں (اریحا) میں جاؤ اس میں جہاں چاہو کھاؤ پیو اور فراغت سے کھاؤ پیو مگر دروازہ سے سجدہ کرتے ہوئے اور زبان سے حطۃ کہتے ہوئے ہوئے داخل ہو تو تمھارے لئے بہتر ہوگا تمھاری خطا بخشدی جائیگی اور نیکی کرنے والوں کی نیکی بڑھا دیں گے۔

تشریح آیت ۵۷ و ۵۸۔ صاحب تفسیر کبیر مَن معنی ترنجبین اور سلویٰ معنی جنگلی بٹیر وہ اسقدر اُن کے پاس آتے تھے کہ اُن کے لئے بہت کافی ہوتے تھے اُسی کی نسبت خدا فرماتا ہے کہ تمنے اپنے اوپر ظلم کیا یعنی ایسی نعمت کھو بیٹھے اور خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اس دروازہ سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور دروازہ سے حطۃ کہتے ہوئے داخل ہو اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ باب حطہ بیت المقدس کا ایک دروازہ ہے اس میں داخل ہونے کا اور سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور بعض لوگ حقیقی سجدہ مراد لیتے ہیں اور حطہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ عربی لفظ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا سوال حطہ ہے یعنی ہمارے گناہ معاف کئے جائیں اور مولانا فرمان علی صاحب کا فرمان ہے کہ جب بنی اسرائیل کو لیکر موسیٰ مصر سے نکلے تو خدا نے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ قوم عمالقہ سے لڑو گے تو سلطنت عطا کریں گے اس پر حضرت موسیٰ نے ہرچند اُبھارا مگر اُن کی ہمت نہ پڑی آخر اُسکی سزا میں چالیس ۴۰ برس تک بھٹکتے پھرے جب بہت پریشان ہوچکے تو حضرت موسیٰ نے دعا

تو وہ بھی موقوف ہوگیا خلاصہ یہ کہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے تنگی ہی کے زمانہ میں وفات پائی اُن کے بعد کئی پیغمبر ہوئے آخر حضرت یوشع بن نون کی فہمائش سے اُن لوگوں نے ملک عمالقہ پر حملہ کیا اور کئی شہر بھی فتح کئے مگر اُن کو حکم تھا کہ جب پہلے شہر کو فتح کرو تو حطہ یعنی بخشش کہتے ہوئے شہر کے دروازہ میں داخل ہو مگر ان لوگوں نے شرارت اور تمسخر سے حنطہ یعنی گیہوں کہنا شروع کیا غرض اس شرارت کی سزا میں انمیں طاعون آیا اور چوبیس ہزار آدمی مر گئے اور فتح کیا ہوا ملک ہاتھ سے نکل گیا۔ ابن شیبہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس آیت میں ہماری شان سفینہ نوحؑ اور باب حطہ کی ہے بنی اسرائیل میں دیکھو تفسیر درمنثور جلد اصہ مطبوعہ مصر اور دارقطنی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولخدا ؐ نے کہ علیؑ باب حطہ ہے۔ گناہوں کی بخشش کا دروازہ ہے جو شخص اس میں داخل ہو وہ مومن ہے اور جو شخص اس سے نکل گیا وہ نکل گیا دیکھو کتاب ارجح المطالب مولانا عبید اللہ صاحب امرتسری۔ حطہ کو حنطہ سے بدل دیا اسی کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے

ترجمہ آیت ۵۹ ۔ جو بات اُن سے کہی گئی اُسے شریروں نے بدل دیا اور دوسری بات کہنا شروع کیا تب ہمنے اُن کی شرارت کے بدلے میں آسمانی بلا نازل کی ۔

ترجمہ آیت ۶۰ ۔ وہ وقت بھی یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہمنے کہا اے موسیٰؑ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو (لاٹھی مارتے ہی) اس میں بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور سب لوگوں نے اپنے اپنے گھاٹ بخوبی جان لیا اور ہمنے عام اجازت دیدی کہ خدا ہی کی دی ہوئی روزی کھاؤ پیو اور فساد نہ کرتے پھرو۔

تشریح آیت ۵۹ و ۶۰ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ پانی مانگنے کا واقعہ جنگل کا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اُن پر بادلوں کو سایہ کیا تھا اور اُن پر من و سلویٰ اُتارا تھا اور کپڑے ایسے بنا دیئے کہ نہ میلے ہوں نہ پھٹیں اور اُن کو پیاس کا خوف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک پتھر سے پانی نکالا اور عصا میں اختلاف ہے کہ کس چیز کا تھا اور کیسا تھا اور کسقدر لمبا تھا اور ایک شاخ تھی یا دو شاخ تھی یہ کل بے بنیاد روایتیں ہیں ان کا ترک اولیٰ ہے اور وہ پتھر کیسا تھا یعنی ایک کوہ طور کا پتھر جس کو اپنے ساتھ اٹھائے پھرتے تھے اور وہ مربع تھا یا گول تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جنت سے آیا تھا آدمؑ کے ہمراہ پھر وہی پتھر اور عصا شعیبؑ کے پاس پہونچا پھر وہاں سے موسیٰؑ کو ملا اور یہ وہی پتھر تھا جس پر موسیٰؑ نے کپڑے اُتار کر رکھا تھا اور وہ لے بھاگا تو جبرئیل نے کہا کہ اے موسیٰؑ اس پتھر کو

پتھر کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور حسن بصری کہتے ہیں کہ کوئی خاص پتھر نہ تھا اور بارہ چشموں سے مراد یہ ہے کہ ایک قوم کے بارہ قبیلے تھے اس لئے بارہ چشمے خدا تعالیٰ نے نکالا تھا چونکہ من وسلویٰ پہلے آچکا تھا اس لئے کھاؤ کا لفظ پہلے آیا ہے اور مولوی فرمان علی صاحب لکھتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل نے جنگل میں من وسلویٰ چکھا تو پیاس کی شدت ہوئی اُس وقت بنی اسرائیل پھر موسیٰؑ کے پاس دوڑے اور کہا کہ اب ہمارے لئے پانی کی التجا کرو وہاں پانی کہاں آخر حکم خدا سے موسیٰؑ نے اپنی لاٹھی پتھر پر ماری اور اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے سب نے پانی پیا اور جب پانی کی ضرورت نہ رہی موسیٰؑ نے پھر اس پتھر پر اپنی لاٹھی ماری چشمے خشک ہو گئے اور چونکہ اس قوم کے بارہ قبیلے تھے اس وجہ سے خدا نے بارہ چشمے پیدا کر دیئے۔

توضیح آیت ۵۹ و ۶۰۔ ان بے دلیل باتوں سے خدائے تعالیٰ کے کلام کو کیا نسبت کہ عصا کس لکڑی کا تھا کس قدر لمبا تھا کتنا موٹا تھا اور اُس میں کتنی شاخیں تھیں اور وہ پتھر کتنا لمبا چوڑا تھا اور حضرت موسیٰؑ اُسکو اپنے اوپر لادے پھرتے تھے اور یہی پتھر حضرت موسیٰؑ کے کپڑے لے بھاگا تھا اور حضرت موسیٰ پاگل کی طرح ننگ دھڑنگ گالیاں بکتے اُسکے پیچھے بھاگے جاتے تھے اور پھر اسی کے مطابق کتاب بخاری میں حدیث بھی ڈھل گئی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ان باتوں سے کلام خدا کی کونسی وقعت ظاہر ہوتی ہے اور حضرت موسیٰؑ سے ایسے اخلاق سوز فعل صادر ہونے سے افراد اسلام کو کیا ہدایت اور تعلیم مل سکتی ہے پس واضح ہو کہ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں۔ اے لوگو نبی تو معصوم ہوتے ہیں اُن سے ایسے افعال کہ برہنہ ہو کر پتھر کے پیچھے دوڑیں عقل قبول نہیں کرتی۔ اصل صرف اتنی سی بات ہے کہ بنی اسرائیل بہت سرکشی کر رہے تھے خدا تعالیٰ کو ہر طرح سے حجت تمام کرنی تھی اور اپنے نبی موسیٰ کی عظمت اور اپنی قدرت ہر طرح سے اُن کو دکھا رہا تھا کہ لکڑی مارنے سے پتھر سے پانی نکل آئے نبی ہو تو کم از کم ایسا تو ہو اور اُسکے ہاتھ کے عصا میں اتنی تو قدرت ہو کہ ایک لکڑی مارنے سے بارہ چشمے پھوٹ پڑیں یا یہ کہ بنی اسرائیل کی قوم مثل پتھر کے تھی اور عصائے موسوی کی بدولت اُن میں بارہ قبیلے ایسے پیدا ہوئے کہ مثل چشموں کے اُن سے فیض جاری ہوئے اور بارہ قبیلے اور بارہ چشمے سے مراد خدا یہ تھی کہ ختم نبوت کے بھی بارہ اوصیا ہونیوالے تھے۔

ترجمہ آیت ۶۱۔ اُس وقت کو بھی یاد کرو (جب تم نے موسیٰؑ سے) کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم سے ایک ہی کھانے پر نہ رہا جائیگا تو اپنے پروردگار سے آپ ہمارے لئے دعا کیجئے کہ جو چیزیں زمین سے

جو ہر طرح بہتر ہے ادنیٰ چیز سے بدلنا چاہتے ہو تو کسی شہر میں اتر پڑو تمھارے لئے جو تم نے مانگا ہے سب موجود ہے اور ان پر رسوائی اور محتاجی کی مار پڑی ان لوگوں نے قہر خدا کی طرف پلٹا کھایا یہ اس لئے ہوا کہ وہ لوگ **خدا کی نشانیوں** سے (یعنی توحید نبوت اور امامت سے) انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو **ناحق شہید کرتے** تھے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ نافرمانی اور سرکشی کرتے تھے۔

ترجمہ آیت ۶۲

۶۲۔ بیشک مسلمانوں اور یہودیوں اور نصرانیوں اور لامذہبوں میں سے جو کوئی خدا اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے انہیں کے لئے ان کا اجر و ثواب ہے۔ اُن کے خدا کے پاس اور نہ (قیامت میں) اُن پر کسی قسم کا خوف ہوگا نہ وہ رنجیدہ دل ہوں گے۔

تشریح آیت ۶۱ و آیت ۶۲

۶۲۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں سے مراد یہاں منافقوں سے ہے جو بظاہر مسلمان تھے اور قوم حضرت موسیٰ کا نام یہودی اس لئے ہوا کہ یہود کے معنی حرکت کرنے کے ہے اور یہود چونکہ تلاوت قرآن کے وقت ہلا کرتے تھے اس وجہ سے یہ نام ہوا یا یہ کہ یہ لوگ یہودا ابن یعقوبؑ کی اولاد سے تھے اور نصاریٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ جو ان کے پیغمبر تھے شہر ناصرہ میں پیدا ہوئے تھے اور اس وجہ سے کہ ان کے حواریوں نے اپنے کو انصار اللہ کہا تھا اور صابئین معنی لامذہب ہے مراد وہ لوگ ہیں جو محض اپنی عقل کے پابند تھے اسی وجہ سے اس کا ترجمہ لامذہب کیا گیا ہے یا وہ لوگ مراد ہیں جو خدا کو چھوڑ کر ستارہ پرستی کرتے تھے اور صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ ابن عباس اور ابن جریر اور قتادہ ناقل ہیں کہ ناصریہ ایک قصبہ تھا جس میں حضرت عیسیٰ اترا کرتے تھے اس وجہ سے اس کی طرف منسوب ہوئے اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اس وجہ سے نصاریٰ کہلائے اور صابئین کے بارہ میں بہت سے اقوال ہیں مجاہد اور حسن بصری کا قول ہے کہ صابئین سے مراد مجوس اور یہود میں سے ایک فرقہ ہے کہ نہ اُن کا ذبیحہ کھانے کے لائق ہے اور نہ اُن کی عورتیں نکاح کے قابل ہیں اور قتادہ کہتے ہیں کہ کل دین پانچ ہیں چار شیطان کے لئے اور ایک رحمٰن کے لئے اور صابئین وہ گروہ جو ستارہ پرستی کرتے ہیں اور اُن کے دو عقیدے ہیں ایک یہ کہ خدا نے حکم دیا ہے کہ ستاروں

کہ اللہ تعالیٰ نے افلاک اور کواکب کو پیدا کر کے تمام عالم کے خیر و شر کے اور صحت و مرض کے مدبر یہی کواکب ہیں اور یہی خالق ہیں اس لئے بشر پر فرض ہے کہ ان کی تعظیم کرے کیونکہ مدبر معبود یہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان سب کو باطل فرماتا ہے سوائے توحید کے (اور توحید کامل جب ہی ہوگی جب توحید نبوت اور امامت کا اقرار دل سے کرے)

توضیح آیت ۶۱ و ۶۲ - ان باتوں سے مقصد اصلی صرف یہی ہے کہ وہ لوگ جو خدا کی نشانیوں سے یعنی توحید نبوت اور امامت سے انکار کرتے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے اُن پر رسوائی کی مار پڑی اب اُنہیں کے بارہ میں ارشاد ہوا کہ منافق اور یہودی اور نصاریٰ اور لامذہبوں میں سے جو کوئی بھی خدا پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرے اُنہیں کے لئے اجر و ثواب ہے پس واضح ہو کہ خدا پر ایمان لانا از روئے میثاق یہی ہے کہ توحید خدا اور نبوت محمدؐ اور امامت آل محمدؐ کا اقرار کرے اسی کو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے آیت آیندہ میں۔

ترجمہ آیت ۶۳ - اور وہ وقت یاد کرو جب ہمنے تعمیل (توراۃ) کا تم سے اقرار لیا اور ہمنے تمھارے سر پر طور سے (پہاڑ کو لاکر لٹکا دیا اور کہدیا کہ (توریت) جو ہمنے تمکو دی ہے اسکو مضبوط پکڑے رہو اور جو کچھ اس میں ہے اُس کو یاد رکھو تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

تشریح آیت ۶۳ - (از تفسیر کبیر) میثاق کے معنی عہد کے ہیں عبد الرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام خدا کے یہاں سے توراۃ کی تختیاں لیکر بنی اسرائیل کی طرف لوٹ کر آئے تو اُن سے کہا کہ ان تختیوں میں اللہ کی کتاب ہے تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ جب تک ہم خدا کو دیکھ نہ لیں اور اُس سے سُن نہ لیں کہ یہ میری کتاب ہے ہم ہرگز تیرا کہا نہ مانینگے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بجلی سے ہلاک کر دیا اور اُسکے بعد پھر اُن کو زندہ کر دیا اور پھر کہا کہ اللہ کی کتاب کو مانو پھر اُنہوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے سر پر طور پہاڑ کو رکھدیا اور کہا کہ مان جاؤ ورنہ کچل جاؤ گے اور مولوی فرمان علی صاحب کا فرمان ہے کہ جب یہودیوں کو توریت عطا ہوئی تو اُس کی ضخامت دیکھکر گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ ہم سے تو اس کا بوجھ نہیں اُٹھ سکتا اسقدر احکام کی تعمیل کیونکر ہوسکیگی خدا نے اُن کی تنبیہ کے واسطے کوہ طور اُن کے سر پر لٹکا کہ مانتے ہو کہ نہیں ورنہ ابھی کچلے جاؤ گے ۔۔۔ اُن لوگوں نے

توضیح آیت ۶۳ ۔ واضح ہو کہ میثاق سے مراد وہی میثاق الست ہے اور نہ اس کے بعد کوئی میثاق کسی سے لیا گیا اگر کسی بات کے لئے خدا تعالیٰ نے لوگوں کو تاکید کر کے اُن سے تعمیل کا اقرار بھی لیا ہے تو اُس کو میثاق سے کوئی نسبت نہیں میثاق تو صرف وہی ہے جو روز الست توحید باری اور نبوت محمدی اور امامت آل محمدؐ پر لیا گیا ہے اسی کو خداوند عالم لوگوں کو یاد دلا رہا ہے کہ دیکھو تم لوگ اُس عہد میثاق کو یاد کرو جو ہمنے تم سے لیا ہے اور اُنھیں احکام کی تعمیل میں یہ کتاب توریت بھی تمکو دی جا رہی ہے پس تم اپنے میثاق کو یاد کرو اور اُسی کے مطابق اس کتاب کو مضبوط پکڑو یعنی توحید نبوت اور امامت پر ایمان لاؤ تب تم پرہیزگار ہوگے۔ دیکھو پارہ اول میں پہلی آیت ہے الف لام میم میں اس سے مراد ہیں محمدؐ و آل محمدؐ اور اسی کے متعلق ثبوت ہو چکا ہے کہ یہی کتاب ہے ہدایت دینے والی متقیوں کی لہذا یہاں بھی خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کتاب کو مضبوط پکڑو تا کہ تم پرہیزگار بنو اصل یہ ہے کہ کوئی تو صرف توحید کا اعتقاد رکھتا نبوت اور امامت سے انکار کرتا اور کوئی توحید اور نبوت کو ایمان سمجھتا امامت سے انکار کرتا اور کوئی ایسے تھے جو توحید کے قائل بھی نہ تھے کوئی ستارہ پرستی اور کوئی بت پرستی کر رہے تھے پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ اپنے میثاق کو کیوں بھولے ہوئے ہو اُسی کو مضبوط پکڑو اور پرہیزگار بنو یہود و نصاریٰ توحید کے تو قائل تھے لیکن نبوت محمدیہ اور امامت سے انکار کرتے تھے اور مسلمانوں میں بھی بہت سے ایسے تھے کہ توحید نبوت کے تو ظاہراً قائل تھے لیکن امامت کے سخت مخالف تھے انہیں لوگوں کو خدا تعالیٰ عہد میثاق یاد دلا رہا ہے اور حکم دے رہا ہے کہ بغیر اس کے مضبوط پکڑے ہوئے تم پرہیزگار نہیں بن سکتے اور اسی عہد میثاق کے بارہ میں پھر تاکید ہو رہی ہے۔

عہد میثاق پر عمل کرنے کی تاکید

ترجمہ آیت ۶۴ ۔ پھر اس کے بعد تم اپنے (عہد و پیمان سے) پھر گئے پس اگر تم پر خدا کا فضل نہ ہوتا اور اسکی مہربانی نہ ہوتی تو تمنے سخت گھاٹا اُٹھایا ہوتا۔

تشریح آیت ۶۴ ۔ چونکہ اس آیت کا تعلق آیت بالا سے ہے لہذا اس آیت کی تشریح اور توضیح ہو چکی اب ضرورت نہیں۔

ترجمہ آیت ۶۵ ۔ اور اپنی قوم سے ان لوگوں کی حالت تو تم بخوبی جانتے ہو جو شنبہ کے دن اپنی حد سے گذر گئے (کہ باوجود ممانعت کے شکار کھیلنے نکلے) تو ہمنے اُن سے کہا

تشریح آیت ۶۵ ـ تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ لوگ حضرت داؤدؑ کے زمانہ میں دریا کے کنارہ پر مدینہ اور شام کے درمیان شہر ایلہ میں رہتے تھے اور وہاں قدرتاً ایک چشمہ تھا اُس چشمہ میں قدرتاً ہر سال میں ایک خاص مہینہ میں تمام مچھلیاں آکر جمع ہو جاتیں تھیں اور اس ماہ کے علاوہ اسی طرح ہر شنبہ یعنی سنیچر کے دن بھی جمع ہوتیں یہ اُنھیں کا ذکر ہے کہ اُس شہر کے رہنے والوں نے مچھلیاں پکڑنے کے لئے اور چشمہ کے پاس ایک حوض بنائی اُس حوض میں نالیاں لگا دیں تو مچھلیاں دریا سے اُن حوضوں میں گر گر کر جمع ہو جاتیں یہ لوگ اتوار کو جاکر مچھلیوں کو اُٹھا لاتے اسی طرح ایک زمانہ گذر گیا اُن کی اولاد نے بھی اپنے بزرگوں کی چلن کو نہ چھوڑا اور اس ذریعہ سے ان لوگوں نے خوب مال جمع کئے لہذا اس امر کے اوپر ممانعت آئی کہ تم لوگ سنیچر کو شکار مچھلیوں کا نہ کیا کرو لیکن چونکہ مال دنیا کمانے کا چسکا پڑ چکا تھا) اس وجہ سے یہ لوگ نہ مانے جس پر یہ عذاب نازل ہوا کہ وہ سب کے سب نہایت ذلیل بندر ہو گئے اور پھر بعد تین روز کے سب کے سب ہلاک ہو گئے مجاہد کہتے ہیں کہ اُن کی صورتیں مسخ نہیں ہوئیں بلکہ دل مسخ ہو گئے تھے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ بندر ہو جانے کے بعد تین روز زندہ رہے اور پھر سب کے سب مر گئے پھر خدا نے ایک ہوا بھیجی جس نے اُن سب کو اڑا لیجا کر دریا میں ڈال دیا اسی آیہ کے متعلق آیہ ذیل میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہمنے اس واقعہ کو۔

ترجمہ آیت ۶۶ ـ پس ہمنے اس واقعہ کو اُن لوگوں کے واسطے جن کے سامنے ہوا تھا اُن کیلئے اور جو اُن کے بعد آنے والے تھے اُن کیلئے عذاب قرار دیا اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے۔

توضیح آیت ۶۶ ـ چونکہ قوم نے نافرمانی کی نہ خدا کا حکم مانا نہ رسول کا اور اپنی کمائی کا ذریعہ سمجھتے ہوئے طمع دنیا کے لئے حکم خدا اور رسولخدا کو ہیچ سمجھا اُسپر عتاب نازل ہوا انسان سے بندر ہو کر فنا ہو گئے۔ مجاہد کے اس قول سے کہ صورتیں بندر نہیں ہوئی تھیں لیکن دل بندر ہو گئے تھے یہ کونسا فلسفہ اور کونسی منطق ہے دل کس طرح بندر ہوا اور اون کے دل نکال کر کس نے دیکھا اور یہ قول قول خدا کے بالکل خلاف ہے۔

شروع قصہ گائے

ترجمہ آیت ۶۷ ـ (اور وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگوں کو خدا کا تاکیدی حکم ہوتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمسے دل لگی کرتے ہو موسیٰ نے کہا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہل بنوں۔

ترجمہ آیت ۶۸ ـ تب وہ لوگ کہنے لگے (کہ اچھا) تم اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ ہمیں

بتا دے کہ وہ گائے کیسی ہو موسیٰ نے کہا بیشک خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بہت بوڑھی ہو
اور نہ بچھیا بلکہ اُن میں سے اوسط درجہ کی ہو غرض جو تمکو حکم دیا گیا ہے اُسکو بجا لاؤ۔

ترجمہ آیت ۶۹۔ تب وہ کہنے لگے تم اپنے خدا سے دعا کرو وہ ہمیں بتا دے کہ اُس کا رنگ آخر کیا ہو
موسیٰ نے کہا بیشک خدا فرماتا ہے وہ گائے زرد گہرے رنگ کی ہو کہ دیکھنے والے اُسکو دیکھکر خوش ہو جائیں

ترجمہ آیت ۷۰۔ تب کہنے لگے تم اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ ہمیں بتا دے کہ وہ اور کیسی ہو
گائے تو اور گایوں میں مل جل گئیں اور اب خدا نے چاہا تو ہم پتہ لگا لیں گے۔

ترجمہ آیت ۷۱۔ موسیٰ نے کہا خدا فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو اتنی سدھائی ہوئی ہو کہ زمین
جوتے اور نہ کھیتی سینچے بھلی چنگی یک رنگ کہ اُس میں کوئی دھبہ نہ ہو وہ بولے اب ٹھیک ٹھیک
بیان کیا غرض اُن لوگوں نے وہ گائے حلال کی حالانکہ اُن سے امید نہ تھی کہ وہ ایسا کرینگے۔

ترجمہ آیت ۷۲۔ اور جب تمنے ایک شخص کو مار ڈالا اور تم میں اس بات کے بابت پھوٹ
پڑ گئی (کہ ایک دوسرے کو قاتل بنانے لگا) اور تم جو چھپاتے تھے خدا کو اُس کا ظاہر کرنا مقصود
تھا پس ہمنے کہا کہ (گائے ذبح کرو) اُس گائے کا ٹکڑا لیکر اُسکی لاش پر مار دیویں خدا مُردے
کو زندہ کر دیگا۔ اور تمکو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے۔

تشریح آیت ۶۷ سے ۷۲ تک) صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ یہ بنی اسرائیل کے سزاؤں
کی دوسری قسم ہے ابن عباس اور سوائے ان کے دوسرے مفسرین سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل
میں سے کسی شخص نے اپنے کسی ایسے قرابتی کو قتل کر ڈالا کہ اگر وہ بغیر قتل کے مرجاتا تو یہ قاتل
اُس کا وارث ہوتا اور مال ہی کی طمع سے اُس نے اُسکو قتل کیا اور مقتول کو ایک چوراہے
میں ڈال دیا اور موسیٰ کے پاس جاکر خود مدعی بن بیٹھا کہ کسی نے میرے فلاں رشتہ دار کو
قتل کر دیا حضرت موسیٰ نے بہت تجسس وتلاش وتحقیقات قاتل کی تلاش میں کی لیکن کچھ سراغ
نہ لگا تو حضرت موسیٰ نے لوگوں کے کہنے سے خدا سے دعا کی تو اللہ نے وحی بھیجی کہ اللہ تمکو
ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے تو اس کو سنکر اُن کو تعجب ہوا اور پھر اُنھوں نے اس کے
بارہ میں سوال کرنا شروع کیا اور جواب ملتا رہا اور جب کافی جواب ملچکا تو ایسی گائے سوائے
ایک معین آدمی کے اور کسی کے پاس نہ تھی پس اُس شخص نے اصلی قیمت سے کئی گنا زیادہ قیمت
لیکر گائے دی تب اُنہوں نے اُسے لیکر گائے کو ذبح کیا تب موسیٰ نے حکم دیا کہ اس گائے کے کسی
عضو کا ایک ٹکڑا لیکر مقتول پر مارو [illegible]

بتا دیا۔ لیکن بعض مفسرین کا قول جناب مولوی فرمان علی صاحب نے اس طرح نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ایک عورت نہایت حسین اور خوبصورت تھی اُسکے پاس ایک شخص جسکا نام عامیل تھا اور بہت نیک اور مالدار تھا اُس نے شادی کا پیغام بھیجا اور عامیل کے چچازاد بھائی نے بھی پیغام دیا اُس عورت نے عامیل کے پیغام کو منظور کیا اور شادی ہوگئی اس پر اس کے چچازاد بھائی نے رشک وحسد میں ایک شب کو عامیل کو قتل کر ڈالا اور لاش کو دوسرے محلہ کی مسجد کے دروازے پر ڈالدیا اور صبح کو اُس کے قصاص کا دعویدار ہو کر حضرت موسیٰ کے پاس آیا بنی اسرائیل میں اس کا بڑا ہنگامہ ہوا ایک قبیلہ دوسرے کو مجرم بنا رہا تھا اُس وقت خدا کا حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کرکے اُسکے ایک ٹکڑہ گوشت کو مقتول کے اوپر مار دو وہ زندہ ہو کر خود بیان کردیگا لیکن بنی اسرائیل نے شرارت سے سوالات کرنے شروع کردیئے اور جواب ملتے گئے آخر تمام جواب سے ایک معین قسم کی گائے مقصود ہوئی اور اُس قسم کی گائے سوائے ایک آدمی کے اور کسی کے پاس نہ تھی اور وہ نہایت دیندار تھا اور محمدؐ وآل محمد پر درود بھیجا کرتا تھا (یعنی وہ عہد و میثاق کا حامل تھا) اور اپنے باپ کا بڑا مطیع تھا اس کے صلہ میں خدا نے ایک گائے کی قیمت اُسے اتنی دلوائی کہ حکم دیدیا کہ گائے کی کھال میں جسقدر سونا سموسکے غرض کہ اُن لوگوں نے بعد خرابی بسیار قیمت جمع کی اور ادا کی کہ تمام بنی اسرائیل مفلس ہوگئے اور بعد ذبح ایک گوشت کا ٹکڑا لیکر مقتول پر مارا کہ وہ زندہ ہوگیا اور اپنے چچازاد بھائی کا نام بتادیا اور پھر اُسکو دوبارہ زندگی عطا ہوئی اس پر معترضین کا اعتراض ہے کہ گوشت چھوا دینے سے مردہ کیونکر زندہ ہوگیا تو اسی طرح یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ ہزاروں برس کے مردے کیونکر جی اٹھیں گے لیکن خدا کی قدرت وہ جس طرح چاہے زندہ کرسکتا ہے۔ اصل تو حکم ہے یہ تو تمام اسباب ہوتے ہیں۔

توضیح آیت ٦٧ سے ٧٣ تک مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے بجید درست ہے لیکن ان تمام تفاسیر سے اصلیت کلام ربانی کا پتہ نہ چلا کہ مردے کے قاتل کی تلاش اور گرفتاری کے لئے گائے خدا نے کیوں ذبح کرایا کیا کوئی اور ذریعہ نہ تھا یا کوئی اسباب قاتل کی گرفتاری کے لئے ممکن نہ تھا میں عرض کرتا ہوں زندہ کرنا اور مار ڈالنا تو صرف اُسکے ایک حکم پر ہے لیکن اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ کوئی اسباب ظاہری بھی ساتھ لگا دیتا ہے اور وہ اسباب بھی کسی گناہ کی سزا یا کسی خیر کی جزا میں ہوتا ہے پس اصل اس واقعہ کی جو کچھ ہو جس کا کہ مفسرین میں اختلاف ہے لیکن

ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اُس گروہ میں ہوا ہے جو سامری کے بہکا دے سے بچھڑے
کی پوجا کر رہے تھے ہرچند ہدایت ہوئی لیکن اپنے فعل سے باز نہ آئے پس جبکہ مقتول کا پتہ
نہ لگا اور قوم نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ آپ دعا کرو کہ خدا تعالیٰ سے کہ مقتول کا پتہ بتا دے چونکہ یہ
فعل گوسالہ پرستی خدا کو ناگوار تھا جس کو خدا بنا کر پوج رہے تھے اسکے لئے خدا نے بصورت
عتاب اُن کو ایسا حکم دیا کہ جو اُن کے عقیدہ کے بالکل خلاف تھا لیکن چونکہ مقتول کا پتہ لگانا ان کو ضروری
تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اُن کو حکم دیا کہ اگر تم مقتول کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو جس طرح کی گائے کی تم پوجا
کرتے ہو اُسی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرو اور اُس کے گوشت کو مقتول پر مارو وہ زندہ ہو جائیگا میری
غرض ہے کہ زندہ ہو جانا مرجانا تو اُس کے حکم کے ماتحت ہے لیکن یہ گائے کے ذبح کا حکم دینا اُس
قوم کو صرف اس لئے تھا کہ وہ پوجا کر رہے تھے اُس گوسالہ پرستی کی اہمیت کو ذلیل کرانے کے لئے
خدا نے گائے ذبح کرا کر مقتول کو زندہ کرایا اور اس میں خدا کی کئی مصلحتیں تھیں اول یہ کہ گوسالہ پرستی
کو زائل کرنا۔ دوسرے وہ دولت جو قبطیوں سے بنی اسرائیل نے حاصل کی تھی جس پر بھولے ہوئے
تھے وہ ان سے چھیننا ان کی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے تیسرے اُس شخص کو نفع پہونچانا جو سچے
دل سے عہد و میثاق کا حامل تھا توحید نبوت اور امامت کا مستحکم عقیدہ رکھتا تھا اور محمدؐ وآل
محمدؐ پر درود بھیجتا تھا اُس کی امداد و اعانت مقصود تھی اس لئے گائے کو ذبح کا حکم دیا اور
اُس سے مقتول گرفتار ہوا خدا تعالیٰ کا کوئی فعل عبث نہیں ہوا کرتا پس معلوم ہوا کہ نہ قوم سامری
گوسالہ پرستی کرتی اور نہ خدا کے یہاں سے گائے کے ذبح کرنے کا حکم ہوتا واللہ اعلم اب اسی قوم
کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ

ترجمہ آیت ۷۴۔ پھر اس کے بعد تمہارے دل اسقدر سخت ہو گئے کہ مثل پتھر کے تھے یا اس سے بھی
سخت اور کرخت کیونکہ بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ اونسے نہریں جاری ہو جاتی ہیں بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ
اُن میں دڑار پڑ جاتے ہیں اور اُن میں پانی نکل پڑتے ہیں اور بعض پتھر تو ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے
خوف سے گر پڑتے ہیں اور جو کچھ تم کر رہے ہو خدا اس سے غافل نہیں۔

تشریح آیت ۷۴۔ مفسرین نے ارقام فرمایا ہے کہ یہ اُنھیں بنی اسرائیل اور قوم سامری
اور گوسالہ پرستوں کے قلوب کا حال خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ ایسے پتھر سے بھی سخت یعنی
بے حس قلوب رکھتے ہیں کہ ہرچند کہ ہدایات اور سرزنش اور بار بار عذاب سخت نازل ہونے پر

ترجمہ آیت ۷۴۔ (مسلمانو) تو کیا تم ان سے لالچ رکھتے ہو کہ وہ تمھارا سا ایمان لائینگے حالانکہ ان میں سے ایک گروہ ایسا تھا کہ خدا کا کلام سنتا تھا اور اچھی طرح سمجھنے کے بعد بھی اُلٹ پھیر کر دیتا تھا باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے۔

تشریح آیت ۷۴۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور صحابہ سے خطاب فرماتا ہے کہ تم یہود کے ایمان لانے کی توقع نہ رکھو اس لئے کہ تم جان چکے ہو کہ اُن کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں اور اُن کے باپ دادا ایسے تھے کہ اُنھوں نے اللہ کا کلام بلا واسطہ سنا اور پھر اُس کی تحریف کرنے لگے اور حق تسلیم نہ کیا۔

ترجمہ آیت ۷۵۔ اور جب اُن لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں تو (اُن سے) کہدیتے ہیں کہ ہم تو ایمان لا چکے ہیں اور جب ان میں سے بعض بعض سے تخلیہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جو کچھ خدا نے تم پر ظاہر کر دیا ہے کیا تم بتا دوگے تاکہ اُس کے سبب سے تمھارے خدا کے پاس غیر حجت لائیں۔

ترجمہ آیت ۷۶۔ تو کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے لیکن کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں جانتے کہ وہ لوگ جو کچھ چھپا رہے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں خدا سب کچھ جانتا ہے۔

ترجمہ آیت ۷۷۔ اور کچھ اُن میں ایسے ان پڑھ ہیں کہ وہ کتاب خدا کو اپنے مطلب کے سوا کچھ نہیں سمجھتے وہ فقط خیالی باتیں کیا کرتے ہیں۔

ترجمہ آیت ۷۸۔ پس وائے ہو اُن پر جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ خدا کے یہاں سے آئی ہے تاکہ اُس کے ذریعہ سے تھوڑی سی قیمت (دنیاوی) فائدہ کے لئے حاصل کریں پس افسوس ہے اُن پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں۔

ترجمہ آیت ۷۹۔ اور کہتے ہیں کہ گنتی کے چند دنوں کے سوا ہمیں آگ چھوئیگی بھی نہیں تو (اے رسول) تم ان لوگوں سے کہو کہ کیا تم نے خدا سے کوئی اقرار لے لیا ہے کہ وہ پھر اپنے اقرار سے خلاف ہرگز نہ کریگا یا بے سمجھے بوجھے خدا پر طوفان جوڑتے ہو۔

ترجمہ آیت ۸۰۔ ہاں سچ تو ہے جس نے برائی حاصل کی اور اُس کے گناہوں سے چاروں طرف سے گھیر لیا وہی لوگ تو دوزخی ہیں اور وہی لوگ تو اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح آیات ۷۴ سے آیت ۸۰ تک۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ یہود لوگ صاف باطن نہیں بلکہ دل میں کچھ رکھتے اور باہر ظاہر کچھ کرتے پھر اُن کے اسلام کی توقع کیوں کر

منافقین کے حالات

عباس سے مروی ہے کہ جب اہل کتاب کے منافقین محمدؐ کے اصحاب کے پاس جاتے تو اُن سے کہتے کہ جس چیز پر آپ ایمان لائے ہو اُس پر ہمارا بھی ایمان ہے اور آپ کا نبی سچا ہے اور اُس کی بات حق ہے ہماری کتاب توراۃ وغیرہ میں اس نبی کی تعریف و توصیف موجود ہے اور صداقت ثابت ہے لیکن جب آپس میں ہوتے تو اُن سے کہتے کہ تم اپنی آسمانی کتاب کے قانون کو مسلمانوں سے کیوں کہتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہود کے چار قسم کے چار گروہ بیان فرمائے ہیں یعنی ایک گروہ گمراہ جو اللہ تعالیٰ کے کلام کی تحریف کرتا ہو دوسرے منافقین تیسرے جو منافقین سے جھگڑتے ہیں چوتھے جو اَن پڑھ ہیں جن کا کام نری تقلید ہے اور یہ یہود یہ سمجھ رہے تھے کہ چالیس دن بچھڑے کی پوجا کی ہے اس لئے چالیس دن عذاب ہوگا پھر دوزخ سے نکال لئے جائیں گے اور یہ صفت بھی علماء یہود کی ہے کہ اپنے نفع دنیا کے لئے کتاب کو اُلٹ پلٹ کر بیان کرتے تھے یعنی رسولخدا کے صفات اور نشانیاں جو توراۃ وغیرہ میں لکھی ہیں اُس کو اُلٹ کر دوسرے طریقہ سے بیان کرتے مثلاً توراۃ میں رسولخدا کی صفات میں لکھا تھا کہ خوبصورت گھونگر والے بال گندم گوں سیاہ چشم میانہ قد اس کو ان لوگوں نے مٹا کر اُس کی جگہ لکھدیا کہ دراز قد کبود چشم سفید رنگ سیدھے بال کا کانا یعنی جو صفتیں دجّال کی ہیں وہ سب لکھدیں اُسی پر آیت نازل ہوئی ہے اور یہی بات مولانا فرمان علی صاحب نے بھی ارقام فرمائی ہے کہ علمائے یہود کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔

توضیح آیت از ۷۵ تا آیت ۸۲ ۔ واضح ہو کہ آیت ۷۴ تک خدائے تعالیٰ نے اُن بنی اسرائیل کے حالات ختم کر دیئے کہ اُن کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں اُس کے بعد آیت ۷۵ سے خدائے تعالیٰ نے منافقین اسلام کے حالات بیان کئے ہیں اور اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے رسول تم اس بات کے خواہشمند ہو کہ جس طرح مومنین ایمان لائے ہیں اُس طرح یہ بھی صاف دلی کے ساتھ ایمان لائیں اور وہ جب ایمان داروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لائے ہیں اور جب اپنے گروہ میں جاتے ہیں تو ویسی ہی باتیں کرتے ہیں اور پھر خدا بیان فرماتا ہے کہ دنیا کے تھوڑے نفع کے لئے کتاب خدا کو اُلٹ پلٹ کر بیان کرتے ہیں پس صاحب تفسیر کبیر تو ان تمام آیات کو یہود کے سر تھوپ کر علٰحدہ ہو گئے اور جو خطاب رسول سے ہو رہا ہے اُس میں صحابہ کو بھی شامل کیا ہے۔ بفرض محال اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ آیات علمائے یہود کے حق میں

منافقین کے حالات

ہے مثلاً اگر علمائے یہود نے توراۃ میں تحریف کی ہے تو نصاریٰ نے انجیل میں اور اکابرین اسلام نے قرآن میں لہذا جتنے حضرات کتب آسمانی کی تحریف کے مرتکب ہوئے وہ سب اس آیت کے ماتحت ہیں اب رہا یہ کہ یہ تمام آیات بتلا رہی ہیں کہ مومن اور منافق ایمان اور منافقت کا مقابلہ ہو رہا ہے کفر اور اسلام سے یہاں کوئی واسطہ نہیں یہود و نصاریٰ تو اسلام کے خلاف ہو کر کافر ہو گئے اُن سے کوئی مطلب نہیں البتہ اُن میں جو ظاہری ایمان لائے اور اسلام قبول کر چکے تھے وہ البتہ اس آیت کے تحت میں نہیں آسکتے۔ بہرحال یہود و نصاریٰ جو اسلام کو قبول کر چکے ہیں لیکن ایمان اون کے درست نہیں اُنھیں کے حالات خدا یتعالیٰ بیان کر رہا ہے پس واضح ہو کہ رسولخدا کی بڑھتی ہوئی قوت دیکھکر سیکڑوں یہودیوں نصرانیوں اور بت پرستوں نے اسلام قبول کرلیا لیکن ایمان اُن کا درست نہ تھا اُنہیں مسلمانوں کے خدا یتعالیٰ نے اس قرآن میں درجے مقرر کئے ہیں۔ دیکھئے مسلمانوں کے درجے۔ مومن۔ منافق۔ مرتد۔ مضل اور مشرک۔ انہیں الفاظ سے اپنی اس کتاب میں خدا یتعالیٰ نے خطاب فرمایا ہے کہیں مومنین سے خطاب ہے اور کہیں منافقین سے۔ کہیں مرتدین سے خطاب ہے تو کہیں مشرکین اور مضلین سے لیکن تھے یہ سب کے سب مسلمان ان میں کوئی کافر نہ تھا کفار کی گمراہی اور منافقت اور ارتداد کا ذکر کرنا ہی عبث ہے وہ تو صاف اور کھرے کافر ہو کر علٰحدہ ہو گئے اب رہی آسمانی کتاب کی تحریف تو جس طرح توراۃ میں تحریف کرنے والا مجرم اسی طرح انجیل کا اور اوسی طرح قرآن کا بس جن مسلمانوں نے دنیا کے نفع کے لئے آیات قرآنی کے مقاصد کو ردّ و بدل کر ڈالا چاہے وہ مسلمان ہو یا صحابی ہو یا نبی زادہ ہو جس نے قرآن میں تحریف کی چاہے لفظی ہو یا معنوی یا ترتیبی وہ یقینی اس آیت کے ماتحت ہو سکتا ہے اور یہ تو ضروری ہے کہ رسولخدا کے زمانہ بعثت میں جسقدر بھی مسلمان ہوئے ہیں وہ یہودی تھے یا نصاریٰ یا بت پرست یا ستارہ پرست لیکن اُنہیں میں سے مومن بھی ہو گئے منافق بھی ہو گئے مرتد بھی اور گمراہ بھی ہوئے مشرک بھی ہوئے اور تحریف تو تحریف جس نے قرآن کو جلوا ڈالا ہو اُسکو کیا اس آیت سے علٰحدہ سمجھتے ہیں یا وہ مستثنٰے ہو سکتا ہے ہرگز نہیں دیکھو مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۶۴ سطر ۸ سے سطر ۱۳ تک مطبوعہ نظامی دہلی صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ جب اپنے موافق قرآن جمع کرا چکے تو دوسرے نسخوں کو جلانے کا حکم دیدیا کس نے جلوایا نام اُسی کتاب میں موجود ہے دیکھو تاریخ اعثم کوفی مطبوعہ یوسفی دہلی صفحہ ۲۳۱ اور بخاری شریف پارہ ۲۰ فضائل جمع قرآن پس ان منافقین کے حالات

ترجمہ آیت ۸۱ ۔ جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے اچھے کام کئے ہیں وہی لوگ جنتی ہیں اور یہی لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

توضیح آیت ۸۱ ۔ چونکہ یہ آیت مفسرین کے نزدیک تفسیر کی محتاج نہ تھی مقصد صاف ہے کہ جنت مومنین کے لئے ہے اور وہی ہمیشہ جنت میں رہیں گے اب دیکھنا اور سمجھنا اس بات کا ہے کہ یہ خطاب مومنین سے ہے مسلمین سے نہیں ہے۔ اور مومن کی تعریف یہ ہے کہ توحید، نبوت اور امامت پر جس پر کہ میثاق لیا گیا ہے اُس کے مطابق اعتقاد رکھے اور اُسی کے مطابق اعمال صالح یعنی روزہ نماز اور حج و زکوٰۃ ادا کرے اور جہاد کرے تب وہ مومن ہے اور انہیں مومنین کی تعریف بمقابلہ منافقین کے کی ہے۔ اب پھر بنی اسرائیل کے عہد و پیمان کا حال بیان کر رہا ہے۔

ترجمہ آیت ۸۲ ۔ (اور وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لیا تھا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور قربت داروں سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے اچھا سلوک کرنا لوگوں کے ساتھ اچھی طرح سے نرمی سے باتیں کرنا اور برابر نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا پھر تم میں سے تھوڑے آدمی کے سوا (سب کے سب) پھر گئے اور تم لوگ ہو ہی اقرار سے منہ پھیرنے والے۔

تشریح آیت ۸۲ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ یہ یہود کی چوتھی قباحت کا بیان ہے یعنی خدا سے عہد کر کے پھر پلٹ گئے اور اس آیت میں اُن سات باتوں کا بیان ہے جس کا کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو مکلف کیا تھا ۱۔ سوائے خدا کے کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا ۲۔ ماں باپ سے سلوک کرنا ۳۔ رشتہ داروں سے سلوک کرنا ۴۔ یتیموں سے سلوک کرنا ۵۔ مساکین سے سلوک کرنا ۶۔ لوگوں سے اخلاق کے ساتھ گفتگو کرنا ۷۔ نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کرنا۔ اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ والدین کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ اُنہیں اتنی بھی تکلیف نہ دو کہ وہ تم سے کچھ مانگیں اور اُن کی آواز پر آواز بلند نہ کرو اور اُن کی طرف بدنگاہ سے نہ دیکھو اگر وہ تم کو ماریں تو اُس کے جواب میں کہدو کہ خداوندا تو انہیں بخشدے اور اگر وہ تنگ کریں تو اُف نہ کرو اور ایک روایت میں ہے کہ مسکین تین چیزیں ہیں ایک وہ مسجد جو محلہ میں ہو اور اُس میں کوئی نماز نہ پڑھے دوسری وہ قرآن جو گھر میں ہو اور اُسکی تلاوت نہ ہو تیسرے وہ عالم جو کسی قوم کا ہو اُس سے لوگ مسائل دین نہ حاصل کریں۔

ترجمہ آیت ۸۳ [illegible]

کہ آپس میں خونریزیاں نہ کرنا اور نہ اپنے لوگوں کو شہر بدر کرنا تو تمنے اور تمھارے بزرگوں نے اقرار کر لیا تھا اور تم بھی اُسکی گواہی دیتے ہو۔

ترجمہ آیت ۸۵ ۔ پھر وہی تملوگ ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو اور اپنوں میں ایک جتھے کے ناحق حمایتی بن کر دوسرے کو شہر بدر کرتے اور اگر وہی لوگ تمھارے پاس قیدی بن کر آویں تو تاوان ادا کرکے چھوڑا لیتے ہو حالانکہ اُن کا نکالنا ہی تمپر حرام کیا گیا ہے تو پھر کیا تم بعض باتوں پر ایمان رکھتے ہو اور بعض پر نہیں (یعنی انکار کرتے ہو) اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں اُن کی سزا اسکے سوا کچھ نہیں کہ زندگی بھر کی رسوائی اور آخر کار قیامت کے دن بڑے سخت عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں اور جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اُس سے خدا غافل نہیں ہے۔

ترجمہ آیت ۸۶ ۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کے بدلے دنیا خرید لی پس اُن کے لئے عذاب ہی میں تخفیف ہوگی اور نہ وہ کسی طرح مدد کئے جائیں گے۔

تشریح آیت ۔ ۸۴ و ۸۵ و ۸۶ ۔ صاحب تفسیر کبیر و تفسیر حسینی ناقل ہیں کہ یہ تمام آیات یہود و نصاریٰ کی تنبیہ اور اُنھیں کے حالات میں خدائیتعالیٰ نے بیان کیا ہے جو کہ آپس میں خونریزیاں اور فساد کرتے پھرتے تھے اور اُنہیں کو خدائیتعالیٰ خبر دیرہا ہے کہ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن سخت عذاب کی طرف لوٹا دیگا اور کسی قسم کی تخفیف نہ ہوگی اور نہ وہ کسی طرح مدد کئے جائینگے۔

توضیح آیت ۸۱ سے ۸۶ تک بقول مفسرین یہ تمام آیات یہود بنی اسرائیل کے حق میں ہے لیکن واضح ہو کہ یہ وہ یہود ہیں جنکی تنبیہ ہو رہی ہے یہ وہ ہیں کہ ہدایت محمدیہ سے سرفراز ہو کر اسلام قبول کر چکے ہیں اب وہ یہود نہیں بلکہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور یقیناً دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں لیکن درحقیقت وہ اسلام پر اور کتاب خدا پر یعنی قرآن پر اور خدا کے رسول پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ اُسکے خلاف کارروائی کرتے رہتے ہیں اور فساد پھیلاتے رہتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں انہیں کے متعلق فرماتا ہے کہ ہمنے تم سے ہر بات کا عہد کرا لیا تھا لیکن پھر تم پلٹ گئے اور تم لوگ ہو ہی اقرار سے منھ موڑنے والے یعنی تملوگ وہی ہو کہ جو عہد میثاق سے منھ موڑ چکے ہو نہ تو تم توحید کے قائل ہو۔ اور نہ نبوت کے اور نہ امامت کے پس واضح ہو کہ یہ تمام آیات اُنھیں یہود مسلمانوں کے حق میں ہیں جو کہ اسلام قبول کر کے منافقت کرتے تھے۔ اور اب جبکہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں اُن کو یہود کہنا ہی بے انصافی ہے اور اصلیت پر پردہ ڈالنا ہے

ترجمہ آیت ۸۵ ۔ اور یہ تحقیقی بات ہے کہ ہمنے موسٰیؑ کو کتاب (توریت) دی اور اُن کے بعد بہت سے پیغمبروں کو اُن کے قدم بقدم لے چلے اور مریم کے بیٹے عیسٰیؑ کو واضح اور روشن معجزے دیئے اور پاک روح (جبریل) سے اُن کی مدد کی کیا تم اسقدر بد دماغ ہو گئے ہو کہ جب کوئی تمھارے پاس تمھاری نفسانی خواہش کے خلاف حکم کوئی لیکر آیا تو تم اکڑ بیٹھے پھر تمنے بعض پیغمبروں کو جھٹلایا اور بعض کو جان سے مار ڈالا۔

تشریح آیت ۸۵ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ اگلی کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ موسٰیؑ سے عیسٰیؑ علیہ السّلام تک لگاتار پیغمبر ہوتے چلے آئے اور وہ یہ ہیں یوشعؑ۔ شموئیلؑ۔ شمعونؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ شعیاؑ ارمیاؑ۔ عزیرؑ۔ حزقیلؑ۔ الیاسؑ۔ الیسعؑ۔ یونسؑ۔ ذکریاؑ۔ یحیٰیؑ وغیرہم۔ منقول ہے کہ عیسٰیؑ سریانی زبان میں الیسوع ہے اور مریمؑ کے معنی خادم کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مریم کے معنی ایسی عورت کے ہیں جس کا اکثر خلط ملط مردوں سے ہو جیسے کہ عربی میں زیر اوس مرد کو کہتے ہیں جو عورتوں سے خلا ملا رکھے اور بینات سے مراد یا معجزہ ہے یا انجیل یا دونوں اور یہی قوی معلوم ہوتا ہے۔ اور قدس سے مراد اللہ اور روح القدس سے مراد روح اللہ ہیں جیسے بیت اللہ اور یا مطلق پاکی کے معنی ہیں تو اس سے مراد وہ اسم ہے جس سے عیسٰیؑ مردوں کو جلایا کرتے تھے اور بقول ابن عباس اور سعید بن جبیر کے روح القدس سے مراد انجیل ہے یا اُن کی اپنی پاک روح یا جبریل مراد ہیں۔

الہامی نوٹ ۱۱ آیت ۸۵ ۔ کتاب سے مراد قرآن ناطق محمدؐ و آل محمدؐ۔ اور وہی مراد بینات سے ہے یعنی نشانیاں نبوت و امامت اور روح القدس سے مراد علیؑ ہے۔

توضیح آیت ۸۵ ۔ اکثر احادیث سے بھی پایا جاتا ہے دیکھو الف لام میم کی تفسیر کتاب سے مراد محمدؐ و آل محمدؐ ہیں اور بینات سے مراد نشانیاں اور وہ نشانیاں نبوت اور امامت ہیں دیکھو حیات القلوب حصّہ چہارم فصل امامت اور روح القدس سے مراد علیؑ ہیں اور اصول کافی میں صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں کہ روح القدس سے مراد ہم ہیں محمدؐ و آل محمدؐ جس کی اکمل فرد محمدؐ و علیؑ ہیں اور یہ تحقیق ہے قول امام جعفر صادقؑ سے اور اس میں بھی شک نہیں کہ علیؑ ہی ہر انبیاء کی مددگاری کرتے رہے ہیں دیکھو حدیث رسولخداؐ فرماتے ہیں کہ علیؑ تم وہ ہو کہ تمام انبیاء سلف کی غائبانہ مدد کرتے رہے اور میری مدد ظاہرا پس روح القدس سے مراد محمدؐ و آل محمدؐ کی اکمل فرد علیؑ ہیں۔ اور دوسری حدیث سے ظاہر ہے کہ روح القدس سے مراد وہ آواز ہے جو بلا واسطہ ملائک انبیاء پر آتی تھی

دلیل نبوت محمدؐ و امامت آل محمدؐ اور علیؑ کی مدد کا انبیاء کی

تھے وہ مخفی احکامات جن کو سوائے نبی برحق کے کوئی جان نہ سکے اس آواز کے ذریعہ اپنے نبیوں کو واقف کرتا رہا۔ چونکہ موسٰیؑ اور عیسٰیؑ پر کتابیں توریت اور انجیل نازل ہوئی ہیں اسلئے لوگوں نے اُسی کتاب کو مقصد قرار دیدیا۔

ترجمہ آیت ۸۶ ۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے بلکہ اُن کے کفر کی وجہ سے خدا نے اُن پر لعنت کی ہے پس کم ہی لوگ ایمان لائے ہیں۔

تشریح آیت ۸۶ ۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ اس میں تین وجہ ہے اول یہ کہ غلاف کی طرح خالی ہیں دوسرے یہ کہ بند ہیں اس میں دعوت اسلام اثر نہیں کر سکتی تیسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہدایت سے بھرے ہوئے ہیں پھر اُن پر غلاف چڑھا دیا گیا ہے کہ اب کسی اور ہدایت کی اُن کو ضرورت نہیں اور یہ اخیر وجہ اولیٰ معلوم ہوتی ہے اور سباق آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بہت کم ہیں جو ایمان لائے ہیں اس سے حقیقتاً یا تو قلت ایمان مراد ہے اور یا بالکل نفی مقصود ہے اور مولانا فرمان علی صاحب فرماتے ہیں کہ مطلب یہ تھا کہ کفار کہتے تھے کہ گویا ہمارے دل کئی تہوں کے اندر ہیں اس وجہ سے ہمپر تعلیم و ہدایت کا اثر نہیں ہو سکتا خدا نے اُن کفار کے جواب میں فرمادیا کہ اے کافرو تمپر پھٹکار ہے۔

ترجمہ آیت ۸۷ ۔ اور جب ان کے پاس خدا کی طرف سے کتاب آئی (یعنی قرآن) اور وہ اُس کتاب (توریت) کی جو ان کے پاس تھی تصدیق بھی کرتی ہے اور اُس کے پہلے (اسی امید پر) کافروں پر فتح یاب ہونے کی دعائیں کیا کرتے تھے پس جب اُن کے پاس وہ چیز آئی جسے وہ پہچانتے تھے تو لگے انکار کرنے پس کافروں پر خدا کی لعنت ہے۔

تشریح آیت ۸۷ ۔ صاحب تفسیر کبیر اور صاحب تفسیر حسینی لکھتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن ہے اور وہ تصدیق کرنے والا ہے توریت کا جو ان کے پاس آئی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ کہ لڑائی کے وقت مشرکین عرب سے یہود کہا کرتے تھے کہ نبی آخرالزمان کا وقت آگیا وہ ہمکو مدد دینگے یا یہ کہ یہود ہمیشہ لڑائی کے وقت دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ نبی امیؐ کی طفیل سے تو ہمکو مدد دے اور یَعۡرِفُوۡنَ سے مراد یہ ہے کہ یہود حقیقت محمدیہ کو خوب جانتے تھے لیکن ضد سے انکار کرتے تھے اُنھیں کے اوپر خدا کی لعنت کی ہے اس میں تعلیم اخلاق بھی ہے کہ کسی کو مخاطب کر کے کافر نہیں کہنا چاہیئے کہ تو کافر ہے اور تجھپر لعنت ہے بلکہ جو کافر ہے اُس پر خدا کی لعنت ہے

(کتاب توریت کی) جو اُن کے پاس ہے۔ پس واضح ہو کہ تفسیر ظاہری سے مراد یہ ہو سکتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب اُن کے پاس قرآن آئی اور اُس میں اُنہوں نے احکام اطاعت نبی آخر الزمان اور امامت علیؑ مرتضیٰ کے منافقین نے دیکھے تو لگے انکار کرنے باوجودیکہ نبوت اور امامت پر میثاق اٹھا چکے تھے اُسی کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ انکار ان کا بالکل ناجائز ہے اس لئے کہ یہ سب کچھ جانتے ہیں اور اقرار بھی کر چکے ہیں اور اُنہیں باتوں کی قرآن تصدیق کر رہا ہے اور توریت اور انجیل سے بھی تصدیق ہوتی ہے پھر نبوت اور امامت سے کیوں انکار ہے اور یہ اسقدر جانتے تھے کہ لڑائیوں میں انہیں محمدؐ و آل محمدؐ کے ذریعہ فتح کی دعائیں مانگتے تھے اور جب نبوت اور امامت کی پیروی کا وقت آیا تو لگے انکار کرنے اُنہیں کے اوپر خدا نے لعنت کی ہے یہ اُنہیں یہود کا ذکر ہے جو اسلام قبول کر چکے ہیں کلمہ پڑھ چکے ہیں۔ پس واضح ہو کہ جس نے مسلمان ہو کر اطاعت رسول یا اطاعت امام سے انحراف کیا وہی کافر ہے اور اُسی پر خدا کی لعنت ہے۔

ترجمہ آیت ۸۸۔ کیا ہی بُرا ہے وہ کام جس کے مقابلہ میں اتنی بات پر وہ لوگ اپنی جانیں بیچ بیٹھے ہیں کہ خدا اپنے بندوں سے جس پر چاہے اپنی عنایت سے کتاب نازل کیا کرے اس رشک سے جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے سب کا انکار کر بیٹھے پس اُن پر غضب بر غضب ٹوٹ پڑا اور کافروں کے لئے بڑی رسوائی کا عذاب ہے۔

تشریح آیت ۸۸۔ صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ خریدا اور بیچا گویا اپنے زعم میں اُنہوں نے اپنے اعمال قبیحہ کو اعمال صالحہ سمجھکر عذاب الٰہی سے اپنی جانوں کو اپنے خیال کے مطابق نجات دلوادی اور یہی خریدنا ہے۔ یا اپنی جانیں بیچکر اُن کے بدلے میں کفر لیا اور پہلا غضب یہود پر اس لئے ہوا کہ اُنہوں نے حضرت عزیرؑ پیغمبر کو خدا کا بیٹا کہا اور کئی انبیاء کرام کو قتل کیا عیسیٰ کی تکذیب کی اُن کو سولی پر چڑھایا اور دوسرا غضب یہ ہے کہ اُنہوں نے محمدؐ کی تکذیب کی اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کوئی انبیا کی تکذیب کریگا اور مخصوص محمدؐ کی اُس کی یہی سزا ہے۔

الہامی نوٹ ۲ آیت ۸۸ ۔ یہ منصب امامت علیؑ ہے اور یہ منکرین امامت ہیں۔

توضیح آیت ۸۸ ۔ واضح ہو کہ وہ چیز جو خدا نے اپنی عنایت سے اپنے بندے کو عطا کی وہ امامت ہے اور اسی امامت کے انکار پر یہ مسلمان اپنی جانیں بیچ بیٹھے ہیں۔ اور یہ سب صرف رشک و حسد کا باعث ہے کہ نبوت اور امامت [illegible]

دیکھو الفاروق بحوالہ طبری مکالمہ حضرت عمر اور ابن عباس پس واضح ہو کہ یہ آیت خاصکر منکرین امامت کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ جان بیچے بیٹھے ہیں یعنی دوزخ کی آگ گوارہ کرلیا لیکن علیؑ کو اور آل محمدؐ کو مسند امامت پر دیکھنا اور اُن کی پیروی کرنا منظور نہ کیا اور آئندہ آیات میں بھی انہیں منکرین امامت کے حالات خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے لیکن مترجمین اور مفسرین نے مقصد آیات قرآنی کو ایسا بدلا کہ اصلیت سے دور ہو کر رہ گئے اور اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام سے منصب امامت مفقود ہو گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آیات آئندہ سے خلاصہ مقصد حاصل ہو گا اور قلب میں روشنی پیدا ہو جائیگی

ترجمہ آیت ۸۹۔ اور جب اُن سے کہا گیا کہ جو (قرآن) خدا نے نازل کیا ہے اوس پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے کہ ہم تو اس کتاب توریت پر ایمان لائے ہوئے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے اور اس کتاب (قرآن) کو جو اُس کے بعد آئی ہے نہیں مانتے حالانکہ وہ قرآن) حق ہے۔ اور وہ اسکی تصدیق کرتی ہے (توریت کی) جو اُن کے پاس ہے اے رسول اُن سے پوچھو کہ جب تم اور تمھارے بزرگ اگر ایماندار تھے تو نبیوں کو کیوں قتل کرتے تھے سابق میں۔

ترجمہ آیت ۹۰۔ اور تمھارے پاس تو موسیٰ واضح اور روشن معجزے لیکر آئے تھے۔ پھر بھی تمنے بچھڑے کو خدا بنا ہی لیا اور اس سے تم اپنے ہی اوپر ظلم کرنے والے تھے۔

تشریح آیت ۸۹ و ۹۰۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ یہود قرآن پر ایمان نہیں لائے تھے اس لئے جس نبی کی کتاب پر یہود کو ایمان لانے کا دعوٰی تھا یعنی موسیٰ کی کتاب توریت پر تو اُن کے الزام کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس قصہ کو لوٹایا یعنی تم اپنے اولوالعزم انبیاؤں سے بھی تو ایسی ہی حجتیں کرتے رہے اور واضح اور روشن معجزے اور صحیح دلائل دیکھنے پر بھی ایمان نہ لائے اور خلاف کیا تھا کہ موسیٰ کے وقت ہی میں موسیٰ کے پیچھے بچھڑے کی عبادت کرنے لگے اور اُس کی عبادت کا ایسا رنگ جما کہ زبردستی کوہ طور تمھارے اوپر لٹکایا گیا تب بھی تمنے جان کے ڈر سے فقط زبان ہی سے اقرار کیا لیکن دل سے منکر ہی رہے ایسا ایمان کس کام کا۔

توضیح آیت ۸۹ و ۹۰۔ بقول مفسرین و مترجمین کہ یہ لوگ یہودی ہیں اور یہودیوں کے حق میں یہ آیات ہیں۔ میں بھی کہتا ہوں کہ یہودی نصاریٰ اور بت پرست اور ستارہ پرست سب ہیں لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمان ہو چکے حکم کا اقرار کر چکے ہیں محمدؐ کو جان چکے ہیں قرآن

اثبات امامت اور منکرین امامت کے حالات

نازل کیا ہے یعنی امامت اُس پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے ہم تو نبوت پر ایمان لائے ہوئے ہیں جو ہم پر نبوت نازل کی گئی ہے اور یہ امامت تو اُس کے بعد آئی ہے ہم اس پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ وہ امامت حق ہے اور جس کی کہ نبی خود تصدیق کرتا ہے۔ اے رسول تم ان سے پوچھو تو کہ جب تم اور تمھارے بزرگ توریت کے ایسے جاننے والے تھے تو سابق نبیوں کو کیوں قتل کیا اور تم لوگ وہی ہونا کہ تمھارے پاس تمھارے نبی موسیٰ روشن معجزے اور نشانیاں لیکر آئے تھے پھر بھی تمنے بچھڑے کو خدا بنا ہی لیا تم تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہو ہی اس لئے تمھارے نزدیک امامت سے انکار کر دینا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اور واضح ہو کہ جب اُن سے کہا گیا کہ جو خدا نے نازل کیا ہے اُس پر ایمان لاؤ یعنی امامت اور ولایت علیؑ پر یہ ترجمہ دو وجہوں سے ہوا ایک تو نوٹ الہامی دوسرے امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ فرمایا رسولخداؐ نے ما اُنزل سے مقصود ولایت یعنی امامت علیؑ ہے دیکھو بحار الانوار جلد ۷ باب جوامع تاویل ما نزل صفحہ ۲۴۲ اور پھر دیکھو تفسیر برہان جلد ۲ صفحہ ۱۰۵ اور تفسیر سورۂ اعلیٰ بحوالہ کافی حضرت امام جعفر صادقؑ سے کلام پروردگار میں ما نُنزل اور ما اُنزل اور ما اَنزل اور ما نزلنا ما نزل سے مقصود ولایت اور امامت ائمہ علیہم السّلام ہے پس واضح ہو کہ یہ جسقدر آیات ہیں سب منکرین امامت یعنی منافقین کے حق میں ہیں چاہے وہ یہودی سے مسلمان ہوئے یا نصاریٰ سے یا بت پرستی سے یا ستارہ پرستی سے خلاصہ یہ کہ جن کے حق میں یہ آیات ہیں وہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے صرف بانی اسلام قبول کر لیا ہے اور اُنھیں کے بارہ میں پھر ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ آیت ۹۱ - اے رسول اُن کو وہ بھی یاد دلا دو) کہ جب ہمنے تم سے عہد لیا (اور تمھاری عہد شکنی) پر ہمنے کوہ طور کو تمھارے سر پر لٹکا دیا۔ اور ہمنے کہا کہ یہ کتاب (توریت) جو ہمنے دی ہے اسے مضبوطی سے پکڑو اور (جو کچھ اس میں ہے) سنو تو کہنے لگے سنا تو (لیکن) ہم اس کو نہیں مانتے اور اُن کی بے ایمانی کی وجہ سے (گویا) بچھڑے کی محبت ان کے دل میں گھول کے پلا دی گئی (اے رسول) تم ان سے کہو کہ اگر تم ایماندار تھے تو تمھارا ایمان کیا ہی بُرا حکم کرتا تھا۔

تشریح آیت ۹۱ - مولوی فرمان علی صاحب لکھتے ہیں کہ چونکہ جبرئیل نے یہودیوں کی نافرمانی پر حکم خدا سے ایک مرتبہ اُن کے سر پر کوہ طور کو لٹکا دیا تھا کہ اگر نہ مانو گے تو اسی پہاڑ سے دبا دونگا سب دبکر مر جاؤ گے اور بخت نصر کو اُسکے بچپنے نے مارنے نہ دیا یہانتک کہ جب وہ جوان ہوا اور بادشاہ ہوا تو اُس نے ان کی شرارتوں کے بدلے خوب کسر لی اور بہت ظلم بھی کیا

اسی وجہ سے یہود جبریل کو دشمن سمجھتے تھے اور رسول خدا سے کہتے تھے کہ جو وحی جبریل لائے ہیں اُس کو ہم نہیں مانتے اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔

توضیح آیت ۹۱ - یعنی اے رسول ان کو یاد دلاؤ کہ تم ایسے شریر ہو کہ عہد شکنی کی سزا میں تم پر کوہ طور لٹکا وہی تم ہو کہ اب ہمنے کہا کہ یہ جو ہمنے تمکو دی ہے (یعنی پیروی امام) اس کو مضبوطی سے لئے رہو اور سنو تو کہنے لگے سنا تو سہی لیکن ہم اسکو مانتے نہیں پس اے رسول یہ وہی لوگ ہیں کہ ان کے بے ایمانیوں کی وجہ سے گویا بچھڑے کی محبت ان کے دل میں گھول کے پلا دی گئی ہے اے رسول ان سے کہدو کہ اُس وقت اگر تم ایماندار تھے تو تمھارا ایمان کیا بُرا حکم کرتا تھا۔ یعنی اب بھی تمھاری وہی حالت ہے کہ اسلام تو قبول کر چکے ہو اور جب اقرار امامت کے لئے کہا جاتا ہے تو صاف انکار کر جاتے ہو۔

ترجمہ آیت ۹۲ (اے رسول تم ان لوگوں سے) کہدو کہ اگر خدا کے نزدیک آخرت کا گھر (بہشت) خاص تمھارے ہی واسطے ہے اور لوگوں کے واسطے نہیں ہے پس اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کر دتا کہ (جلدی پہونچ جاؤ)

ترجمہ آیت ۹۳ - لیکن وہ اعمال بد کی وجہ سے جن کو اُن کے ہاتھوں نے پہلے سے آگے بھیجا تھا ہرگز موت کی آرزو نہ کریں گے اور خدا تو ظالموں سے خوب واقف ہے۔

تشریح آیات ۹۲ و ۹۳ - صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ یہود کو بڑا دعویٰ تھا کہ ہم یقیناً نجات پانے والے ہیں اس لئے خدا فرماتا ہے کہ پھر موت کیوں نہیں مانگتے کہ دنیا سے نجات پاؤ اور عیش ابدی تمکو حاصل ہو جائے لیکن دل میں تو خوب جانتے تھے کہ ہم دوزخ کے کندے ہیں اس لئے اُن سے زیادہ کوئی دوسری قوم موت سے نہیں ڈرتی یہ کہتی تھی موت کی تمنا نہیں کریں گے ورنہ حقیقت میں موت کا مانگنا اچھا نہیں ہے۔

ترجمہ آیت ۹۴ - (اے رسول) تم ان ہی کو زیادہ زندگی کا حریص پاؤ گے اور مشرکوں میں سے بھی ہر ایک شخص دل سے چاہتا ہے کہ ہزار برس کی عمر دی جاتی حالانکہ اتنی طولانی عمر دی بھی گئی تو وہ خدا کے عذاب سے چھٹکارا دینے والی نہیں اور جو کچھ کرتے ہیں خدا اُن سے خوب واقف ہے۔

توضیح آیات ۹۲ و ۹۳ و ۹۴ - یہ تمام آیات اُنہیں منافقین و مشرکین کے حق میں ہے جن کا ذکر اول میں ہو چکا ہے مجھے تعجب ہے کہ یہودیوں کے سر پر کوہ طور لٹکانے والے کا نام مفسرین

دربارہ امامت و ولایت علی

کی کسی آیت سے جہاں کوہ طور کے لٹکانے کا ذکر ہے کہیں بھی جبریل کا ذکر نہیں ہے۔

ترجمہ آیت ۹۵ ۔(اے رسول) ان سے کہدو کہ جو جبریل کا دشمن ہے (وہ خدا کا دشمن ہے) کیونکہ اس فرشتہ نے خدا کے حکم سے (قرآن) تمھارے قلب پر نازل کیا ہے اور وہ اُن کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے جو پہلے نازل ہوچکی ہیں اور اب اُس کے سامنے موجود ہیں اور ایمان داروں کے لئے خوشخبری ہے۔ دوسرا ترجمہ۔ کہہ جو کوئی دشمن ہے واسطے جبریل کے پس تحقیق اُس نے اوتارا اوپر دل تیرے کے ساتھ حکم اللہ کے سچا کرنے والا ساتھ اُس چیز کے جو کہ آگے اُسکے ہے اور ہدایت اور خوشخبری ہے واسطے ایمان والوں (ترجمہ شاہ محمد رفیع صاحب مطبوعہ لاہور اسٹیم پریس۔

ترجمہ آیت ۹۶ ۔ اور جو شخص خدا کا اور اُس کے فرشتوں کا اور اُس کے رسولوں کا دشمن ہے اور خاصکر جبریل و میکائیل کا دشمن ہے تو بیشک خدا بھی ان کا دشمن ہے۔

تشریح آیت ۹۵ و ۹۶ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقابل ہیں کہ یہود نے کہا کہ جبریل ہمارا دشمن ہے اگر میکائیل وحی لاتے تو ہم ایمان لاتے تو حضرت عمر نے آنحضرت کے سامنے یہود سے کہا کہ جو جبریل کا دشمن ہے و میکال کا دشمن ہے اور جو ان دونوں کا دشمن ہے اُس کا خدا دشمن ہے تب اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل فرمائی۔ اور کہتے ہیں کہ جبریل اور میکال کے معنی عبداللہ کے ہیں اور شاہ رفیع الدین صاحب لکھتے ہیں کہ یہود نے کہا کہ یہ کلام لاتا ہے جبریل اور وہ ہمارا دشمن ہے خدا نے فرمایا کہ فرشتے جو احکام لاتے ہیں بلا حکم نہیں لاتے جو اُن کا دشمن ہو بیشک اللہ اُن کا دشمن ہے۔

الہامی نوٹ ۱۲ آیت ۹۵ و ۹۶ یہ پوری آیت امامت علیؑ کے بارہ میں اور یہی تو مومنین کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔

توضیح آیت ۹۵ و ۹۶ ۔ اس نوٹ سے اسقدر قوت معلومات بڑھیگی کہ اس آیت کا ترجمہ بالکل آسان ہوگیا۔ لہذا خدا فرماتا ہے اپنے رسول سے کہ ان منکرین امامت ولایت علیؑ سے کہہ کہ فرشتہ جو کچھ حکم لاتا ہے خدا کے حکم سے تمھارے اوپر اور اُس کے کلام کی تصدیق بھی اس چیز کی جو آگے اُسکے ہے اور یہی ہدایت اور خوشخبری ہے مومنین کے لئے پس واضح ہو کہ یہ آیت منکرین امامت کے حق میں ہے جو کہ انکار کر رہے ہیں لیکن مفسرین نے بالکل اُسکی ہیئت اور اُس کے مقاصد کو پلٹ دیا اور اس طرح مقاصد قرآن کو ...

ترجمہ آیت ۹۷۔ اور اے رسول ہمنے تمپر ایسی نشانیاں نازل کی ہیں جو واضح اور روشن ہیں اور ایسے نافرمانوں کے سوا کوئی اُن کا انکار نہیں کرسکتا۔

ترجمہ آیت ۹۸۔ اور اُن کی تو یہ حالت ہے کہ جب کبھی کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک فریق نے توڑ ڈالا بلکہ اُن میں اکثر ایمان نہیں رکھتے۔

ترجمہ آیت ۹۹۔ اور جب اُن کے پاس خدا کی طرف سے رسول (محمدؐ) آیا اور وہ اُکی (کتاب توریت) کی جو اُن کے پاس ہے تصدیق بھی کرتا ہے تو اہل کتاب کے ایک گروہ نے کتاب خدا کو اپنے پس پشت پھینکدیا گویا وہ لوگ کچھ جانتے ہی نہیں۔

توضیح آیات ۹۷ و ۹۸ و ۹۹۔ صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ یہ تمام یہود کا ذکر ہے کہ بالکل عہد کے پابند نہیں ہیں اور اللہ کی کتاب کی بالکل وقعت نہیں کرتے بلکہ توہین کرتے ہیں اور غفلت سے اُسکو پیٹھ کے پیچھے ڈالے ہوئے ہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کلام اللہ کو پھینکنا یا اُس کو پیٹھ پیچھے نہیں کرنا چاہیئے (اور یہ نہیں فرمایا کہ اسکو تیر مارنا اور جلانا بھی چاہیئے یا نہیں) اور واضح ہو کہ ان آیات سے وہی گروہ مراد ہیں جو یہود کہ مسلمان ہو کر منافقت کر رہے تھے بعضے امامت سے انکار کر رہے تھے اسی کو خداوند عالم فرماتا ہے کہ اے رسول ہمنے تمپر ایسی نشانیاں نازل کی ہیں جو واضح اور روشن ہیں یعنی ائمہ اثنا عشر کی امامت بھی نشانیاں ہیں دیکھو اصول کافی میں باب امامت میں حضرت امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ نشانیاں سے مراد ہماری امامت ہے اور حیات القلوب جلد چہارم باب امامت پس واضح ہو کہ یہ تمام آیات منکرین امامت کے حق نازل ہوئیں۔ اور جن لوگوں نے قرآن کو تیر مارا یا قرآن کو جلانے کا حکم دیا وہ اس آیت سے مراد ہیں۔ میں کسی کا نام نہیں بتلاتا۔ دیکھو تاریخ الخلفاء سیوطی اور اعثم کوفی اور مشکوۃ المصابیح۔

قصہ ہاروت ماروت

ترجمہ آیت ۱۰۲۔ اور اُس منتر کے پیچھے پڑ گئے جس کو سلیمانؑ کے زمانہ میں شیاطین کرتے تھے حالانکہ سلیمان نے کفر نہیں اختیار کیا لیکن شیطانوں نے کفر اختیار کیا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے اور وہ باتیں جو ہاروت ماروت پر بابل میں نازل کی گئی تھیں حالانکہ یہ دونوں فرشتے کسی کو جادو سکھاتے نہ تھے جبتک یہ نہ کہدیتے کہ ہم دونوں تو فقط (ذریعہ) آزمائش ہیں پس تو (اس پر عمل کرکے) بے ایمان نہ ہو جانا اس پر بھی وہ ان سے وہ (ٹوٹکے) سیکھتے تھے جن کی وجہ سے میاں بی بی میں تفرقہ ڈالتے حالانکہ بغیر حکم خداوندی وہ اس سے کسکو

نفع نقصان نہیں پہونچا سکتے تھے اور یہ لوگ ایسی باتیں سیکھتے تھے جو خود اُنہیں کو نقصان
پہونچاتی تھی باوجودیکہ وہ تحقیقاً جان چکے تھے کہ جو شخص ان بکھیڑوں کا خریدار ہوا وہ آخرت میں
بے نصیب ہے اور بے شبہ وہ معاوضہ بہت ہی بُرا ہے۔ اُنہوں نے اپنی نفسوں کو بیچا کاش
اسے وہ کچھ سوچتے سمجھے ہوتے۔

تشریح آیت نمبر۱۔ صاحب تفسیر کہتے ہیں کہ سدی کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے اور اُن پر
قرآن اُترا اور یہود نے توراۃ سے اُس کا مقابلہ کیا تو توراۃ اور قرآن موافق نکلے تو اُنہوں نے توراۃ
اور قرآن دونوں کو چھوڑ دیا اور آصف کی کتاب اور سحر ہاروت ماروت لے بیٹھے اور جادوگروں
نے جو کتاب لکھی تھی اُس کو حضرت سلیمان کا جادو بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ سلیمانؑ کی بادشاہی اور
نبوت اسی سے تھی اور یہ محض اُن کا افترا تھا اور ایسا ہی جادو ہاروت و ماروت دو دہقانی جادوگر
تھے اُن کا تھا اُن کے جادو یہود نے اختیار کیا۔ اور ابن عباس کہتے ہیں کہ ہاروت و ماروت دو
فرشتے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو اس لئے نازل کیا تھا کہ لوگوں کو سحر کا دفعیہ سکھا دیں اور اسلئے
کہ جادو کی مضر باتیں نہ سیکھیں اور نہ سکھائیں اور سیکھیں تو اس پر عمل نہ کریں کیونکہ اس زمانہ میں
جادو کی کثرت ہو گئی تھی اور لوگ اس کو نبوت سمجھنے لگے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں
کو بھیجا انسان کی صورت میں کہ لوگوں کو سحر کا دفعیہ بھی سکھائیں اور جادو کی حقیقت بھی بتا دیں اور
یہ بھی بتا دیں کہ جادو کفر ہے۔ نبوت نہیں سو ان لوگوں نے سوائے جادو کی حقیقت کے جو کہ
ضرر رساں ہو اور کچھ نہیں سیکھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ یہ کفر ہے اور بعض مفسرین لکھتے
ہیں کہ ہاروت ماروت دو فرشتے جادو رد کرنے کے لئے آئے اور ایک عورت زہرہ نام کی بہت
خوبصورت تھی اُس پر عاشق ہو گئے اور اُس کی صحبت میں مشغول ہوئے اور شراب نوشی اور
بت پرستی اور فعل بیجا کے مرتکب ہوئے اس وجہ سے خداوند عالم نے اُن کو آسمان پر واپس نہ
آنے دیا اور وہیں بابل کے ایک کنویں میں سر نیچا کر کے لٹکا دیئے گئے ہیں گویا منجانب اللہ اُن
کے اوپر عذاب نازل کیا گیا ہے۔ اور مولوی فرمان علی صاحب رقمطراز ہیں کہ حضرت نوحؑ کے بعد
کسی پیغمبر کے زمانہ میں اُن کی قوم نے جادوگری میں خوب مشق بہم پہنچائی اور اُس کی بدولت
خدا جانے کیا کیا شرارتیں کرنی شروع کیں دینی امور کو بالائے طاق رکھکر جادو ہی کے بندے
ہو گئے اُس وقت خدا تعالیٰ نے دو فرشتوں ہارت و ماروت کو آدمی کی صورت میں بابل
میں بھیجا تاکہ ...

قصہ ہاروت و ماروت

کو جادو کی حقیقت سے آگاہ کر دیا اور اُس زمانہ کے پیغمبر کو ایک عمل بتلایا تاکہ وہ لوگوں کو سکھلا دیں کہ اُس کی وجہ سے جادو کو دفع کر سکیں اور یہ بھی سمجھا دیا کہ اُس کی بدولت لوگوں کو ضرر نہ پہنچانا چونکہ حضرت رسولخدا کے زمانہ کے یہودی اپنی کتاب توریت کو پس پشت ڈال کر ٹوٹکے ٹونے کے پیچھے پڑ گئے تھے اور اسی کو عین دین سمجھتے تھے اس وجہ سے خدا نے اس کی قلعی کھولدی اور بتا دیا کہ یہ سب ڈھکوسلے ہیں ان پر اعتبار نہ کرنا۔

توضیح آیت ۱۰۲۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مفسرین نے ہاروت و ماروت جیسے فرشتوں کو جرم عشق اور شراب نوشی اور بت پرستی کا مجرم کہاں سے بنا لیا اور یہ زہرہ کے عشق کا قصہ کہاں سے تراشا ہے کیونکہ قرآن میں اس قسم کے اذکار کہیں نہیں ہیں اس کے علاوہ جہاں تک خدا تعالیٰ نے علم دیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں میں مادہ رجولیت تھا ہی نہیں اور نہ صفوف ملائکہ میں کہیں اوناث کا پتہ ہے آخر یہ کیسی باتیں ہیں لہذا عقل سلیم یہ بتلاتی ہے کہ یہ سب من گھڑت قصے ہیں کہ ہاروت و ماروت نے حکم خدا کے خلاف زہرہ کے ساتھ عشق کیا اور اُسکے اغوا سے یہ دونوں فرشتے شراب نوشی اور بت پرستی کے مجرم بنے جس کی وجہ سے ان پر عذاب خدا نازل ہوا اور وہ بصورت عذاب چاہ بابل میں اُلٹے لٹکا دیئے گئے۔ اصل صرف اسقدر معلوم ہوتی ہے کہ جب ان دونوں فرشتوں کو خدا تعالیٰ نے بصورت انسان جادو کے رد کے لئے بابل میں بھیجا یہ آئے تو لوگ یہ سمجھکر کہ یہ بھی تو انسان ہی ہیں ان سے چلکر جادو سیکھنا چاہیئے پس جب لوگ ان سے جادو سیکھنے کی خواہش ظاہر کرتے تو یہ کہتے کہ ہاں جانتا ہوں لیکن جادوگروں کا ایمان جادو سے خراب جاتا ہے اور عاقبت میں گھاٹا ہوتا ہے اور پھر بھی اگر کوئی طالب ہوتا تو سکھا دیتے اور دوسرے لوگوں کو جادو سے بچنے کی تعلیم دیتے اور یہی حکم خدا کی طرف سے تھا کہ لوگوں کی آزمایش ہو کہ کون دنیا کا نفع خریدتا ہے اور کس کا ایمان آخرت پر ہے اور کون دولت اخروی کا طالب ہے نہ فرشتوں کی کوئی خطا ہے نہ وہ معذب ہیں۔ اسقدر لغویات تفسیروں میں معاذ اللہ اسی طرح احادیث رسول کی بھی گت بنی ہے فرمایا رسول اللہ صلعم نے۔ یہ لکھکر جو چاہا لکھدیا جسکی وجہ سے آج احادیث کا شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ پس واضح ہو کہ اُنہیں جادوگروں کے بارہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ آیت ۱۰۳ (اور اگر وہ ایمان لاتے اور (جادو وغیرہ سے بچکر) پرہیزگار بنتے تو خدا کی

ترجمہ آیت ۱۰۲ ۔ اے ایماندارو تم (رسول کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے) **راعنا** (ہماری رعایت کر) نہ کہا کرو بلکہ نظرنا (ہماری طرف نظر کرو یا توجہ کرو) کہا کرو اور (جی لگا کر) سنتے رہو اور کافروں کے لئے سخت عذاب ہے۔

تشریح آیت ۱۰۲ ۔ صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ یہود کی اُن باتوں کا ذکر کرتا ہے جو رسولخدا صلعم کی بعثت کے بعد یہود سے سرزد ہوتی سو یہود کے یہاں ایک لفظ راعنا جس کے معنی میرے اوپر رعایت کرو اور یہودی اس کے عین کو زرا اشباع سے پڑھتے تو اسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہمارے چرواہے یہود اس کلمے کو بدنیتی سے کہتے تھے اور مسلمان لوگ سادہ تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ کلمہ تعظیمی ہے پس اسی طرح یہ لوگ بھی خطاب کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ سے لوگوں کو منع کیا کہ انظرنا بولا کرو کیونکہ جو راعنا بولتے ہیں وہ کافر ہیں تم اُن کی ریس مت کرو وہ تو اللہ کی مار کے مستحق ہیں۔

توضیح آیت ۱۰۲ ۔ واضح ہو کہ خدا کا یہ خطاب اس آیت میں مومنوں سے ہے مسلمانوں سے نہیں پس نتیجہ یہ نکلا کہ یہ شرارت کرنے والے وہی منافق تھے جو یہود مسلمان ہو چکے تھے لیکن اُن میں ایمان تو تھا ہی نہیں وہ تو صرف زبانی مسلمان تھے اس وجہ سے اُن کے مقابل میں خدا تعالیٰ مومنوں سے فرماتا ہے کہ تملوگ اس طرح سے رسولخدا سے کلام نہ کیا کرو یہ کفر ہے اور کافروں کے لئے سخت عذاب ہے اُنہیں منافقین کے بارہ میں پھر ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ آیت ۱۰۳ ۔ اے رسول اہل کتاب کے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ اور مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ تم پر تمھارے پروردگار کی طرف سے **بھلائی نازل** کی جاوے (اور اُن کا اس میں کچھ اجارہ نہیں) خدا جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے اور خدا بڑا فضل والا ہے۔

تشریح آیت ۱۰۳ ۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں سے خطاب کر کے فرماتا ہے یہ اہل کتاب اور مشرکین کبھی تمھارے خیر خواہ نہیں اگر ان سے ظاہر میں کوئی خیر خواہی کی بات معلوم ہو تو کبھی اُس پر بھروسہ نہ کرو بلکہ فریب اور دغا سمجھو اُن کی کسی عادت سے ریس نہ کرو اور نہ ان کی کسی بات کا اعتبار کرو تم میں جو اللہ نے نور نبوت رکھا ہے وہ اُنکو کب بھاتا ہے یہ اللہ کا خاص فضل و رحمت ہے کہ نور نبوت کو تم میں پیدا کیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔

منافقین کی تمیز ع ۱۲

مومنین کو فہمائش

اہل کتاب اور مشرکین جو کہ منافق تھے اُن کے حالات

الہامی نوٹ ۱۳ آیت ۱۰۳۔ بھلائی سے مراد حکم امامت ہے۔
توضیح آیت ۱۰۳۔ واضح ہو کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اہل کتاب جنھوں نے اسلام قبول کرکے کفر اختیار کیا ہے اور یہ مشرکین یہ سب منافق ہیں یہ نہیں چاہتے کہ تمھارے پاس علیؑ کی امامت وولایت کے بارہ میں وحی نازل کی جائے لیکن خدا جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر چن لیتا ہے اس میں اُن کا کوئی اجارہ نہیں وہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

ترجمہ آیت ۱۰۴۔ اور (اے رسول) ہم کبھی کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے یا اُسکو تمھارے ذہن سے مٹا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر یا ویسی اور نازل بھی کر دیتے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ بے شبہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح آیت ۱۰۴۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ یہ یہود کے طعن کا جواب ہے یہود کے کہتے تھے کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو کبھی کچھ حکم دیتے ہیں اور کبھی کچھ کبھی کسی کام سے منع کر دیتے ہیں اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم مصلحت وقت کے مطابق جو حکم ہوتا ہے وہ دیتے ہیں اور ہمارا حکم دینا اور منع کرنا حکمت سے خالی نہیں اور جب ہم ایک حکم کو اُٹھاتے ہیں تو دوسرا حکم اُسی کے مطابق یا اُس سے بہتر نازل کرتے ہیں اور ہم قادر ہیں اور عامر کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا نسخ قرآن ہی سے ہوا اور قرین قیاس بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اگر قرآن میں نسخ ہو تو صرف پانچ ہی آیات میں معلوم ہوتے ہیں وہ بھی غیر یقینی زیادہ ہیں بالکل نہیں ممکن ہے اور حدیثوں میں صرف دس حدیث منسوخ ہو سکتی ہیں اور بس لیکن یہ بات یقینی نہیں ہے کہ اس موجودہ مصحف میں کوئی آیت منسوخ ہو اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں جو منسوخ ہو۔

ترجمہ آیت ۱۰۵۔ کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان اور زمین کی بادشاہت صرف خدا ہی کی ہے اور خدا کے سوا نہ تمھارا کوئی سرپرست ہے نہ مددگار۔

تشریح آیت ۱۰۵۔ صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں کہ یہ آیت بھی نسخ کی تائید کرتی ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ خود زمین و آسمان کا مالک ہے تو اپنے حکم میں تغیر و تبدل کر سکتا ہے اور اے یہود تم جو نسخ کا انکار کرتے ہو اللہ کی قدرت اور بادشاہت کے منکر نہ ہو اسلئے کوئی تمھارا دوست و مددگار نہ ہوگا جو تمکو اللہ کے عذاب سے نجات دے سکے۔

ڈھنگ

سوالات کرو جس طرح سابق زمانہ میں (امت موسیٰ نے) موسیٰ سے (بے تکے) سوالات کئے اور جس شخص نے کفر اختیار کیا ایمان کے بدلے وہ یقینی سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔

ترجمہ آیت ۱۰۹۔ (اے مسلمانوں، اہل کتاب میں سے اکثر اپنے دلی حسد کی وجہ سے یہ خواہش رکھتے ہیں کہ تمکو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا دیں (لطف تو یہ ہے) کہ اُن پر حق ظاہر ہو چکا ہے اس کے بعد (بھی یہ تمنا باقی ہے) پس تم معاف اور درگذر کرو یہاں تک کہ خدا اپنا (کوئی اور) حکم بھیجے بیشک خدا ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

ترجمہ آیت ۱۱۰۔ اور پڑھو تم نماز اور زکوٰۃ دیتے جاؤ اور جو کچھ بھلائی اپنے لئے (خدا کے یہاں بھیجدوگے) اُس کے ثواب کو موجود پاؤگے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُسکو ضرور دیکھ رہا ہے

تشریح آیات ۱۰۸ و ۱۰۹ و ۱۱۰۔ صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس امت محمدیہ کو حکم دیتا ہے کہ تم اہل کتاب کی ریس نہ کرو اور اپنے رسول سے الٹے پلٹے سوال نہ کرو جو حکم دے اُس پر عمل کیا کرو حجت کرنا کفر ہے اور یہود تمہارے حق میں سخت بدظن ہیں اُن کے دلوں میں تمہاری طرف سے حسد ہے اور کینے ہیں اس لئے دوست بن بن کر تمکو گمراہ کرتے ہیں اور تم اُن کے جال میں نہ پھنسو اُن سے سختی سے بھی پیش نہ آؤ لیکن اُن سے خبردار رہو اور جو حکم ہماری طرف سے ہو اُس کی تعمیل کرو اور اُن کے حسد کی پرواہ نہ کرو اور پھر صاحب تفسیر عمدۃ البیان بھی ہم نوا ہیں کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کسی کے نیک عمل کو ضائع نہیں کرتا جو شخص خدا کی عبادت کرتا ہے وہ دشمن کے مکر و فریب سے بچا رہیگا اگر کسی طرح جان و مال کا نقصان بھی پہونچے تو دنیا چند روزہ ہے عاقبت کے خسارہ اور نقصان سے بچے رہنا چاہیئے اور وجہ یہ ہے کہ جس وقت رسولخدا مبعوث ہوئے تو خدا نے یہود و نصاریٰ کی شرع کو منسوخ کر دیا اور سوائے حکم قرآن کے تمام کتابیں منسوخ ہو گئیں اس وجہ سے یہود و نصاریٰ درپے آزار ہو گئے اور مولوی فرمان علی صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن جب تک نازل ہوتا رہا کبھی کبھی کوئی آیت مصلحت و موقع کے لحاظ سے منسوخ العمل اور منسوخ التلاوت ہوتی رہی اس پر مخالفین کو اعتراض ہوتا اور اب اُس زمانہ میں بھی ہے اس کا جواب خدا تعالیٰ نے خود فرمایا کہ ہم بندوں کے مصالح سے خوب واقف ہیں اور بندوں کی حالت یکساں نہیں رہتی ہر ایک حالت کے موافق ایک مناسب حکم دیا جاتا ہے اور اُن کو اُن کی حالتوں میں تصرف کا اختیار

توضیح آیات ۱۰۷ سے ۱۰۸ تک - واضح ہو کہ نوٹ ۱۳۳ نے ان آیات کی تفسیر میں بسقدر ہوسکے
ڈالے گئے ہیں سبکو خاک کر دیا جیسا کہ آیت ۱۰۶ میں ظاہر ہو چکا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ اے رسول جب تمہارے
پاس کوئی بھلائی کا حکم یعنی علیؑ کی امامت و ولایت کا حکم آتا ہے تو یہ منافقین یعنی اہل کتاب جو
کافر ہو گئے ہیں اور مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ اس بارہ میں کوئی حکم نازل ہو اس سے اُن کو بہت
رنج ہوتا بوجہ بغض و حسد کے لیکن اُس میں اُن کا کوئی اجارہ نہیں ہم جسکو چاہتے ہیں اپنی رحمت
کے لئے چن لیتے ہیں اور اسی کے بارہ میں منافقین کہنے لگے کہ یہ کیا ہے کہ کبھی کوئی حکم ہوتا ہے
اور کبھی منسوخ ہو جاتا ہے جس کے جواب میں ارشاد باری ہے کہ ہم اپنے حکم کو اُسی وقت منسوخ کرتے ہیں جب
اُس کے بارہ میں کوئی دوسرا حکم دیتے ہیں یا اُس سے بہتر حکم نازل کرتے ہیں پس واضح ہو کہ خدائیتعالی نے
وقت بعثت رسولخدا حکم دیا کہ جس نے کلمہ توحید پڑھا وہ دائرہ اسلام میں آگیا یعنی لا الہ الا اللہ اُس کے
بعد خدا نے فرمایا کہ اب تم اس توحید کے ساتھ نبوت محمدیہ کا بھی اقرار کرو تب مسلمان سمجھے جاؤ گے۔ تو لوگوں
نے اعتراض کیا کہ واہ ابھی تو حکم تھا کہ صرف کلمہ توحید پڑھو مسلمان ہو جاؤ گے اور اب خدا کہتا ہے کہ
توحید کے ساتھ نبوت محمدیہؐ کا اقرار کرو یہ ردّ و بدل احکام خدا میں کیوں خیر اُسے بھی کسی طرح جبراً و قہراً مان
لیا لیکن جب توحید و نبوت کے اقرار کے ساتھ یہ حکم ہوا کہ علیؑ کی امامت اور ولایت کا بھی اقرار کرو اُس
وقت تو ان کے دلوں پر بجلی چمک اُٹھی اور کہنے لگے کہ یہ اُلٹے پلٹے احکام کیسے پہلے تو حکم دیا کہ
توحید خدا کا اقرار کرو تو مسلمان ہو جاؤ گے اور جنت تمہارا گھر ہو گا اُسے ہمنے مان لیا اُس کے بعد
تمہارے خدا نے ہمیں توحید کے ساتھ اقرار نبوت کا حکم دیا کہ بغیر اقرار نبوت کے جنت نہیں ملنے
ملانے کی خیر ہمنے جبراً و قہراً نبوت کا بھی اقرار کر لیا اور اب ہم کو حکم ہوتا ہے کہ علیؑ کی امامت اور ولایت
کا بھی اقرار کرو یہ تو ہمسے نہیں ہوسکتا اس کے بارہ میں خدا فرماتا ہے کہ ہم قادر ہیں جس وقت
جو بندوں کے لئے بہتر سمجھتے ہیں ویسا حکم نازل کرتے ہیں اس لئے کہ ہم ہی زمین و آسمان کے
بادشاہ ہیں اور سوائے ہمارے تمہارا کوئی سرپرست نہیں اور مفسرین نے جہاں جہاں مخاطب
مسلمانوں کو قرار دیا ہے وہاں مراد مومنین سے ہے خدائیتعالیٰ اُنہیں سے خطاب کرتا ہے اسلئے
کہ خدائیتعالی خطاب فرماتا ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم بھی ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاؤ پس
بعض تو وہی ہیں جنھوں نے توحید نبوت کے ساتھ ساتھ حکم امامت و ولایت علیؑ کو سمعاً و
طاعتاً قبول کر کے اقرار کر لیا اور جن لوگوں نے اس حکم سے انحراف کیا وہ مسلمان ہیں اور

اعتراض کرنے لگے تو خدا ئے تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح موسیٰ کی امت نے حجتیں کی ہیں اس طرح تم لوگ نہ کرو صرف حسد کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں باوجودیکہ حق اُن پر واضح ہوچکا ہے یعنی علیؑ کی امامت و ولایت کو جو کہ حق ہے وہ جان چکے ہیں لیکن حسد کی وجہ سے اقرار نہیں کرتے۔ رسولخداؐ نے فرمایا ہے کہ حق سے مراد علیؑ ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ تو یقینی ہے کہ کلام خدا کے رموز کا سمجھنا آسان نہیں بہت ممکن ہے کہ ظاہری تفسیریں جو مفسرین نے لکھی ہیں ایسا ہی ہو لیکن باطنی تفسیر اور حق تو اس نوٹ کے حوالہ سے میرے نزدیک یہی ہونا چاہیئے بہرحال ہر قسم کے لطف آپکے سامنے موجود ہیں جسکو چاہیئے اپنا جادہ مستقیم بنا لیجئے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ امامت و ولایت علیؑ کے اقرار میں دنیا و عقبیٰ میں کوئی خطرہ اور خدشہ نہیں لیکن انکار میں یقیناً خطرہ ہے چاہے دنیا میں نفع ہو لیکن عقبیٰ میں یقیناً خسارا اور گھاٹا ہے اور آیت ۱۰۸ کی تفسیر میں مولوی فرمان علی صاحب لکھتے ہیں کہ بعد جنگ احد جب شکست ہوئی ہے تو منافقوں اور یہودیوں نے حذیفہؓ سے اور عمار یاسرؓ سے کہا کہ اگر یہ نبی برحق ہوتا اور اسلام برحق ہوتا تو مسلمانوں کو شکست نہ ہوتی اب بھی کہا مانو اور پہلے دین میں پلٹ آؤ عمارؓ نے جواب دیا فتح و شکست حق و باطل کا ہرگز معیار نہیں ہے ہم حق کو نہ چھوڑیں گے اس طرح یہ آیت عمارؓ کی شان میں ہے۔

ترجمہ آیت ۱۰۹ ۔ یہود کہتے ہیں کہ (یہود کے سوا) اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ (نصاریٰ کے سوا) کوئی بہشت میں جائے ہی گا نہیں یہ اُن کے خیالی تصورات ہیں (اے رسول) تم ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو کہ ہم بہشت میں جائیں گے تو دلیلیں لاؤ۔

ترجمہ آیت ۱۱۰ ۔ ہاں البتہ جس شخص نے خدا کی سامنے سر جھکا دیا اور اچھے اچھے کام بھی کرتا رہا ہے اُسکے لئے اُسکے پروردگار کے یہاں بدلہ موجود ہے اور آخرت میں ایسے ہی لوگوں پر نہ خوف ہوگا اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔

ترجمہ آیت ۱۱۱ ۔ اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا (مذہب) درست نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کا (مذہب) کچھ درست نہیں حالانکہ یہ دونوں فریق کتاب خدا پڑھتے ہیں اسی طرح ان ہی کی سی باتیں وہ مشرکین عرب بھی کیا کرتے ہیں۔ جو خدا کا حکم احکام کچھ نہیں مانتے تو جس بات میں یہ لوگ پڑے (جھگڑا) کرتے ہیں دنیا میں تو فیصلہ نہ ہوگا قیامت کے دن ان کے

تشریح آیات ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ - صاحب تفسیر بصیر ناقل ہیں کہ ...

یہ اُن کے محض تصورات ہیں
نصاریٰ میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ ہم ہی نجات پائیں گے یہ اُن کے محض تصورات ہیں
اصل نجات اسلام اور احسان ہے اسلام کے معنی یہ ہے کہ ظاہری عبادات و معاملات آدمی کے اللہ کے حکم کے مطابق ہوں اور احسان کے معنی یہ ہیں کہ باطن میں ہر عمل کے بارہ میں اللہ سے بندہ کا معاملہ صاف ہو یعنی پورا خلوص ہو تو خلاصہ یہ ہے کہ فرماں برداری اور دلی اخلاص ہی نجات کا ذریعہ ہے فقط کسی مذہب سے نامزد ہونے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ عمل اور نیت درست نہ ہو اور یہ ہر گروہ کے جھگڑے قیامت تک چلے ہی جاویں گے یہ اختلاف دنیا میں رفع نہ ہوگا اس کا فیصلہ قیامت ہی میں ہوگا دیکھو یہود توراۃ کو مانتے ہیں اور نصاریٰ انجیل کو اور دونوں اہل کتاب ہیں لیکن آپس میں ایسے مخالف ہیں کہ ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہیں اور ان میں سے کوئی حق کی طرف رغبت نہیں کرتا اور مشرکین عرب نے بھی ایسا ہی کہا تھا جیسے کہ یہود و نصاریٰ کہتے ہیں -

توضیح آیات ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ - واضح ہو کہ فرمان خدا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے خدا کے سامنے سر جھکایا وہی کامیاب ہیں سر جھکانے سے مراد سجدہ ہی نہیں ہے بلکہ سر جھکانے سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ حکم خدا ہو اسکے ہر حکم کے سامنے سر خم کر دینا اور اُسکی تعمیل میں ذرا شک و شبہ و تساہل اور تغافل نہ کرنا اور خدا کے سامنے سر جھکانا اُسی وقت معلوم ہوگا جب کہ اس کے بھیجے ہوئے رسول برحق کے حکم کے مطابق عمل کرے اور رسول کی پیروی اور اطاعت اُس وقت ہو سکتی ہے جبکہ اُس کے مقرر کئے ہوئے ہادیان برحق یعنی اماموں کی پیروی صاف دلی اور عقیدت سے ہو دیکھئے اسی قرآن میں خدا تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اطاعت کرو اولی الامر کی جو تمہیں میں سے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ اطاعت خدا اور اطاعت رسول اور اطاعت اولی الامر ہر مسلمان پر واجب ہے اور یہی اسلام ہے اور یہی ذریعہ نجات ہے اس لئے کہ یہی وہ نعمت ہے جو روز الست خالق کل نے اپنی مخلوق پر سب سے پہلے نازل کی ہے یعنی توحید باری اور نبوت محمد مصطفےٰ اور امامت آل مصطفےٰ اور یہی وہ نعمت ہے اور وہ ... رب العالمین اپنے بندوں کو دیا ہے اور تمام ... کا اقرار کیا یعنی میثاق اٹھایا اور مسلمان بنے اسی نسبت سے ان یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے بارہ میں فرماتا ہے کہ یہود

کوئی بھی جنت کا حاصل کرنے والا نہیں اس لئے کہ جنت تو اُسکے لئے ہے جو خدا کے سامنے سر جھکائے اور یہ تو کسی میں بھی نہیں ہیں کہ خدا ہی کی اطاعت کے قریب نہ رسول کے اور نہ امامت وولایت کے یہ کس برتے پر جنت کے حقدار بنے بیٹھے ہیں۔ پس واضح ہو کہ یہ تو یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے بارہ میں احکام ہیں اور انہیں کے یعنی مشرکین کے مظالم اب پھر بیان فرماتا ہے۔

ترجمہ آیت ۱۱۲ - اور اس سے بڑھکر ظالم کون ہوگا جو خدا کی مسجدوں میں اُس کا نام لئے جانے سے (لوگوں کو) روکے اور اُن کی بربادی کے درپے ہوا ایسوں ہی کو اُس میں جانا مناسب نہیں مگر سہمے ہوئے ایسے ہی لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ایسے ہی لوگوں کے لئے آخرت میں بڑا بھاری عذاب ہے۔

ترجمہ آیت ۱۱۳ - تمہارے روکنے سے کیا ہوتا ہے) جبکہ پورب اور پچھم سب زمین خدا ہی کی ہے پس پورب کیا اور پچھم کیا پس جہاں کہیں (قبلہ کی طرف) رخ کرلو وہیں خدا کا سامنا ہے بیشک خدا بڑی گنجایش والا ہے اور خوب واقف ہے۔

تشریح آیات ۱۱۲ و ۱۱۳ - مفسرین لکھتے ہیں کہ یہاں سے ظاہر خطاب مشرکین عرب کی طرف ہے کہ اُنہوں نے آنحضرتؐ کو تکلیفیں پہونچائیں اور سال حدیبیہ میں مکہ میں داخل ہونے سے روکا لیکن اس مخالفت میں بہت ممکن ہے کہ خفیہ طور سے اہل کتاب بھی مشرکین کے شریک رہے ہوں تو کچھ عجب نہیں پھر اُسکے بعد ایسا الٹا قضیہ ہوا کہ جو مسجد میں جانے کے مانع ہوتے تھے فتح مکہ کے بعد نہایت ذلیل ہوئے اور بنی نضیر اور بنی قریظہ جو کہ کفار و مشرکین کی خفیہ امداد کرتے تھے وہ بھی سخت ذلیل ہوئے اور جلا وطن ہونا پڑا جیسے دوسروں کو داخلہ مسجد الحرام سے روکا تھا آج وہ خود مجبور ہوگئے اور اب وہ خود داخل نہیں ہو سکتے یہ قصہ یوں ہے کہ ابتدائے اسلام میں حضرت رسولخداؐ کو اور مومنین کو انواع و اقسام کی تکالیف پہونچاتے تھے پس حد ہوگئی کہ رسولخداؐ نے اپنا اصلی وطن چھوڑا اور مدینہ چلے گئے وہاں سکونت اختیار کی ہجرت کے ساتویں سال عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ میں جانا چاہا تو کفار و مشرکین مکہ نے جانے نہ دیا اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرکے یہ آیت نازل ہوئی اور اس خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے بابت جو مومنوں کی دلشکنی ہوئی تھی تو خدا نے مومنین کی تشفی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل پر جو بخت نصر نے مظالم کئے ہیں اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

توضیح آیات ۱۱۲ و ۱۱۳۔ ان آیات سے یہ ظاہر ہوگیا کہ خدا کے گھر میں کعبہ میں یا مسجدوں میں مسلمانوں کو جانے سے روکنا ظلم ہے اور اُنہیں روکنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اُن کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب ہے میں عرض کرتا ہوں کہ وہ روکنے والے تو کفار و مشرکین تھے یا یہود اور نصاریٰ اور بانیِ اسلام یعنی رسولخدا کے اور مسلمانوں کے قطعی دشمن تھے اور اپنے عقیدہ کے مطابق کفار مکہ و مشرکین اپنے کو اس گھر کا مالک سمجھ رہے تھے اگر اُنہوں نے مسلمانوں کو مسجدوں میں جانے سے روکا تو اپنے عقیدہ کے مطابق جرم نہیں کیا لیکن البتہ خدا کے حکم کے خلاف کیا اور وہ کافر تھے ہی اب میں سوال کرتا ہوں کہ آج ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو خانہ خدا میں جانے سے روکتا ہے اور مسجدوں کو اپنی املاک میں شمار کر لیا ہے کہ نہ تو حنفی مصلے والے دوسرے مصلے والوں کو اپنی مسجدوں میں جانے دیتے اور نہ دوسرے مصلے والے ان کو بلکہ مسجدوں پر سائن بورڈ لگا دیئے گئے ہیں مسجد حنفیہ مسجد شافعیہ وغیرہ وغیرہ کیا یہ مسلمان اس آیت سے مستثنٰے ہو سکیں گے باوجودیکہ بحکم اجماع چاروں مصلے برحق ہیں اور میں کہتا ہوں کہ برحق ایک بھی نہیں ہے اس لئے کہ برحق مصلےٰ تو وہی ہو سکتا ہے جو کہ حکم خدا سے قائم ہوا ہے جس پر نماز ادا کرنے کو رسولخدا کو حکم ہوا اور رسولخدا اُس مصلے کے پابند رہے اور بعد رسولخدا اُنکے جانشینان اُن کی آل اور اُن کے پیرو ان اُس مصلے کے پابند ہیں اور وہ مصلےٰ ابراہیمی ہے اور سوائے اس مصلے کے کوئی دوسرا مصلیٰ برحق نہیں دیکھو آیت ۱۲۳۔ پس جب مسلمان روک دیئے گئے اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ پورب پچھم تمام زمین خدا ہی کی ہے جہاں چاہو خدا ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لو وہیں خدا کا سامنا ہے۔

ترجمہ آیت ۱۱۴۔ یہود کہنے لگے کہ خدا کے اولاد ہے حالانکہ وہ اس بکھیڑے سے پاک ہے بلکہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب کچھ اُسی کا ہے اور سب اُسی کے فرمانبردار ہیں۔

ترجمہ آیت ۱۱۵۔ وہی آسمان و زمین کا موجد ہے اور جب کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو اُس کی نسبت صرف کہدیتا ہے کہ ہوجا پس وہ خود بخود ہو جاتی ہے۔

تشریح آیت ۱۱۴ و ۱۱۵۔ صاحبان تفسیر عامہ لکھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا خیال تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور یہود حضرت عزیر پیغمبر کو خدا کا بیٹا کہتے اور اسی طرح نصاریٰ

اور زمین جو کچھ اُس کے بیچ ہے سب اُس کا ملک ہے کوئی چیز اُس کی ہمسر نہیں اور سب کچھ اُسکے ایک لفظ کن کہنے سے پیدا ہوئی اور تمام کائنات اُس کی مخلوق ہے اور مخلوق کسی طرح ہمسر نہیں ہوسکتی اور صاحب تفسیر عمدۃ البیان یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو لوگ رسولخدا کی نبوت کا انکار کرتے تھے اُن کی ردمیں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

توضیح آیات ۱۱۴ و ۱۱۵۔ یہ تمام حالات یہود و نصاریٰ و مشرکین کے ہیں کہ کسی کو خدا کا بیٹا بنا دیتے ہیں اور کسی کو خدا کی بیٹیاں بنا دیتے ہیں اس وجہ سے کہ اُن کو حقیقت کی خبر نہیں توحید خدا سے اُن کو انکار نبوت محمد مصطفےؐ سے انکار اور امامت و ولایت علیؑ سے انکار پھر حقیقت معلوم ہو تو کس طرح حالانکہ سورۂ قل ہو اللہ میں اُس نے اپنی احدیت کی وہ تعریف کی ہے کہ اب کوئی حجت ہی باقی نہیں رہ جاتی لیکن چونکہ بھُلا دیا کافر ہوگئے۔ اور جتنے بھی امور مکنونات عالم کے ہیں جس وقت اُس نے ارادہ کیا اور کہدیا ہوجا ہوگیا لیکن یہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین بندۂ دنیا تھے طمع دنیا کے پیچھے سب کچھ کھو بیٹھے اُنہیں کے حق میں فرماتا ہے۔

ترجمہ آیت ۱۱۶۔ (اور وہ مشرکین) کچھ نہیں جانتے کہتے ہیں کہ ہمسے خدا خود کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں بھیجتا اسی طرح انہیں کی سی باتیں وہ لوگ کرچکے ہیں جو ان سے پہلے تھے ان سب کے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں جو لوگ یقین رکھتے ہیں اُن کو تو (ہم) اپنی نشانی صاف طور پر دکھا چکے۔

تشریح آیت ۱۱۶۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین انبیا سے جنجیں کہتے تھے کہ خدا ہمسے خود کیوں نہیں باتیں کرتا اور کبھی انبیا سے معجزے طلب کرتے اسی کو خدا یتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے سے لوگوں کی ریس کرتے ہیں اور صاحب تفسیر عمدۃ البیان لکھتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ تحقیق ہمنے روشن دلیلیں توحید اور نبوت پیش کردی ہے واسطے اُس قوم کے جو حسد اور عناد سے علیحدہ ہیں اور صاحب تفسیر حسینی نے بھی روشن نشانیوں سے مراد توحید اور نبوت لیا ہے۔

توضیح آیت ۱۱۶۔ واضح ہو کہ مفسرین لکھ رہے ہیں کہ ان مشرکین کی یہ باتیں بغض و حسد کی وجہ سے تھیں۔ کہ خدا یتعالیٰ نے روشن نشانیاں توحید اور نبوت پیش کردی ہے واسطے اُس قوم کے جو حسد اور عناد سے نہیں [illegible]

کو روشن نشانیاں مراد لیا ہے اور جو درحقیقت روشن نشانی ہے امامت وولایت اس سے چشم پوشی اور احتراز کیا ہے باوجودیکہ یہ ثابت ہے کہ مکمل توحید جب ہی ہوسکتی ہے جب توحید نبوت اور امامت وولایت تینوں کا اقرار کرے اور یہی عہد میثاق ہے اور یہ وہ میثاق ہے کہ نبیوں نے جب اس کا اقرار کیا ہے تب وہ مسلمان اور متقی کہلائے ہیں اور وہی مومنین ہیں اور اسی وجہ سے رسول خدا سید المرسلین اور علیؑ امیر المومنین روز ازل سے قرار پا چکے ہیں دیکھو تاریخ مروج الذہب اور معادن الجواہر بحث الف لام میم یہی وہ تفسیریں ہیں جنھوں نے مسلمانوں سے کہلوا دیا کہ قرآن میں امامت کا ذکر ہی نہیں ہے اور میں عرض کرتا ہوں کہ قرآن میں امامت وولایت کو اسقدر محکم طریقہ سے خدائیتعالیٰ نے بتلایا ہے سمجھایا ہے اور پہچنوایا ہے کہ کسی دوسری نشانی کے لئے اس درجہ استحکام نہیں کیا ہے لیکن صدقے جایئے اُن بوالہوس مسلمانوں کے کہ انتظام اور تقرر امامت خدا سے چھین کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ دیکھو بحث امامت وولایت آیت ۴۰ سے آیت ۴۹ تک۔ اور اسکے ساتھ ہی الہامی نوٹ کو بھی دیکھیں۔

ترجمہ آیت ۱۱۷ ۔ اور اے رسول ہمنے تمکو دین حق کے ساتھ (بہشت کی) خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانیوالا (بنا کر) بھیجا ہے اور دوزخیوں کے بارہ میں تمسے کچھ نہ پوچھا جائیگا۔

تشریح آیت ۱۱۷ ۔ صاحب تفسیر کبیر وصاحب تفسیر حسینی وصاحب تفسیر عمدۃ البیان ناقل ہیں کہ خدائیتعالیٰ اپنے رسول محمدؐ سے فرماتا ہے کہ اے محمدؐ تم صرف خوشخبری دینے والے ہو اور ڈرانے والے ہو عذاب دوزخ سے پس صرف خوشخبری دینے کیلئے اور عذاب سے ڈرانے کے لئے تم بھیجے گئے ہو چاہے کوئی ایمان لائے یا نہ لائے اس کے بارہ میں تمسے کچھ بازپرس نہ ہوگی یہ توقسمت ہے ماننے والے کی اور بدقسمتی ہے نہ ماننے والے کی۔

ترجمہ آیت ۱۱۸ ۔ اے رسول نہ تو یہودی تمسے رضامند ہونگے اور نہ نصاریٰ یہاں تک کہ تم اُن کے مذہب کی پیروی کرو اے رسول اُن سے کہدو کہ بس خدا ہی کی ہدایت تو ہدایت ہے باقی ڈھکوسلا ہے۔ اور اگر تم اسکے بعد بھی کہ تمھارے پاس علم (قرآن) آچکا ہے اُن کی خواہشوں پر چلو تو پھر تمکو خدا کے غضب سے بچانے والا نہ کوئی سرپرست ہوگا نہ مددگار۔

تشریح آیت ۱۱۸ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ بعض وقت آدمی کسی کام کے حاصل کرنے کے لئے ناجائز کام بھی کر بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں کے

کبھی تمہارا کہنا نہیں مانینگے وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ تمکو اپنے ایسا کرلیں اور یہ ہونا نہیں اگر تم ایسا کروگے تو منصب نبوت سے اُتر جاؤگے پھر تمہارا کوئی نہ مددگار ہوگا نہ دوست اور یہی صاحب تفسیر حسینی بھی لکھتے ہیں اور صاحب تفسیر عمدۃ البیان ناقل ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ اے محمدؐ تم یہود و نصاریٰ سے کہدو کہ جس طرف تم بلاتے ہو تو خدا فرماتا ہے کہ اگر پیروی کرو تم اُنکی خواہشوں کی بعد اس کے کہ تمہارے پاس علم قرآن آچکا ہے جس سے کہ اسلام کے حق ہونیکا تمکو علم ہو چکا ہے اس صورت میں نہیں ہے واسطے تیرے چھٹکارا عذاب سے اور نہ مددگار

توضیح آیات ۱۱۸ و ۱۱۹ - خدا فرماتا ہے کہ اے رسول ہمنے تمکو دین حق کے ساتھ بشارت دینے والا بنا کر بھیجا پس واضح ہو کہ دین حق وہی صراط مستقیم ہے۔ رسولخدا فرماتے ہیں دین حق علیؑ کی ذات ہے۔ پھر فرماتے ہیں حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ علیؑ صراط مستقیم ہے پس واضح ہو کہ خدا فرماتا ہے کہ اے رسول تم تو اُسی دین حق کی بشارت دیدو جس پر کہ میثاق اٹھا چکے ہیں توحید نبوت امامت اور اس کا علم بھی تمھیں ہو چکا ہے روز اول اور یہود و نصاریٰ تم سے ہرگز خوش نہونگے تا آنکہ اُن کی خواہشوں پر چلو اور اُن کی خواہشوں کے پورا کرنے میں دین حق ہاتھ سے جاتا رہیگا اور پھر اُس وقت کوئی ناصر و مددگار تمھارا نہ ہوگا۔

ترجمہ آیت ۱۱۹ جن لوگوں کو ہمنے کتاب دی وہ لوگ اُسی طرح پڑھتے رہتے ہیں جو اُن کے پڑھنے کا حق ہے اور یہی لوگ اسپر ایمان لائے ہیں اور جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں وہی گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔

تشریح آیت ۱۱۹ - صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ لوگ جن کو ہمنے کتاب دی ہے وہ لوگ اسکو پڑھتے ہیں اس طرح جیسا کہ حق ہے اور وہی لوگ ایمان لانے والے ہیں اور جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں وہی گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔ اور وہی لوگ خلوص سے اسکی تلاوت کرتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو سچے اہل کتاب ہیں وہ اس قرآن کے ساتھ ایمان لائے ہیں یعنی تصدیق کے ساتھ اُس کی تلاوت کرتے ہیں اور صاحب تفسیر حسینی اور صاحب تفسیر عمدۃ البیان کا قول ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ہمنے اُن کو توریت دی اور وہ پڑھتے ہیں اُسکو حق کے ساتھ اور پیروی کرتے ہیں اسکی بلا تحریف اور تکذیب کے جیسے کہ عبداللہ بن سلام اور اُن کا گروہ یا قرآن بقول یکہ یہ آیت مسلمانوں کے

کی ہیں نازل ہوئی ہے۔

توضیح آیت ۱۱۹ ۔ واضح ہو کہ ہر حکم حق کو مفسرین پینچ پانچ میں ڈالکر ایسا مجموعہ بنادیتے ہیں کہ اصلیت کا پتہ لگنا دشوار ہوگیا احکام خدا صاف بتلا رہے ہیں کہ جو کتاب ہمنے دی ہے چاہے وہ توارت و انجیل اور زبور ہو یا قرآن مجید ہو تو وہ لوگ اگر اُس کتاب کو حق کے ساتھ بلاتحریف وتبدیل پڑھتے ہیں وہی ایماندار ہیں چاہے وہ یہود ہوں یا نصاریٰ یا مسلمان اور جن لوگوں نے خدا کی بھیجی ہوئی کتاب میں تحریف اور تغیر و تبدل کیا وہی گھاٹا اُٹھانیوالے ہیں یہ مانا کہ یہ حکم اہل کتاب کے لئے ہو مگر کیا مسلمان اس حکم سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں کیا وہ مسلمان جو قرآن کو قرآن اور کلام الٰہی سمجھ کر تدبر اور تعقل اور تبصرہ کے ساتھ تلاوت کرتے ہیں اور کلام حق کو برحق سمجھ کر بلا تحریف وبغیر تغیر و تبدل پڑھتے ہیں وہ بھی اور جو قرآن کو تحریف کرکے اور تغیر و تبدل کرکے اور اُس کے معانی اور مقاصد کو توڑ مروڑ کر اُلٹے مفہوم میں فرق ڈالتے ہیں دونوں یکساں ہیں ہرگز نہیں وہ جو حق سمجھتے ہیں اور تلاوت کرتے ہیں وہ مومنین ہیں اور اُس کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں اور جو تحریف سے پڑھتے ہیں اور جان بوجھ کر بھی احکام کو پس پشت ڈالدیتے ہیں وہی گھاٹا اٹھانے والے ہیں اور جن مسلمانوں نے قرآن کو جلانے کا حکم دیا ہو اُن کے لئے فیصلہ خدا کے ہاتھ ہے۔ نظر کرو واقعہ قرطاس اور واقعہ صلح حدیبیہ اور جمع قرآن۔

ترجمہ آیت ۱۲۰ ۔ اے بنی اسرائیل میری اُن نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تمکو دی ہے اور یہ کہ میں نے تمکو سارے جہان پر فضیلت دی ہے۔ ع ۱۴ / ۹

ترجمہ آیت ۱۲۱ ۔ ڈرو اُس دن سے جس دن کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ فدیہ ہو سکیگا اور نہ اُس کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جاویگا اور نہ کوئی سفارش فائدہ پہونچا سکیگی اور نہ وہ لوگ مدد کئے جائینگے۔

تشریح آیات ۱۲۰ و ۱۲۱ ۔ اے یعقوب کے بیٹو یاد کرو تم میری نعمتوں کو جو تم پر اور تمھارے بزرگوں پر اتاری ہے اس آیت کو خدا تعالیٰ نے واسطے مبالغہ کے بنی اسرائیل کی نصیحت میں پھر بیان کیا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ میں نے بزرگی دی تم کو تمام جہان پر کہ تم میں بادشاہ اور انبیاء پیدا کرکے بادشاہت اور نبوت عطا کی از تفسیر کبیر اور یہی بیان صاحب تفسیر عمدۃ البیان

حضرت ابراہیم ... (handwritten margin)

جو تمہارے اور تمہارے اسلاف پر اوتاری اور وہ نعمت الٰہی یہ ہے کہ ہمنے فضیلت دی جہان پر
اور صاحب تفسیر کبیر پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب اُن نعمتوں کو بیان کر چکا جو کہ بنی اسرائیل پر نازل کیا اور جس آیت سے ان کا ذکر شروع کیا اُسی آیت پر ختم بھی کیا ہے۔ یعنی یہاں سے حضرت ابراہیمؑ کا حال شروع کیا اس وجہ سے کہ اُن کو سب مانتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی اُنکی اولاد سے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی ایسی باتیں بیان کی ہیں جس سے یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب کو ماننا پڑے کہ محمدؐ نبی برحق ہیں۔

توضیح آیات نمبر ۱۲۰ و ۱۲۱۔ واضح ہو کہ ان آیات سے خدائے تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ اے بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوب ہمنے تمہارے اوپر نعمتیں نازل کیں اور تمکو سارے جہان پر فضیلت دی پس واضح ہو کہ جس نعمت کے متعلق خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے مفسرین کہتے ہیں کہ وہ نعمت یہ ہے کہ ہمنے تمکو اور تمہارے اسلاف کو درجہ نبوت عطا کیا اور اسی نعمت کی وجہ سے اُن کو تمام جہان پر فضیلت عطا کی پس واضح ہو کہ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے ارشاد باری ہوتا ہے کہ ہمنے تمہارے اوپر نعمتیں نازل فرمائیں اور وہ دو طرح پر ہے کہ تم پر پہلے نعمت نازل فرمائی یعنی توحید باری اور نبوت محمدیہ اور امامت علویہ سے تمکو شناسا کرایا اور تمنے اُس کا میثاق لیا اُس کے بعد تم اس قابل سمجھے گئے کہ تمکو تمام عالم پر فضیلت دی یعنی تمہاری اولاد کو درجہ نبوت اور امامت عطا کر کے اُن کو لوگوں پر ہادی اور پیشوائے خلق یعنی امام بنا دیا بیشک یہ ایسی فضیلت ہے کہ دنیا کا کوئی خاندان اس کے مقابلہ میں اپنے کو پیش نہیں کر سکتا اور اسی سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ کی اور اُن کی اولاد کے درجہ امامت کا حال بیان کر کے یہ بھی بتلا دیا کہ یہ فضیلت امامت کی اسی نسل ابراہیمی میں رہیگی لیکن ظالموں یعنی گنہگاروں کے لئے یہ عہدہ نبوت و امامت نہیں بلکہ جو معصوم ہیں اس نسل میں اُنہیں کے لئے نبوت اور امامت کا تقرر خدائے تعالیٰ نے منظور فرمایا ہے اور اُنہیں معصومین کو درجہ امامت عطا فرمایا۔

ترجمہ آیت نمبر ۱۲۴۔ اے رسول (بنی اسرائیل کو یاد دلاؤ) جب ابراہیمؑ کو اُن کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا اور اُنہوں نے پورا کر دیا تو خدا نے فرمایا تمکو (لوگوں کا) پیشوا (یعنی امام) بنانیوالا ہوں ابراہیمؑ نے عرض کی اور (میری اولاد میں سے۔ فرمایا ہاں (مگر) میرے اس عہدہ (امامت) پر ظالموں سے کوئی شخص فائز نہیں ہو سکتا۔

کو ساتھ اوامر و نواہی کے اور مناسک حج اور جو کچھ کہ فطرت اسلام ہیں یعنی منڈانا بالوں کا
اور مضمضہ کرنا اور استنشاق اور مسواک کرنا اور مونچھ کٹانا اور ناخن کٹانا اور بغل کے بال بنوانا
اور ناف کے نیچے کے بال بنوانا۔ اور ختنہ کرنا اور استنجا کرنا پس ابراہیمؑ نے انجام کو پہونچایا پس
خدا نے کہا کہ چونکہ ابراہیمؑ نے میری فرماں برداری کی اس لئے اُن کو آدمیوں پر دین کا پیشوا
(یعنی امام) مقرر کیا اور بعد اُن کے نیک آدمی اقتدا کریں اور صاحب تفسیر کبیر کا قول ہے کہ
جسقدر تکالیف اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو دی اور جو کچھ حکم دیا اُسکو اُنہوں نے پورا کر دیا اور کامل
طور سے بجالائے اسی وجہ سے نبوت اور امامت عطا کی اور ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کے لئے
منصب امامت خدا سے مانگا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالموں اور بدینوں کے لئے منصب
امامت کا حاصل ہونا ناممکن ہے میرا یہ عہد نہیں ہے اور صاحب تفسیر عمدۃ البیان ناقل ہیں کہ
کہ جس وقت آزمایا ہمنے ابراہیمؑ کو ساتھ اُن حکموں کو بجالایا اون کو اور آزمایش سے مراد یہ ہے کہ
معاملہ آزمانے والوں کے ایسا کیا گویا اُس کا علم پہلے سے تھا بلکہ آزمانے والے کو آزمائش سے
علم حاصل ہوتا ہے اور خدائیتعالیٰ کو پہلے سے علم حاصل تھا کہ ایسا کریگا اور بعض کہتے ہیں کہ کلمات
سے مراد اسمائے مبارک ہیں محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے آدم
کی دعا قبول ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے مراد ذبح اسمٰعیل ہے کہ خواب دیکھا اور اُسے
پورا کیا اُس کے عوض میں خدا فرماتا ہے کہ اے ابراہیمؑ ہمنے تمکو لوگوں کا پیشوا بنایا کہ تمام صلحا اور
نیک آدمی تیری پیروی کریں ابراہیمؑ نے کہا اور میری اولاد میں بعضوں کو امام بنا خدا نے کہا
نہیں پہونچتا ہے یہ عہدہ ظالموں کو اور فاسقوں اور فاجروں کو تیری اولاد میں سے بلکہ
متقیوں کو اور نیکوں کو اور صلحا کو امام کرونگا۔

توضیح آیت نمبر ۱۲۴۔ مفسرین کی تفسیروں سے واضح ہوا کہ خدائیتعالیٰ نے پہلے تو اپنی نعمتوں کا
بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوب سے ذکر کیا کہ تم کو ہمنے تمام جہان پر فضیلت دی اور وہ فضیلت
یہی تھی کہ اولاد یعقوب میں اور اُن کے سلف میں منصب نبوت اور وصایت اور امامت کا
سلسلہ قائم رہا اب اسی سلسلہ میں حضرت ابراہیمؑ کے فضائل خاص طریقہ سے ارشاد ہو رہے
ہیں کہ ہمنے ابراہیمؑ کو چند باتوں میں آزمایا یعنی کئی طرح سے ہمنے ابراہیمؑ کا امتحان لیا۔ یہ تو
واضح اور روشن ہے کہ امتحان کے سوالات چن کر دیئے جاتے ہیں اور پھر خدائیتعالیٰ جس کو
جس امتحان کا اہل سمجھتا ہے اُس قسم کا امتحان لیتا ہے پس نبیوں کا درجہ خدائیتعالیٰ کے نزدیک

سب سے اکمل وافضل ہے لہذا انبیاءکرام سے جسقدر امتحانات ہوئے ہیں وہ نہایت سخت
تھے یعنی کوئی آرہ سے چیرا جارہا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ خبردار اگر تو میرا فرماں بردار بندہ ہے تو
اُف نہ کرنا اور کوئی دیگ میں جوش دیا جارہا ہے لیکن تاکید صبر ہو رہی ہے۔ حضرت ایوبؑ کا
جس طرح امتحان لیا گیا دنیا پر روشن ہے اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کا بھی امتحان لیا گیا لیکن واضح
ہو کہ اور انبیاء کے امتحان جو ہوئے ہیں وہ ایسے سخت نہیں تھے جیسے کہ حضرت ابراہیمؑ کے اور
ماسوا اُس کے اوروں کا امتحان ایک ہوا ہے اور حضرت ابراہیمؑ کا امتحان کئی دفعہ لیا گیا ہے
کلام خدا سے ظاہر ہوتا ہے پس واضح ہو کہ چونکہ ان انبیاؤں میں حضرت ابراہیمؑ افضل تھے
اور اسی نسل ابراہیمی سے خاتم نبوت پیدا ہونے والے تھے اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے حضرت
ابراہیمؑ کا امتحان کئی دفعہ لیا ہے۔ اور وہ بہت سخت تھے چنانچہ دو امتحان کے واقعے جو کہ اہم
ترین ہیں اُس کو میں پیش کرتا ہوں دیکھئے کہ پہلے حضرت ابراہیمؑ اپنے سلسلہ کے مطابق نبی ہوئے
درجۂ نبوت پر فائز ہوئے اُسکے بعد اُن کا امتحان ہوتا ہے کہ آگ میں ڈال دیئے جاتے ہیں اور
ابراہیمؑ اف نہیں کرتے چنانچہ جب خدا تعالیٰ نے اُن کے دل کی صداقت اور صفائی دیکھ
لی اُس وقت آگ کو حکم دیا کہ تو ابراہیمؑ پر سرد ہو جا خبردار ابراہیمؑ کا ایک بال بھی بیکا نہ ہو
یہ امتحان ابراہیمؑ کا ایسا سخت تھا کہ کوسوں آگ کا انبار لگا ہوا ہے اور ابراہیمؑ خوشی خوشی
رضائے خدا پر توکل کئے ہوئے صبر کے ساتھ اس منزل آتشیں کو طے کر رہے ہیں دل پر
ذرہ برابر خوف و ہراس نہیں ہوتا اُس وقت حکم خدا سے آگ ابراہیمؑ پر سرد ہو جاتی ہے
اور درجۂ خلّت ابراہیمؑ کو عطا ہوتا ہے۔ اب دوسرے امتحان کی باری آئی ہے یہ ظاہر ہے
کہ ایک امتحان کے بعد جب دوسرا امتحان ہوتا ہے تو گذشتہ امتحانوں سے سخت ہوتا ہے
اور جیسا امتحان ہوتا ہے اُس کی کامیابی پر اُس کا صلہ بھی ویسا ہی عظیم الشان ہوتا ہے
پس درجۂ خلّت پانے کے بعد صرف خواب کے ذریعہ ابراہیمؑ کو خبر دی جاتی ہے کہ تو اگر
میرا خلیل ہے تو تو اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو میری راہ میں اپنے ہاتھ سے ذبح کر دے۔ پس
حضرت ابراہیمؑ خواب دیکھ کر شاداں و فرحاں اٹھتے ہیں اور اپنے مبارک فرزند حضرت
اسمٰعیل سے کہتے ہیں کہ بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمکو اپنے ہاتھ سے راہ خدا میں
ذبح کر رہا ہوں بیٹا بھی فوراً بلا جبر و اکراہ تیار ہو گیا اور فرمایا کہ ابا اگر خدا کی منشا یہی ہے

کیا کہنا اس باپ کا کہ اپنے ہاتھ سے اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کو تیار ہو گیا اور کیا کہنا اس
فرزند سعید کا کہ فوراً راہ خدا میں ذبح ہونے کو تیار ہو گیا پس ابراہیمؑ نے اپنے پارہ دل وجگر
کے ٹکڑے اسمٰعیل کے گلے پر استقلال کے ساتھ چھری رکھدی اور اپنے خواب کو پورا کر دکھایا
یہ وہ وقت ہے کہ ایک ذرا ہاتھ کی حرکت میں قصہ پاک ہے آواز آئی اے ابراہیمؑ بس تو نے اپنے
خواب کو سچا کر دکھایا اور ہمنے اس ذبح کو ذبح عظیم سے بدلدیا تو اُٹھ ہم محسنین کو ایسا ہی بدلہ
دیتے ہیں کیسا بدلہ دیتے ہیں یعنی تجھکو رسول بنایا نبی بنایا خلیل بنایا اب اس امتحان کے صلہ
میں تجھ کو ہم تمام جہان والوں پر ہدایت کے لئے پیشوا (امام) بناتے ہیں اُس وقت حضرت ابراہیمؑ
نے اس منصب امامت کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے فوراً بارگاہ صمدیت میں عرض کی کہ اے میرے پالنے
والے یہ درجۂ امامت میری اولاد کو بھی عطا فرما حکم ہوتا ہے کہ ہاں مگر یہ عہد تیری اولاد میں
ظالمین کو نہیں پہونچ سکتا یعنی گنہگاروں اور فاجروں اور فاسقوں کو نہیں بلکہ تمہاری اولاد
میں صرف معصوموں کو یہ منصب امامت عطا کیا گیا پس واضح ہو کہ اس سخت امتحان ذبح
اولاد کے بعد جو درجہ ابراہیمؑ کو ملا وہ منصب امامت ہے اور اُسکو یعنی اس منصب امامت
کو ابراہیمؑ نے اپنی معصوم اولاد کے حق میں خدا سے رجسٹری کرائی اب سوائے ابراہیمؑ کی معصوم
اولاد کے کوئی دوسری فرد منصب امامت کی مستحق نہیں اسکے بعد مناقب خوارزمی میں ہے
کہ فرمایا رسولخدا صلے کہ جس وقت ابراہیمؑ کی دعا قبول ہوئی اور اُن کی معصوم اولاد کے
لئے منصب امامت خدا نے عطا کیا اُس کے بعد پھر فوراً حضرت ابراہیمؑ دعا کرتے ہیں کہ اے
خدا اے میرے پالنے والے تو محفوظ رکھ مجکو اور میری اولاد کو بتوں کی پرستش سے تو
خدا یتعالیٰ نے اُن کی یہ دعا بھی قبول فرمائی میرے اور علیؑ کے حق میں اور مجکو نبی اور علیؑ
کو وصی مقرر کیا" پس معلوم ہوا کہ جس شخص نے ایک لمحہ بھی شرک و بت پرستی کی ہو وہ اس
منصب امامت کے قابل نہیں اور وائے برحال اُسکے کہ جس نے تمام زندگی شرک و بت پرستی
میں بسر کی ہو اور آج مسلمان بن کر اپنے کو منصب امامت کا قابل سمجھ لے اور مسند رسول پر
بعد رسولخدا جبری قبضہ کر لیوے پس واضح ہو کہ روز الست تو توحید نبوت اور امامت کا تقرر
ہو ہی چکا تھا اب دوبارہ اسکی تجدید کر کے خدا یتعالیٰ دنیا والوں کو بتلا دیتا ہے کہ دیکھو نبوت اور
منصب امامت مشرکوں اور بت پرستوں اور فاجروں اور فاسقوں کے لئے نہیں ہے یہ صرف اولاد
ابراہیمؑ کے معصوم ہستیوں کے لئے ہے اور قیامت تک ... کے لئے تقرر ہو گیا اب جس کا جی چاہے

ابراہیمؑ کی معصوم اولاد کا حق ہے منصب امامت پر تقرر

نبی بن جائے اور جس کا جی چاہے امام بن جائے اور جس کا جی چاہے خلیل بن جائے اور جس کا جی چاہے خدائی کا دعویٰ کر کے کعبہ پر قبضہ کرے۔ واضح ہو کہ معصوم وہ ہے جو کہ بطن مادر سے آغوش قبر تک کسی قسم کا چھوٹا یا بڑا گناہ عمداً یا سہواً نہ کرے وہی معصوم ہے اور اگر کسی قسم کا گناہ سرزد ہوا تو وہ ظالم قرار پایا پس وہ قابل امامت نہیں۔

ترجمہ آیت ۱۲۳ (اے رسول اُس وقت کو بھی یاد دلاؤ) جب ہمنے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے ثواب اور پناہ کی جگہ قرار دی اور حکم دیدیا کہ (ابراہیمؑ کی اس) جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ اور ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ سے عہد و پیمان لیا کہ میرے اس گھر کو طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے واسطے صاف اور ستھرا رکھو۔

تشریح آیت ۱۲۳۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ یہ اور تکلیف ہے جس کا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو مکلف بنایا ہے تو اول اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی فضیلت بیان کر دی کہ وہ لوگوں کا مجمع ہے اور جائے امن اور پناہ بھی ہے کہ جو لوگ اُسکے ارد گرد مار پیٹ کرتے ہیں لیکن حرم میں امنی نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ الخسب کو رغبت دلایا کہ تم ابراہیمؑ کے قدم بقدم چلو اور جہاں اُس نے نماز پڑھی ہے تم بھی پڑھو (صاحب تفسیر کبیر فرماتے ہیں کہ خدا نے تو محمدؐ کو اور اُن کی تمام امت کو صرف مصلے ابراہیمی پر نماز پڑھنے کا حکم دیدیا اور لوگوں نے اپنے من گھڑت مصلے حنفی حنبلی شافعی وغیرہ قائم کر لئے ابراہیمی مصلے سے کچھ غرض نہ رکھی اور پھر یہ دعویٰ کہ ہمارا ایمان قرآن پر ہے اور سنی ہیں سبحان اللہ) پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور اسمٰعیل کو کعبہ کی جدید تعمیر کا حکم دیا اور اسکو صاف و ستھرا کیا خواہ بتوں سے خواہ گندگی وغیرہ سے اور طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کا حکم دیا تو کعبہ ایسے ہی لوگوں کے لئے بنایا گیا ہے اب صاحب تفسیر حسینی اور صاحب عمدۃ البیان فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ جو کوئی حرم میں داخل ہوا پناہ مانگنے والا خدا سے وہ امن ہوا رضامندی خدا سے اور اے مومنوں پکڑو تم مقام ابراہیمؑ کو نماز کے واسطے۔

توضیح آیت ۱۲۳۔ تواتر تفسیرات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے کعبہ کو جائے امن قرار دیا اور یہ صحیح ہے لیکن جب میں دیکھتا ہوں کہ امام حسینؑ فرزند رسول الثقلین جب مدینہ والوں اور امیر شام کی سختیوں سے اپنے نانا رسول خدا کی طرح اپنے پیدائشی مسکن چھوڑنے پر

میں قیام کیا تو وہاں بھی امیر شام امیر معاویہ کے فرزند ارجمند یزید نے نہ رہنے دیا اور اُن کے
کے قتل کے لئے مسلح افواج حاجیوں کے لباس میں روانہ کیا تاکہ فرزند رسول کو حرم کعبہ میں
قتل کر ڈالیں نہ حرمت کعبہ کا خیال کیا نہ فرزند رسول کا احترام کیا نہ منصب امامت سے خوف
کھایا دیکھو ناسخ التواریخ یہ یزید اپنے کو امیر المومنین اور خلیفہ رسول کہلوا رہا ہے اور مسند
رسول کو فخر یہ نجس کر رہا ہے یہ اجماعی خلفاء کے چھٹے نمبر پر ہے۔ اب مصلے کے متعلق مفسرین نے
جو کچھ لکھا ہے کہ خدا نے ایک مصلیٰ مصلےٰ ابراہیمی قرار دیا ہے اور یہی ایک مصلےٰ برحق ہے۔ لیکن
لوگوں نے مختلف مصلے قائم کر لئے اور پھر بھی کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان قرآن پر ہے بالکل غلط ہے
پس معلوم ہوا کہ صرف ایک ہی مصلی ابراہیمی برحق ہے اور جسقدر مصلے ہم جیسے انسانوں نے
قائم کئے ہیں وہ سب ناحق ہیں برحق کوئی بھی نہیں ہے۔ میری غرض ہے کہ اب ناحق اور برحق
کا فیصلہ آپ خود کر لیجئے یعنی جن چیزوں کا حکم ہمکو خدائے رب العالمین کی طرف سے آیا ہے وہی
ہمارے لئے برحق ہیں یعنی کعبہ کو خدا نے بنا کے ہمارے لئے قبلہ قرار دیا وہ برحق ہے قرآن ہماری
ہدایت کے لئے خاتم نبوت کو عطا کیا برحق ہے۔ خاتم نبوت ہمارا نبی مقرر کر دیا نبی برحق ہے اولاد
رسول کو ہمارے اوپر پیشوا یا امام مقرر کر دیا وہ برحق ہے مصلےٰ ابراہیمی پر نماز ادا کر دے کا حکم دیا
بس یہی مصلےٰ ابراہیمی برحق اس کے علاوہ اگر کوئی اپنا قبلہ دوسرا بنائے وہ ناحق کوئی کتاب
سوا قرآن کے کوئی پیش کرے وہ ناحق اسی طرح کوئی اپنے کو نبی بنا کر پیش کرے وہ ناحق یا کوئی دوسرا
امام سوائے اولاد رسول کے کوئی پیش کرے وہ ناحق اسی طرح سوائے مصلے ابراہیمی کے جو
مصلے کعبہ میں قائم ہوئے وہ ناحق۔ اور اس مصلے کے بارہ میں صاحب تفسیر کبیر نے نہایت حق بات
فرما دی ہے کہ مصلائے ابراہیمی پر نماز کا حکم دیا لیکن لوگوں نے من گھڑت مصلے قائم کر لئے پھر کہتے
ہیں کہ ہمارا ایمان قرآن پر ہے ہم سنی ہیں (سبحان اللہ) مقصد یہ ہے کہ قرآن کے خلاف ہو کر مصلے
قائم کر لئے اور پھر کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان قرآن پر ہے اور ہم مسلمان ہیں پس ان کے فیصلہ سے بھی
ثابت ہو رہا ہے کہ سوائے مصلائے ابراہیمی کے کوئی دوسرا مصلے نہیں اور اگر ہے تو برحق نہیں
کسی مسلمان کے لئے۔ واضح ہو کہ سب سے پہلے حنفی مصلے کی بنیاد قائم ہوئی ہے اور امام ابو حنیفہ
۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور زمانہ قضا یا ۱۵۰ھ ہجری بحوالہ سیرۃ النعمان مولانا شبلی۔ اسکے پہلے
۱۱ھ ہجری جو کہ سنہ وفات سرور کائنات ہے اُس وقت سے ۱۵۰ھ ہجری تک تمام مسلمان کیا
خلفا [illegible]

کعبہ کو خدا نے خاص امن قرار دیا لیکن امام حسینؑ کو وہاں بھی پناہ نہیں ملی -

پیروان آل محمدؐ کے اور کوئی گروہ اسلامی مصلٰہ ابراہیمی کا پیرو نہیں۔ اور یہی برحق نظر آتے ہیں۔ اب یہ بھی خدا فرماتا ہے کہ ہمنے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ سے عہدوپیمان لیا کہ اس گھر کو میرے طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے صاف اور ستھرا رکھو۔ پس واضح ہو کہ یہ

الہامی نوٹ ۱۲ آیت ۱۲۳۔ یہ جن کے لئے خدا نے گھر صاف وستھرا کرنے کا حکم دیا ہے وہ اعتکاف اور طواف اور رکوع اور سجود کرنے والے وہی محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔

توضیح آیت ۱۲۳۔ اعتکاف اور طواف اور رکوع اور سجود کرنے والوں کا گروہ وہی چودہ کا ہے جن کی اوّل فرد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے اس شہر میں پیدا ہونے سے یہ شہر مقام امن ہو گیا اور دوسری فرد اس کتاب کی علیؑ کی ذات ہے جس نے پیدا ہو کر خانہ کعبہ میں بتلا دیا کہ یہ گھر خدا یتعالیٰ نے ہمارے لئے صاف وستھرا کرایا تھا اور انہیں کے لئے مسجد الحرام میں حالت جنب میں بھی جانا جایز قرار پایا ہے اس لئے کہ پاک وطاہر اس گھر کے ایسے پاک وطاہر تھے کہ ان کے لئے صاف وستھرا مکان بنانے کے لئے ابراہیم واسمٰعیل جیسے پیغمبروں سے عہدوپیمان لیا جا رہا ہے سبحان اللہ کیا محترم شان ہے محمدؐ وآل محمدؐ کی کیوں نہ ہو آخر خدا یتعالیٰ نے انہی کو تو مالک اپنے تمام املاک کا بنا دیا ہے۔ گو بعض مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ اس سے مراد تمام مسلمان اور مومنین ہیں لیکن امام عصر نے اس اختلاف کو صاف کر کے بتلا دیا کہ اے لوگو طواف ایسا تو ہو کہ جسکے طواف سے جدار کعبہ شق ہو کر دروازہ پیدا کر دے اعتکاف ایسا تو ہو کہ تین روز تک خدا کا مہمان رہے میوہ ہائے جنت سے مہمانی کی جائے حوران جنت اور حضرت مریمؑ اور حضرت سارا اس مہمان کی نگہداشت کے لئے مقرر ہوں اور راکع اور ساجد ایسے ہوں کہ بطن مادر سے علٰحدہ ہو کر زمین پر قدم رکھتے ہی رکوع وسجود ادا کریں اور سورہ مومنون کی تلاوت ہو ایں عرض کروں یہ وہ راکع اور ساجد اور طواف اور اعتکاف والے ہیں کہ انھیں کو دیکھ کر ملائکہ مقربین نے طواف واعتکاف ورکوع وسجود سیکھا۔ اور یہ تمام احادیث اپنے اپنے مقام پر دفاتر اسلامی میں موجود ہیں دیکھو تذکرہ خواص الامہ۔ ریاض النظرہ۔ ارجح المطالب از صلا۱۴ تا صا۱۴ ونسائی وابن مغازلی وطبرانی وغیرہ او یہی اہلبیت ہیں۔

طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجود کرنیوالوں سے مراد محمدؐ و آل محمدؐ ہیں

کہ اے میرے پالنے والے تو اس شہر کو پناہ و امن کی جگہ قرار دے اور اُسکے رہنے والوں میں سے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان لائیں اُن کو طرح طرح کے پھل کھانے کو دے خدا نے فرمایا اچھا (مگر) جو دنیا میں کفر اختیار کریگا اُسکو دنیا میں چند روزہ ادنیٰ فائدہ اُٹھانے دونگا پھر آخرت میں اُس کو مجبور کرکے دوزخ میں کھینچ لے جاؤنگا۔

تشریح آیت ۱۲۴۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ یہ ابراہیمؑ علیہ السلام کی خوبی کا ذکر ہے کہ اُنہوں نے کعبہ کو بنا کر اُس بستی یعنی مکہ کے لئے دعا کی شبہ رہا کہ اُس جگہ پر بستی کا ہونا اُن کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا تھا یا اُنہوں نے خود وہاں بستی ہونیکی دعا کی اور یہ امر ابراہیم علیہ السلام کے کمال حکم برداری کی دلیل ہے کہ جب امامت کے لئے اُنہوں نے خدا سے اپنی اولاد کے حق میں دعا کی تو حکم ہوا کہ ظالموں کو میرا عہد شامل نہیں تو اُس خوف سے یہاں رزق طلب کرنے میں بھی وہی لحاظ رکھا تو خدا نے فرمایا کہ امامت دینی اور چیز ہے اور رزق دینا اور چیز ہے سو رزق میں ایماندار کی خصوصیت نہیں بلکہ کافر اور مومن سب کو برابر ملتا ہے لیکن کافر کی آخرت خراب اور مومن کی آخرت کامیاب اور صاحب تفسیر حسینی ناقل ہیں کہ جب ابراہیمؑ کی دعا مستجاب ہوئی تو خدا یتعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ فلسطین میں ایک مربہ ہے جہاں میوے بہت پیدا ہوتے ہیں اُسے قطعہ کرکے مکہ میں لاؤ اور سات بار گرد خانہ کعبہ کے طواف کرو اور اسی بات کی تائید صاحب تفسیر عمدۃ البیان بھی کرتے ہیں اس کے بعد خدا یتعالیٰ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی دعا کا ذکر کرتا ہے۔

ترجمہ آیت ۱۲۵ (اُس وقت کو بھی یاد دلاؤ اے محمدؐ) کہ جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیل بنیادیں کعبہ کی درست کر رہے تھے اور دعا کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری) خدمت کو قبول فرما تو ہی دعا کا سننے والا (اور ہماری نیتوں کا) جاننے والا ہے۔

ترجمہ آیت ۱۲۶۔ اے ہمارے پالنے والے تو ہمیں اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد سے ایک گروہ (پیدا کر) جو تیرا فرمانبردار ہو اور ہمکو ہمارے حج کی جگہیں دکھا دے اور ہماری توبہ قبول فرما بیشک تو ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ترجمہ آیت ۱۲۷۔ اے میرے پالنے والے) مکہ والوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھکر سنائے اور آسمانی کتاب اور عقل کی باتیں سکھائے اور اُن کے (نفوس) کو پاکیزہ کردے بیشک تو ہی غالب اور صاحب تدبیر ہے۔

حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی دعا

کی سلامتی خدا سے طلب کرتے جاتے تھے کہ اس گھر کے متعلق جو پوری عبادات ہوں وہ ہمکو تعلیم کر
اور ہمارے قصوروں سے درگذر کرکے ہم پر رحمت کی نظر سے توجہ کر پھر اسکے بعد یہ دعا کی کہ اس
بستی میں انہیں کی قوم سے ایسا رسول بنا کے کھڑا کر جو ان کو تیری آیتیں پڑھکر سنائے اور تیری کتاب
اُن کو سکھائے اور شرک اور کفر اور بدعت سے اُن کو پاک کرے تیرا کوئی کام مضبوطی اور حکمت
سے خالی نہیں ہے اس دعا میں محمدؐ کی نبوت کی طرف اشارہ ہے اور صاحب تفسیر حسینی نے
اضافہ کیا ہے کہ میری اولاد سے ایک گروہ بنا جو کہ خالص مسلمان ہوں اور صاحب تفسیر عمدۃ البیان
کا بیان ہے کہ خانہ کعبہ کی بنیاد پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے ہوئی ہے کوہ طور کوہ زیتا اور کوہ
کوہ لبنان اور کوہ جودی اور بنیاد اس کی کوہ حرا کے پتھر سے ہے کہ وہ مکہ سے باہر ہے اور
جس وقت وہ مکان تیار ہوا تو ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے تو قبول کر ہم سے
اور قبول کر ہمکو فرماں برداری میں واسطے اپنے ثابت قدم رکھ دین اسلام پر اور صادق آل محمد
سے روایت ہے کہ مراد ذرّیت سے اولاد ہاشم بن عبدمناف ہے اور پھر دعا کی ابراہیمؑ و اسمٰعیل
نے کہ اے پروردگار دکھلا تو ہمکو مقامات حج ہمارے اور توبہ قبول کر تو واسطے ہمارے اور
تو توبہ قبول کرنے والا ہے یہ توبہ خشوع و خضوع اور انکسار ہے نہ یہ کہ کوئی گناہ اُن سے صادر
ہوا ہو یا یہ کہ یہ توبہ اُن کی واسطے اولاد کے ہو کہ اُٹھا تو اور مقرر کر تو ہماری اولاد میں ایک
پیغمبر کو اُن میں سے کہ پڑھے واسطے اُن کے آیتیں تیری اور سکھائے وہ کتاب اور حکمت
کہ وہ احکام شرع کے ہیں اور پاکیزہ کرے وہ ان کو شرک و گناہوں سے اور یہ دعا ابراہیمؑ
و اسمٰعیل کی ہمارے پیغمبر محمدؐ کی شان میں ہے کہ ایک پیغمبر ہماری اولاد میں اٹھا اس لئے
کہ اولاد اسمٰعیل میں سوائے خاتم نبوت کے کوئی پیغمبر نہیں ہوا خدا تعالیٰ نے دعائے ابراہیمی
قبول فرمائی اور روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام نے اپنے بھتیجوں اور مہاجر کو بلاکر کہا (یہ علماء یہود
سے تھے مسلمان ہوئے تھے) کہ تم جانتے ہو کہ توریت میں محمدؐ کے صفات لکھے ہیں تم دین اسلام
کو جو ملت ابراہیمؑ ہے قبول کرو یہ سنکر سلمہ تو ایمان لائے اور مہاجر نے انکار کیا اس ذکر کو خدا
نے بیان کیا ہے۔

توضیح آیات ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ آیات بالا کی تمام تفسیرات سے واضح ہوا کہ حضرت ابراہیم

تھے اور ابراہیمؑ و اسمٰعیل کی اولاد جو کہ سب کے سب اولاد جو ہاشم ہیں ...
اور موحد اور خدا پرست تھے اور اسمٰعیل ہی کی نسل میں محمدؐ پیدا ہوئے اور واضح ہو کہ یہی وجہ تھی کہ حضرت اسمٰعیل کو خدا نے ذبح ہونے سے بچالیا اور اُس ذبح کو ذبح عظیم سے بدلدیا وہ ذبح عظیم واقعۂ کربلا اور ذبیحہ اعظم امام حسینؑ ہیں اثبات انشاء اللہ آیت آیندہ موقع پر پیش کرونگا۔

ترجمہ آیت ۱۲۸ ۔ اور کون ہے جو ابراہیمؑ کے طریقہ سے نفرت کرے مگر جو احمق بنائے اپنے کو اور بیشک ہمنے دنیا میں اُن کو منتخب کرلیا ہے اور وہ آخرت میں بھی اچھوں میں سے ہوں گے۔ ع ۱۵/۱۵

ترجمہ آیت ۱۲۹ ۔ اور جب اُن سے اُن کے پروردگار نے کہا کہ اسلام قبول کرو تو ابراہیمؑ نے کہا میں تو سارے جہان کے پالنے والے پر اسلام لاچکا ہوں۔

ترجمہ آیت ۱۳۰ ۔ اور اُسی طریقہ کی ابراہیمؑ نے اپنی اولاد سے وصیت کی اور یعقوب نے بھی کہ اے بیٹو خدا نے تمھارے لئے دین اسلام پسند فرمایا پس تم ہرگز ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان ہو کر۔

تشریح آیت ۱۲۹ و ۱۳۰ ۔ از تفسیر کبیر خدائیتعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیمؑ میں اتنی بے انتہا خوبیاں ثابت ہیں کہ ہر بات میں وہ ہمارا پورا فرماں بردار ہے اور پکا موحد پھر جو اُسکی پیروی نہ کرے اور اُس کا طریق نہ اختیار کرے اور اُس کے مذہب سے روگردانی کرے یا مذہب ابراہیمی سے انحراف کرے تو اُس سے بڑھکر احمق کون ہوگا دنیا میں وہ سب سے زیادہ برگزیدہ لوگوں میں مشہور ہے اور قیامت کے روز بھی وہ ایسا ہی ہوگا اور یہ بہت بڑی خوبی حضرت ابراہیمؑ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرمانبرداری کا حکم دیا تو فوراً بے چون و چرا سر تسلیم خم کردیا اور عقل سلیم اُن کی وہ تھی کہ سر تسلیم کرنے کی وجہ بتادی کہ سر تسلیم خم کیوں نہ کروں تو ہی تو سارے جہان کا مالک ہے یہ اور خوبی ہے کہ جس دین کو اُنہوں نے قبول کیا اپنی ذات کے لئے اپنی اولاد کو بھی اُسی کی وصیت کی اور یعقوب اپنے پوتے کو بھی اور یہ تاکید بھی کردی کہ دیکھو مرنا بھی تو توحید کے عقیدے پر یہی مضمون صاحب تفسیر حسینی کا بھی ہے پس صاحب تفسیر عمدۃ البیان لکھتے ہیں کہ کون شخص ہے جو منھ پھیرے دین ابراہیمؑ سے اور اُسکی طرف رغبت نہ کرے مگر وہ شخص کہ بیوقوف اور خوار ہوئے بیچ اپنے نفس کے اور خدا فرماتا ہے البتہ بہ تحقیق کہ ہم نے ... تحقیق کہ وہ آخرت میں بھی نیکوں

دین ابراہیمی اصل دین اسلام ہے

میں سے ہے۔ اور حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ بجز ہمارے اور ہمارے پیروؤں
کے کوئی دین ابراہیمؑ پر نہیں ہے اور پھر فرماتا ہے خدا ابراہیمؑ کے صفات میں کہ جس وقت کہا
کہ ابراہیمؑ کے واسطے اور فرمانبرداری اُسکی قبول کی جو چاہے سو حکم کرے اور ابراہیمؑ نے
جو وصیت کی اپنی اولاد کو اُس کو خدا تعالیٰ بیان کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ وصیت کی ابراہیم
نے ساتھ اُس دین کے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے اپنی اولاد کو۔

توضیح آیات ۱۲۹ و ۱۳۰۔ آیات اور تفاسیر سے واضح ہو گیا کہ خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور
اولاد ابراہیمؑ ہی کو واسطے پیغمبری اور وصایت یعنی نبوت اور امامت کے لئے پسند فرمایا اور
اسی وجہ سے ابراہیمؑ اور اولاد ابراہیمؑ کو تمام جہان پر فضیلت دی اور برگزیدہ کیا کہ ابراہیمؑ
کے آبا و اجداد اور اولاد میں ازل سے ابد تک کے لئے نبوت اور امامت کا تقرر ہو چکا اور
یہ بھی اچھی طرح واضح ہو گیا کہ مذہب ابراہیمؑ اور مصلۂ ابراہیمی کا جو مسلمان پیرو ہے وہی اُس
دین اسلام پر ہے جس کو خدا نے قبول یا پسند فرمایا ہے پس میں عرض کرتا ہوں کہ جس وقت
رسولخدا نے مقام غدیر میں علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر دکھلا دیا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا مولا علیؑ
ہے جو ان کا مددگار ہے وہ میرا اور جو میرا مددگار ہے اُس کا خدا مددگار ہے اور جو ان کا
دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو میرا دشمن ہے اُس کا دشمن خدا ہے پس جس کا دشمن خدا
ہے اُس کا ٹھکانہ کہاں ہو سکتا ہے اور اس کے بعد ہی جو آیت فوراً نازل ہوئی ہے وہ یہ ہے
دیکھو پارہ ۶ آیت ۳ کا دوسرا ٹکڑا سورۂ مائدہ آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور
تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے اس دین اسلام کو پسند کیا۔ اسکے بعد تیسرا ٹکڑا اس
آیت سے بالکل علیحدہ ہے۔ پس واضح ہو کہ جس دین اسلام کو ابراہیمؑ کے خدا نے پسند فرمایا
ہے اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے اسی طرح اور بالکل اسی طرح بلکہ اور افضل طریقہ
سے بعد تقرری حضرت علیؑ کے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ نعمت جو ہمنے روز ازل تم پر نازل کر دی
تھی یعنی امامت و ولایت علیؑ اور اسی امامت کی تقرر سے دین اسلام قابل پسندیدگی خدا کے
ہوا۔ اور تمام صحابہ نے علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کی مبارکباد دی اور پھر تین ہی مہینہ کے بعد
بیعت کو توڑ کر دوسرا خلیفہ مسلمانوں نے اپنی تجویز سے چن لیا اپنی خواہش کے مطابق
اور بیعت کر لی اور آج بقول حضرت امام زین العابدینؑ کہ بجز ہمارے اور ہمارے پیروان

دین اسلام کو خدا نے پسند فرمایا وہ دین سوائے پیروان آل محمدؐ کے کسی کا نہیں۔

کہ بعد وفات رسولخدا علیؑ اور آل رسول مذہب ابراہیمی پر تھے اور ضرور تھے تو جن لوگوں نے
ان کی پیروی چھوڑ کر خود ساختہ خلافت کے پیرو ہیں وہ بنظر انصاف غور کریں کہ اپنے لئے کیا
فیصلہ کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جب ابراہیمؑ سے اُن کے خدا نے کہا کہ اسلام کو قبول کرو تو فوراً
ابراہیمؑ بول اٹھے کہ ہم تو سارے جہان کے پالنے والے پر ایمان لا ہی چکے ہیں۔ سوال کب
لا چکے۔ اور جب ایمان لا چکے تھے تو کیا خدا تعالیٰ ان کے ایمان لانے سے لاعلم تھا۔ پس واضح
ہو کہ خداوند عالم لاعلم نہ تھا بلکہ دیکھ چکا تھا گروہ انبیاء نے سب سے پہلے توحید نبوت اور امامت پر
یثاق اٹھا چکے تھے اُسی کی یاد دہانی کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلام قبول کرو تو فوراً کہہ اٹھے
کہ اے میرے پالنے والے میں تو سارے جہان کے پالنے والے کے سامنے اسلام قبول کر چکا ہوں
ہر حکم پر سر تسلیم خم ہے۔

ترجمہ آیت ۱۳۱ ۔ اور اے یہود کیا اُس وقت تم موجود تھے جب یعقوب کے سر پر موت
آکھڑی ہوئی اُس وقت اُنہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد کسکی عبادت کرو گے کہنے
لگے ہم آپکے معبود اور آپ کے باپ دادوں کے معبود یعنی ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کے معبود یکتا
خدا کی عبادت کرینگے اور ہم اُسی کے فرماں بردار ہیں۔

تشریح آیت ۱۳۱ ۔ از تفسیر کبیر جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی وصیت کا ذکر کیا جو کہ اُنہوں نے
اپنی اولاد کو کی تھی تو اُسکے بعد اُس وصیت کو بھی بیان فرمایا جو یعقوب نے اپنی اولاد کو وصیت
کی تھی تو یہود و نصاریٰ کو لازم ہے کہ ابراہیمی توحید کو اختیار کریں (بندہ نواز یہی گذارش میری
عامۂ اسلام سے ہے) اور شرک کو چھوڑیں اُسکے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ باپ دادوں کے
اعمال سے کسی کو کچھ نفع نہیں پہونچتا صرف اپنے ہی اعمالوں پر دار و مدار ہے جو کوئی جیسا کریگا
ویسا پاویگا یہود کا یہ خیال تھا کہ ہمارے باپ داوں نے بچھڑوں کی عبادت کی تھی اُس کا
عذاب ہمکو بھی ہوگا اُتنے ہی دن جتنے دن اُنہوں نے پوجا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس خام
خیالی کا رد فرمایا اور اپنے ذاتی اعمال ہی پر دار و مدار رکھا اور صاحب تفسیر حسینی ناقل ہیں
کہ خدا نے یہود سے فرمایا کہ تم حاضر تھے اُس وقت جس وقت کہ یعقوبؑ پر موت آئی تو یعقوب
نے اپنے بیٹوں سے وصیت کی کہ میرے بعد تم کسکی عبادت کرو گے کہا عبادت کرونگا تیرے خدا
کی اور تیرے باپ دادوں کے خدا کی یعنی ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کے خدا کی ابراہیمؑ کو کہ
[illegible]

یہود کی حجت

اُن کو بھی باپ کہا اسلئے کہ عرب چچا کو بھی باپ کہتے ہیں (برائے خدا اب تو آذر بت تراش کو ابراہیم کا باپ نہ کہئے گا اسلئے کہ ابراہیمؑ کے باپ کا نام تارخ شجروں میں اور تاریخوں میں لکھا ہے) اور عرب چچا کو باپ کے برابر کرتے ہیں اور یہ اتحاد اصلی ہے اور عبادت کرونگا خدائے واحد و یکتا کی اور یہ سب خالص مسلمان تھے صاحب تفسیر عمدۃ البیان بھی اسکی تائید کرتے ہیں۔

ترجمہ آیت ۱۳۴ (اے یہود) یہ وہ لوگ تھے جو چل بسے جو اُنہوں نے کمایا اُنکے آگے آیا اور جو تم کماؤ گے وہ تمہارے آگے آئیگا اور جو کچھ وہ کرتے تھے اُس کی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی۔

ترجمہ آیت ۱۳۵ (یہودی و نصاریٰ کہتے ہیں مسلمانوں سے) کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو راہ راست پر آجاؤ گے۔ اے رسول تم ان سے کہو کہ ہم ابراہیمؑ کے طریقہ پر چلتے ہیں جو باطل سے کترا کر چلنے والے تھے) اور مشرکین سے (بھی نہ تھے۔

ترجمہ آیت ۱۳۶۔ (اور اے مسلمانو یہ) کہو کہ ہم تو خدا پر ایمان لائے ہیں اور اُس پر جو ہم پر نازل ہوا ہے (قرآن) اور جو (صحیفے) ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ پر اور اسحاق اور یعقوب پر اور اولاد یعقوب پر نازل ہوئے تھے سب پر اور جو (کتاب) موسیٰ اور عیسیٰ کو دی گئی اُس پر اور جو پیغمبروں کو اُن کے خدا کی طرف سے دیا گیا (اُس پر) ہم تو اُن میں سے کسی (ایک کی بھی) تفریق نہیں کرتے اور ہم تو خدا ہی کے فرماں بردار ہیں۔

تشریح آیات ۱۳۵ اور ۱۳۶۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ جب خدا تعالیٰ الزامی جواب دیچکا تو حقیقی جواب دینا شروع کیا یعنی انبیا کی نبوت کی پہچان ہے کہ اُن سے معجزہ صادر ہو اور اپنے مدعا پر دلائل قویہ رکھتے ہوں سو وہ سب باتیں تم محمدؐ میں دیکھ چکے ہو پھر بعض انبیاء کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا اسکی کوئی وجہ نہیں بلکہ حقیقی ایمان کا یہ طریق ہے کہ جو ہمنے تم کو بتایا ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ اہل اسلام سے ہو اب اہل اسلام سے خدا کہتا ہے کہ یہ اہل کتاب وغیرہ تمہارے جیسا اگر ایمان لاویں تب تو ہدایت پر ہیں ورنہ مخالف ہیں اور اپنے نبی کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ تم ان کی شرارتوں سے کچھ کھٹکا نہ کرو اللہ تمکو محفوظ رکھیگا سب کی سنتا اور جانتا ہے اور صاحب تفسیر حسینی بھی متفق ہیں اور صاحب تفسیر عمدۃ البیان لکھتے ہیں کہ یہودیوں اور نصرانیوں سے تو کہہ اے محمدؐ کہ جو تم کہتے ہو یہ غلط ہے بلکہ پیروی کرتے ہیں ہم دین ابراہیمؑ کی کہ یہ دین ابراہیمؑ مائل ہے طرف حق کے اور تمام کجیوں اور گمراہیوں اور ادیان باطلہ کو ترک کر کے

حضرت علی کی امامت کے بارے میں

یعنی یہ ہے کہ طرف مشرکین کے اور یہود اور نصاریٰ کے اور خدا تعالیٰ مومنین سے خطاب
کرتا ہے اور تفسیر کافی اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ اس خطاب سے مراد علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ
ہیں اور اُن کے یہ قول جاری ہیں تمام مومنین کی طرف چنانچہ فرمایا ہے کہ کہو تم اے مومنین کہ
ہم ایمان لائے ساتھ اُس چیز کے کہ جو نازل کی گئی اوپر ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور
فرزندان یعقوبؑ کے کہ وہ بارہ شخص ہیں اور اُن کی اولاد میں سب بنی اسرائیل ہیں اور اسباط
بنی اسرائیل بمنزلہ قبائل کے اولاد اسمٰعیلؑ میں اور اسباط جمع سبط کی ہے اور سبط وہ جماعت
ہے کہ رجوع کرتے ہیں طرف ایک باپ کے اور لغت میں سبط درخت کو کہتے ہیں جو ایک شجرے
ہوں جیسے حسنؑ اور حسینؑ کو سبط رسولِ خدا کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ فرزندان رسولِ خدا ہیں اور جو
چیز کہ ابراہیمؑ پر نازل ہوئی تھی وہ بیس صحیفے تھے اور ایمان لائے ہیں ساتھ اُس چیز کے جو عیسیٰؑ اور
موسیٰؑ کو دی گئی یعنی توریت و انجیل پر اور جو کچھ دوسرے پیغمبروں پر نازل ہوئی اور جو کہ خدا نے
نازل فرمایا سب پر اور ہم واسطے خدا کے فرماں برداری کرنے والے ہیں پس اگر یہود و نصاریٰ
مثل تمہارے ایمان لائے تو تحقیق ہدایت پائی اُنہوں نے اور راہ راست پر ہو گئے اور اگر
پھر جائیں وہ ایمان سے سوا اسکے نہیں کہ وہ بیچ اختلاف کے ہیں پس قریب ہے اے محمدؐ کہ خدا
محفوظ کرے تجکو شر اُنکے سے اور اُن کو ذلیل و خوار کرے اور وہ خدا جاننے والا ہے مومنوں اور
مشرکوں کا۔

نوٹ الہامی ۵ آیت ۱۳۶ ۔ وما انزل الینا سے مراد امامت و ولایت علیؑ ہے۔

توضیح ۔ بیشک مخاطب اس آیت کے بقول مفسرین مسلمان ہیں اور میں کہتا ہوں کہ خطاب اس آیت
کا مومنین سے ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ اے مومنین کہو ہم ایمان لائے خدا پر اور نبوت پر اور امامت
و ولایت علیؑ پر گو عام مفسرین نے قرآن مراد لیا ہے اگر قرآن ہی مراد لیا جائے تو قرآن صامت
نہیں بلکہ قرآن ناطق ہے اور وہ علیؑ کی ذات ہے دیکھو مولانا ابوالحسن شریف نجفی اور مولانا محمد باقر
مجلسی وغیرہ کہ ذیل کی آیات میں انزل و ما انزلنا و ما نزلنا وغیرہ سے مراد حضرت علیؑ کی امامت و
ولایت ہے اور وہ آیتیں یہ ہیں سورہ بقر کی آیت ۳ اور جو کچھ تم پر اور تم سے پہلے نازل کیا گیا ہے
دوسری آیت بُری ہے وہ چیز جس سے اُنہوں نے اپنے نفسوں کو خریدا ہے اور یہ کہ کفر کریں ساتھ
اُس چیز کے جسکو خدا نے اُتارا ہے دوسری آیت اگر تمکو شک ہے اُس میں جسکو میں نے اپنے بندے
پر اُتارا ہے اور سورہ نساء کی آیت اُس پر ایمان لاؤ جسکو

اے رسول پہونچا دو اُسکو جس کو ہیں نے اُتارا ہے اور سورہ مائدہ کی آیت ان آیات میں جہاں
جہاں یہ الفاظ آئے ہیں مولانا ابوالحسن شریف کہتے ہیں کہ اس سے مراد امامت وولایت علیؑ ہے پھر
فرماتے ہیں کہ جس طرح ان آیات میں ان الفاظ سے ولایت وامامت علیؑ مقصود ہے اسی طرح کل
اُن آیتوں میں بھی جو اسکی مثل ہیں یہی معنی مقصود ہونگے دیکھو مقدمہ تفسیر مشکواۃ الانوار ص۲۱۴ حرف
نون لغت منزل اور بحار الانوار جلد ۷ ص۲۷ باب جوامع تاویل پس واضح ہو کہ خدا فرماتا ہے اے
مومنو کہو تم کہ ہم ایمان لائے خدا پر اور محمدؐ پر اور علیؑ کی ولایت ووصایت پر اور جو نازل ہوا ابراہیمؑ
واسمٰعیلؑ واسحٰقؑ اور یعقوب پر اور نازل ہوئے تھے سب پر اور جو موسیٰ وعیسیٰ کو عطا ہوئی اُسپر
اور جو پیغمبروں کو اُن کے خدا کی طرف سے دیا گیا اُسپر ہم تو اُن میں سے کسی ایک کی بھی تفریق نہیں
کرتے اور ہم تو خدا ہی کے فرمانبردار ہیں پس پارہ ۳۰ سورہ اعلیٰ آیت ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ کی تفسیر میں ارشاد ہے
کہ حضرت علیؑ کی وصایت وولایت اگلے کل انبیا اور ابراہیمؑ اور موسیٰ کے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے
اور کسی نبی کو خدا نے نبی نہیں بنایا جبتک اس امر کا اقرار نہ لے لیا کہ نبوت محمدؐ اور ولایت ووصایت
علیؑ برحق ہے تفسیر برہان جلد ۲ ص۱۸۵ الجوالہ کافی پس واضح ہو کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی ولایت وامامت
کی تاکید میں مومنوں پر ہے کہ تم اُن سے کہدو جو اسکے منکر ہیں چاہے یہود ونصاریٰ یا مسلمان بھی
یا مشرکین ہوں کہ وصایت وولایت علیؑ ہی ہے جو ہمپر نازل ہوئی اور اگلے تمام انبیا ابراہیمؑ و
اسمٰعیل واسحاقؑ عیسیٰ موسیٰ پر نازل ہوئی اس وجہ سے ہم ایمان لائے امامت وولایت علیؑ پر
اسلئے کہ ہم خدا کے فرمانبردار ہیں اور یہ امر مسلمہ ہے کہ مومن وہی ہے جو امامت وولایت وصایت
علیؑ اور دوازدہ امام کی امامت کا اعتقاد رکھے۔ لیکن افسوس مفسرین نے اور مترجمین نے مسلمانوں
کو کہیں کا نہ رکھا کہ اصل راہ صراط مستقیم سے علیحدہ ہو کر رہ گئے اب انہیں کے حق میں پھر ارشاد ہوتا ہے
ترجمہ آیت ۱۳۵ (اے مسلمانو) پس اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم تو
البتہ یہ راہ راست پر آگئے اور اگر وہ اس طریق (یعنی راہ سے منھ پھیر لیں تو بس وہ تمھاری ضد
ہی پر ہیں اور اُن سے بچانے کیلئے (اے رسول) خدا کافی ہوگا اور وہ سب کی حالت کو خوب
جانتا ہے۔

توضیح آیت ۱۳۵۔ اس کی تشریح آیت اول میں ہو چکی۔ مترجمین نے اس آیت کا مخاطب
بھی مسلمانوں کو قرار دیا ہے حالانکہ خطاب مومنوں سے ہو رہا ہے کہ اے مومنو جس طرح تم ایمان

اس راہ یعنی صراط مستقیم سے منھ پھیرتے وہ صرف تمہاری ضد ہے اور اے مومنین اُن سے بچانیکے لئے خدا
کافی ہوگا اور وہ سب کی حالت سے خوب واقف ہے۔ پس واضح ہو کہ طریق سبیل سب کے ایک معنی ہیں اور
وہ طریق اور سبیل راہ راست صراط مستقیم علیؑ اور ائمہ اثنا عشر کی راہ ہے اور یہی اعتقاد امامت ہی سے
مسلمان مومن کے درجہ پر پہونچتا ہے واضح ہو کہ جس نے کلمۂ توحید پڑھا وہ اسلام میں داخل ہوگیا لیکن
مومن اُس وقت ہوا جب توحید نبوت اور امامت کا بھی اقرار کیا اور مکمل اقرار توحید یہی ہے اسی کو خداوند
عالم کا ارشاد ہوا ہے کہ اے مومنو تم ان سے کہو کہ جس طرح ہم ایمان لائے ہیں اس طرح تم بھی ایمان لاؤ
اور یہی راہ راست یعنی صراط مستقیم ہے۔ اب اس کے بعد خدا تعالیٰ اپنے رسول سے خطاب کرتا ہے
اور فرماتا ہے کہ۔

صرف مومن راہ راست پر ہیں

ترجمہ آیت ۱۳۶ ۔ (اے رسول تم ان سے کہو) کہ رنگ تو خدا ہی کا رنگ ہے جس میں (اے
رسول) تم رنگے گئے ہو اور خدائی رنگ سے بہتر کون رنگ ہے اور ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔

تشریح آیت ۱۳۶ ۔ اُنہیں یہودیوں اور نصرانیوں کی رد میں یہ آیت نازل ہوئی ہے وہ
مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہمارے یہاں صبغہ ہے اور صبغہ نصرانیوں کا یہ تھا کہ جس وقت بچہ پیدا ہوتا
اور سات روز کا ہوتا تو زرد پانی میں غوطہ دیتے تھے اور اُسکو معمور یہ کہتے تھے اُن کا اعتقاد یہ تھا کہ
یہ پانی بچہ کو پاک کرتا ہے سب مذہبوں سے اور اُسکو قائم مقام ختنہ کے جانتے تھے اور یہودی اور
نصرانیوں کے رنگ میں فرق تھا اسی قصہ کی طرف خدا کا اشارہ ہے۔ کہ اے مسلمانوں تم کہو کہ ہم
پیروی کرتے ہیں خدا کے رنگ کی صبغہ بدل ہے ملت ابراہیمؑ سے اور صبغہ سے مراد پیدائش اسلام ہے
اور یہ اصل میں صبغۃ اللہ ہے کہ ہم رنگ کئے گئے ہیں خدا سے کہ ہم رنگے گئے ہیں اور خدا نے ہمکو رنگ
دیا ہے پیدائش اسلام سے اور تمام آدمی اسی رنگ میں رنگے گئے ہیں اور ہمکو بھی یہی رنگ کفایت
کرتا ہے اور کون شخص زیادہ نیک ہے خدا سے رنگ کرنے میں کہ تمام نجاست کفر و شرک سے اُس نے پاک
کر دیا ہے اور اصل رنگ تو وہی ہے جو خدا کا رنگا ہوا ہے۔ (از تفسیر کبیر) اور صاحب تفسیر حسینی اور
صاحب تفسیر عمدۃ البیان کہتے ہیں کہ جب یہود اور نصاریٰ اپنے اپنے رنگوں کی مدح سرائی کرنے لگے
اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ کہو اے مسلمانوں کہ ہیں تابع ہوں خدائی رنگ کے کہ وہ دین خدا
ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ختنہ ہے کہ اُس سے تطہیر مسلمانوں کی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ
رنگ خدائی رنگ معرفت ہے اور رنگ ولایت ہے اور درجہ محبت ہے کہ تمام لوگوں کو اپنی دوستی
... جو اللہ کا رنگ

محمدؐ و آل محمدؐ کی اور خصوص امام حسینؑ کی تعریف

ہے اور جو مومن کے دل میں پیدا کرتا ہے اور وہ دین اور توحید اور ایمان کا رنگ ہے جو دل کی کیفیت سے تعلق رکھتا ہے۔

توضیح آیت ۱۳۶ مفسرین کے اقوال سے ظاہر ہوا کہ یہود اور نصاریٰ اپنے اپنے صبغہ کی مدح سرائی کرتے تھے مسلمانوں کے سامنے اُنکے جواب میں مسلمانوں نے کہا کہ صبغہ اسلام ہے یہ خدائی رنگ ہے جس نے کفر وشرک سے پاک کر دیا اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی اور مخاطب رسول کو کر کے فرمایا کہ اے رسول تم ان لوگوں سے کہو کہ رنگ تو خدا ہی کا رنگ ہے کہ اے رسول جسمیں تم رنگے گئے ہو اور خدائی رنگ سے بہتر کون رنگ ہے اور ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں اب میں عرض کرتا ہوں کہ وہ خدائی رنگ کونسا رنگ ہے اور کسکو رنگا ہے اور کب رنگا دیکھو وہ خدائی رنگ رنگ معرفت وحقیقت ہے جسمیں کہ اپنے حبیب پاک محمدؐ کو اور محمدؐ کی آل کو رنگا ہے اور یہ وہ رنگ ہے کہ جسکی رنگی عالم انوار میں ہزارہا ہزار سال خلقت آدم سے پہلے مدتوں تک چڑھی رہی اور یہ محمدؐ وآل محمدؐ رنگے جا رہے تھے یعنی یوں سمجھیے کہ جب کچھ نہ تھا اُسوقت خدا ئیتعالیٰ نے اپنے کمال محبت سے اپنے نور سے محمدؐ کو پیدا کیا اور اُسکے دوسرے ٹکڑے سے علیؑ کو اور آل محمدؐ کو پیدا کیا اور ان نوری جسموں کو اپنے قرب میں رکھکر انکے اوپر اپنے انوار اثرات ڈالکر خدائی رنگ میں رنگ رہا تھا اسلئے کہ انکو آئینہ قدرت اور مظہر حقیقت بنانا مقصود تھا (دیکھو مسعودی) کی تاریخ مروج الذہب اور معادن الجواہر اور تفسیر سورہ الحمد بس انکو ایسا ہی رنگا کہ مقدس نفوس عارف کامل بن گئے اور پیکر معرفت بن کر دنیا میں تشریف لائے اور اصلی خدائی رنگ دیکھنا ہو تو میدان کربلا کی طرف نظر جما کر دیکھو فرزند رسول امام حسینؑ ایسے خدائی رنگ میں رنگا ہوا ہے اور ایسا گہرا رنگ چڑھا ہے کہ دوسرا کوئی رنگ قریب پھٹکتا ہی نہیں مسلمان تو مسلمان کسی نبی کا بھی خدائی رنگ مقابلہ نہیں کر سکتا اور صاحب تفسیر حسینی اور صاحب تفسیر کبیر نے بھی آخری فیصلہ یہی کیا ہے کہ رنگ ولایت ومعرفت ہے پس جن پر خدائی رنگ ہے وہ گروہ محمد وآل محمد ہے اور اسی گروہ کی ایک کامل اور اکمل فرد میدان کربلا میں اپنے نانا محمدؐ اور باپ علیؑ اور ماں فاطمہؑ اور بھائی امام حسنؑ کے رنگوں کا مجموعہ اور نمونہ بنا ہوا خدائی رنگ کو دکھلا رہا ہے اور اسی رنگ کی تعریف زبان قدرت سے ہو رہی ہے اور یہ بھی واضح ہو کہ یہ وہ مقدس اور اعلیٰ ہستی ہے کہ عالم انوار میں بمقابلہ انبیاء کرام اس پیکر روحانی اور عارف ربانی نے خدائی رنگ کا وہ جلوہ دکھادیا کہ انبیاء کرام کے قدم ثبات اُکھڑ گئے اور دم نہ مار سکے اور یہ عارف حقیقت بازی مار لے گیا اور پھر کربلا کے میدان میں اُسے سچا کر دکھایا۔ یہ اُسوقت کا واقعہ ہے جسکی خبر احادیث میں ہے دیکھو بحار الانوار کہ عالم انوار میں جسوقت خدا ئیتعالیٰ نے مصائب کربلا اور جام شہادت کو پیش کیا اور فرمایا کون ایسا میرا بندہ ہے جو اس جام شہادت کو اُٹھائے اُسوقت تمام انبیاء واوصیاء ساکت اور سر بجیب کھڑے رہ گئے حسینؑ نے آگے بڑھکر جام شہادت کو مسکراتے ہوئے اُٹھالیا اور سب کے سب دم بخود ہو کر رہ گئے اور پھر اسی کو

نہایت صبر و استقلال کیساتھ اور سکون قلب سے پورا دکھایا کہ فرشتوں کے بھی ہوش اڑگئے یہ ہے خدائی رنگ والی آیت جسمیں محمد
اور اُنکی آل رنگی گئی ہے اور اُنکی اکمل فرد امام حسینؑ ہیں جنکی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ۔

ترجمہ آیت ۱۳۷ ۔ اے رسول تم ان سے پوچھو کہ کیا تم ہمسے خدا کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمھارا بھی پروردگار ہے اور ہماری کارستانیاں ہمارے لئے ہیں اور تمھاری تمھارے لئے ۔

ترجمہ آیت ۱۳۸ ۔ کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیمؑ و اسمعیل و اسحاق اور یعقوب اور اسباط یعقوب سب کے سب یہودی یا نصرانی تھے اے رسول ان سے پوچھو کہ تم زیادہ واقف ہو یا خدا تعالی اور اُس سے بڑھکر ظالم کون ہوگا جسکے پاس خدا کی طرف سے گواہی موجود ہو کہ وہ یہودی یا نصرانی نہ تھے اور پھر وہ چھپارے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُس سے بے خبر نہیں ۔

ترجمہ آیت ۱۳۹ ۔ یہ وہ لوگ تھے جو سدھا چکے تھے جو کچھ وہ کمائے اُن کیلئے تھا اور جو کچھ تم کماؤ گے تمھارے لئے ہوگا اور جو کچھ وہ کر گذرے اُسکی پوچھ گچھ تمسے نہ ہوگی ۔ ع ۱۶ ۱۶

فضیلت حضرت ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ

تشریح آیات ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ ۔ صاحب تفسیر کبیر ناقل ہیں کہ خدا تعالی نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے کہو کہ تم جو اپنی خصوصیت خدا سے زیادہ بتاتے ہو اسکی کیا وجہ ہے وہ تو سب کا مالک ہے اور پروردگار ہے بے وجہ کسی سے خصوصیت نہیں رکھتا پھر جو پیغمبری کو تم اپنا ہی خاصہ بتلاتے ہو اور بنی اسمعیل و ابراہیمؑ و اسحاق اور یعقوب اور اسباط یعقوبؑ کو اُس سے محروم جانتے ہو یہ تمھارا خیال بالکل غلط ہے بلکہ اعمال کا دار و مدار توحید پر ہے اور تم اپنا استحقاق ثابت کرتے ہو کہ بنی اسرائیل کے لئے نبوت خاص ہے اور قوم میں نہیں ہو سکتی اور یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ابراہیمؑ و اسمعیل و اسحاق ہیں اور یعقوب ہیں اور اُن کی اولاد میں یہ سب نصرانی تھے تمھارے یہ دونوں دعوے جھوٹے ہیں اور تم دیدہ و دانستہ خدا کی شہادت کو چھپاتے ہو اور پھر اللہ تعالی فرماتا ہے کہ گو آبا و اجداد نبی گذرے ہوں لیکن اُنکے اعمال صالحہ اُنکی اولاد کے کام نہیں آتے ہر ایک کو اپنے اعمال کام آئینگے دوسرے پر بھروسہ کرنا بدنصیبوں کا کام ہے ۔

توضیح آیات ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ ۔ ان آیات میں یہود و نصاریٰ کے جواب میں خدا تعالی حضرت کے آبا و اجداد اور اولاد امجاد کی صفت فضیلت بیان کر کے صاف فرماتا ہے کہ اے یہود و نصاریٰ تم جو کچھ خیال کرتے ہو بالکل غلط ہے ابراہیمؑ کے آبا و اجداد اور اولاد امجاد سب کے سب خدا کے خالص بندے مسلمان موحد اور مومن تھے اور تم لوگونکو اُنکے اعمال سے کیا غرض اُنکے اعمال کی پوچھ تمسے نہوگی تمھارے ہی اعمال تمھارے کام آئینگے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُسکو خوب جانتا ہے ۔

تمام شد پارہ اول

دین اسلام دین اللہ دین فطرت ہے

قرآن خزینۂ علم الٰہی ہے، خزینہ داران علوم الٰہیہ محمد و آل محمد ہیں

لمع العرفان

(فی)

توضیح القرآن

تفسیر پارۂ الٓمّٓ (۱)

(مولفہ)

جناب فضیلت مآب سیادت انتساب اریب حسیب عمدۃ الحکماء زبدۃ الفضلا

مناظر بےنظیر و متکلم خبیر حکیم قاضی سید احمد شاہ فاطمی، شیرازی

متوطن موضع مہسوی ضلع آرہ صوبہ بہار

سنہ ۱۹۳۸ء

باہتمام احقر العباد محمد جواد

نظامی پریس لکھنو میں طبع ہوئی

دین اسلام دین اللہ اور دین فطرت ہے

قرآن خزینۂ علم الٰہی ہے خزینہ داران علوم الٰہیہ محمد و آل محمد ہیں

لمع العرفان
فی
توضیح القرآن

مؤلفہ

خادم آل عبا عمدۃ الحکما حکیم قاضی سید احمد شاہ شیرازی فاطمی عرف حکیم شیرازی مہسوی
ضلع آرہ سب ڈویژن بھبھوہ

باہتمام مرزا محمد جواد

نظامی پریس لکھنؤ میں چھپی

باحلفی اعلان

ناظرین کرام کی خدمت بابرکت میں میرا حلفی بیان ہے کہ سطور ذیل کے ذریعہ جو کچھ کہ میں پیش کر رہا ہوں حرف بحرف صحیح ہے کذب و افترا سے پاک ہے اگر اس کا ایک حرف غلط ہو تو بروز قیامت میری گردن اور حجۃ خدا قائم آل عبا امام عصر والزماں کا ہاتھ ہو۔

میں کوئی مولوی ہوں نہ عالم نہ پیشنماز نہ مجتہد نہ میری بضاعت علمی ایسی کہ میں توضیح القرآن لکھنے کی جرأت یا ارادہ کرتا۔ ہاں البتہ اتنا فخر ضرور ہے کہ میرا سلسلہ نسب حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول خدا، زوج علی مرتضی کی بطنی اولاد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملتا ہے اور میرے آبا و اجداد اکثر قطب و ابدال وغیرہ کے درجہ پر فائز نظر آرہے ہیں جو کہ نسب نامہ سے ظاہر ہو گا۔ (لیکن تالیف کتاب ہذا سے اسکو کیا نسبت)۔

سبب تالیف

عرصہ بلو سال سے زیادہ کا زمانہ گذرا کہ میرے دل میں خود بخود ایک خیال گذرا کہ نہ آل ہے نہ اولاد بے فائدہ کار دنیا میں پھنسا ہوا بنفشہ پودینہ پیسنے گھسنے میں اوقات بسر ہو رہی ہے کوئی ایسا کام کروں جس سے مخلوق خدا کو بھی نفع پہونچے اور اپنا بھی انجام بخیر ہو دوست احباب سے اپنے خیال ظاہر کئے لوگوں نے مشورہ دیا کہ کچھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ شروع کرو خیر اسپر خیال آرائیاں ہونے لگیں کسی کی رائے ہوئی کہ آجکل سیاسی میدان بہت وسیع ہو رہا ہے اور سیاسی افراد کی بہت عزت ہوتی ہے کوئی

لکھ ڈالو جس سے لوگوں کو نفع پہونچے خلاصہ یہ کہ انہیں خیال آرائیوں میں کئی روز گذر گئے آخر پنجشنبہ کا روز آگیا شب کو حسب معمول نماز و وظائف سے فارغ ہوکر اپنے خیالات کو پہلو میں لئے ہوئے باوضو سو رہا اور گہری نیند نے مجھے گھیر لیا اُسی حالت خواب میں ایک آواز میرے کان میں آئی۔ "تو قرآن کا ترجمہ اور تفسیر اُردو میں جمع کر اور توضیح لکھ" اس آواز کے آتے ہی میں نے کہا یہ آواز کسکی ہے آپ کون ہیں، اس جواب پر ایک سفید چمکیلی لوح جس کا سنہرہ کنارہ ہے اور اُس پر بخط جلی سنہری روشنائی سے لکھا ہے "امام عصر" جس وقت اُس پر نظر پڑی میں نے عرض کیا تعمیل حکم میں مجال عذر نہیں لیکن اپنی بساط علمی پر نظر ڈالتے ہوئے اپنے کو معذور پاتا ہوں اسکے جواب میں تشفی آمیز لہجہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ تو اس کا خیال نہ کر اور پھر انہیں تو لکھنا شروع کر دے جس کا کام ہے وہ خود تیری مدد کریگا اور میں نے اپنے سینے پر ایک ہاتھ پھرتا ہوا پایا آنکھ کھل گئی درود شریف پڑھتا ہوا اُٹھ بیٹھا گھڑی پر نظر پڑی دیکھا کہ ٹھیک تین بجے ہیں اُس وقت کی اپنی خوشی کا حال میں بیان نہیں کرسکتا کہ کس درجہ مجھے خوشی تھی اور میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں و فرحاں اُٹھا اور دو رکعت نماز شکرانہ بہ نیت قربت ادا کرکے اپنے معمولی اوراد و وظائف میں مشغول ہوگیا اور نماز صبح سے فارغ ہوکر فوراً ہی سامان کتابت درست کرکے مولوی فرمان علی صاحب کا ترجمہ قرآن لیکر بیٹھا اور لکھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر خیال آیا کہ معہ تفسیر لکھنے کا حکم ہوا ہے چنانچہ اُٹھا اور کئی جگہ سے تفسیر کبیر اور تفسیر حسینی اور تفسیر عمدۃ البیان اور تفسیر مجمع البیان اور تفسیر بیضاوی عاریتاً مانگ لایا اور بہت سی کتابیں تواریخ اور احادیث اور فقہ کی میرے پاس موجود تھیں۔ بہرحال بعد نماز جمعہ ۳ بجے دن سے میں نے لکھنا شروع کیا سورہ الحمد شروع کیا بسم اللہ کا ترجمہ لکھا تفسیر لکھنے کے لئے جوں ہی قلم اُٹھایا آواز آئی "یہ حکم بسم اللہ سب سے پہلے غار حرا میں نازل ہوا ہے دیکھ سورہ اقراء" اب تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں اس رحمت کبریائی اور توجہ امام عصرؑ پر جسقدر بھی فخر و ناز کرتا بجا تھا اب کیا تھا حوصلہ بڑھ گیا قلب میں کچھ قوت اور توانائیت بھی محسوس ہوئی منزل آسان ہوگئی یہی سلسلہ برابر ختم کتاب تک جاری رہا کہ ترجمہ اور تفاسیر کی نقل کے بعد جہاں توضیح لکھنے کے لئے قلم اُٹھایا اور رموز قرآن پر غور کرنے لگا کہ آواز آئی اس سے یہ مقصد ہے اوسے لکھا اور اُسکے بعد اُسی کے مطابق کتب تواریخ و تفاسیر سے تلاش کرکے جہانتک ممکن ہوا دلائل و براہین جمع کئے بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی آیت کی توضیح میں دو دو تین تین روز قلم رکا رہا آخر شب کو انہیں آوازوں سے تعلیم ہوئی اور صبح کو لکھنا شروع کیا چنانچہ ...

کسی ہوتی آمدنی کا ذریعہ نہ رہا اور خدا کی رحمت شامل حال ہے کہ ایک سیدانی کو میرے سپرد کردیا
ہے دونوں فلقے پر فاقے کر رہے ہیں دو وقت تین وقت پر جب خدا کی مرضی ہوئی کوئی مریض آگیا
تو کچھ رازقہ کی صورت ہوجاتی بہرحال اسی طرح یہ ختم ہوئی اور تفسیر کے بفضلہ تعالیٰ تینوں پارے
اتمام کو پہونچ گئے اگست ۳۷ء میں اس سے فراغت ہوئی اُس وقت خیال ہوا کہ اس پر علمار
ومجتہدین سے تقاریظ لکھوالوں اس لئے کہ الہام کے بابت جسقدر واقعات تھے اسے میں نے
افشا کرنا نہیں چاہا تھا اس لئے اس کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا اور بالکل اس راز کو پوشیدہ رکھا بہرحال
لکھنؤ گیا قریب دو ماہ کے مدرسۃ الواعظین میں مہمان رہا کتاب ہذا سرکار شریعت مدار سرکار نجم الحسن
صاحب قبلہ کی خدمت میں پیش کی ڈیڑھ ماہ کے بعد کتاب واپس ملی اور جو کچھ دست پاک سے تحریر
فرمایا ہے وہ بھی پیش نظر ہے اسکے بعد وہاں سے جونپور گیا اتفاقاً مولانا محمد شبر صاحب قبلہ
سے ملاقات ہوئی اُن سے اپنی خواہش ظاہر کی پس اُنھوں نے بھی ایک تقریظ اپنے دست
کرم سے لکھدی وہ بھی ذیل میں موجود ہے اسکے بعد مکان واپس آیا اور زمانہ محرم کا قریب
آگیا مکان پر قیام کیا لیکن اب فکر یہ ہے کہ اُس کی طباعت کراؤں لیکن بوجہ ناداری کے
کچھ بس نہ چلا پھر یہ بھی خیال کہ معلوم نہیں اشاعت میں کامیابی ہو کہ نہ ہو اسی خیال میں
محرم ختم ہوا صفر کا مہینہ آیا ۱۰ صفر تک روزانہ مجلس میں شریک ہونا اور ضریح اقدس کے
پاس اپنے برآری مقصد کے لئے رو رو کر دعا کرنا میرا معمول تھا کہ ۱۰ صفر مطابق ۲۰ اپریل
شب پنجشنبہ کو خواب دیکھتا ہوں کہ میرے پیدائشی مکان موضع مہسوی اُس کمرہ میں جس میں
بود و باش رہا کرتی تھی نہایت مکلف فرش سے آراستہ ہے اور باقاعدہ گاؤ تکئے رکھے ہوئے ہیں
اور اُس فرش پر گاؤ تکیوں سے لگے چند بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں جنکی تعداد میں نہیں بتلا سکتا
اُن کے رنگ گورے زعفرانی لباس بالکل سفید اور سفید ہی عمامے سروں پر لباس کی
وضع بالکل لباس علمار کی تھی اسی اثنار میں اُس مکان میں دفعتاً داخل ہوا مجھے دیکھتے
ہی ایک بہت بزرگ اور معمر شخص جو اُس جگہ بیٹھے ہوئے تھے جنکے چہرے سے بزرگی ظاہر
ہو رہی تھی مجھے اپنے پاس بلایا اور بالکل اپنے مقابل مجھے بیٹھا کر اور اس طرح بٹھایا کہ میرا رخ قبلہ
کی طرف تھا میری پشت پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بہتر ہے کہ تم دو رکعت نماز
درگاہ باری میں بہ نیت قربت پڑھ ڈالو اُسی وقت تعمیل حکم کی اُسی طرح قبلہ رخ بیٹھا ہی ہوا
تھا کہ اُن ہی مقدس بزرگ

تھا میری طرف چھری کو بڑھا کر فرماتے ہیں کہ اچھا اب تم یہ چھری لو اور اپنے کو راہ خدا میں ذبح
کر ڈالو چھری ہاتھ میں میں نے فوراً دست مبارک سے لے لی اور اپنے حلقوم پر رکھکر حرکت
دینی شروع کی تمام لباس میرا خون سے شرابور ہوگیا اب چھری رکنے لگی اور قوت جواب دینے
لگی اُس وقت اُن ہی بزرگ سے میں نے عرض کیا کہ اب تو مجھ میں قوت نہیں اب آپ میرے
معین ہوں اور اپنے ہاتھ سے اس کام کو ختم کیجیے یہ کہہ کر میں نے چھری کو ہاتھ سے چھوڑ دیا لیکن
چھری اُسی طرح حلقوم پر لگی ہوئی ہے۔ میرے اس کہنے پر اُن بزرگ نے میری پشت پر دست
شفقت پھیر کر فرمایا کہ اب تو فدیہ راہِ خدا ہوگیا اس کو اسی طرح رہنے دو اسکے بعد اس خیال سے
کہ چشم زدن کا مہمان ہوں جہاں تک قوت ساتھ دے سعادت حاصل کروں اُن بزرگوں کی
طرف بڑھا قدمبوسی کی سبنے دعائیں دیں تیری خدمت قبول ہوئی تو فدیۂ راہ خدا ہو چکا کہ والد
مرحوم کے اوپر بھی نظر جا پڑی اُن کے قدم پر بیساختہ جھکا کہ قدمبوس ہوں والد مرحوم نے
فوراً گلے سے لگالیا اور پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا جاؤ بیٹا تم فدیہ راہ خدا ہو چکے اور
اب تم کامیاب ہوگئے اور گلے سے لگائے بیٹھے ہیں اور جتنے بزرگ ہیں سب کے سب ساکت
اور خاموش ہیں کہ اسی اثنا میں ایک عورت وہاں وارد ہوئی جس کو کہ میں پہچانتا ہوں
کہا کہ چلو تمکو تمھاری ماں بلا رہی ہیں اور سب لوگ تمھاری دیدار کے مشتاق ہیں اتنا
سنتے ہی اُن بزرگ نے اور والد صاحب نے کہا کہ ہاں بہتر ہے جاؤ ناماں سے بھی قدمبوس
ہو لو مجمع ادسی طرح بیٹھا رہا میں نے سب سے قدمبوسی کی اور زنانخانہ کی طرف چلا تو دیکھا کہ
وہاں بھی نہایت مکلف فرش بچھا ہوا ہے اور چند بیبیاں بیٹھی ہوئی ہیں ایک بی بی سیاہ
برقعہ میں بالکل سامنے صدر جگہ پر بیٹھی ہیں اُن کے بائیں جانب پہلو میں والدہ بیٹھی ہوئی
ہیں مجھے دروازہ پر دیکھتے ہی لب فرش تک والدہ آئیں اور مجھے گلے سے لگائے ہوئے اُن
معظمہ کے پاس لے گئیں جو سیاہ برقعہ میں بیٹھی تھیں اور بالکل اُن کے مقابل مجھے بیٹھا دیا
اور کہا یہی میرا بیٹا ہے معظمہ نے برقعہ سے ہاتھ نکالا اور میری پشت پر پھیرتے ہوئے فرمایا تمھاری
قربانی خدا نے قبول فرمائی اور اس کے بعد ہی ایک سینی اُن معظمہ نے میرے سامنے رکھدی
جس میں رکابیوں میں کچھ کھانے کی چیزیں ہیں اور فرمایا لو یہ تمھارے لئے ہے اور والدہ میرے
پہلو میں بیٹھی ہوئی خوشی خوشی میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرتی ہیں اور دعائیں دیتی ہیں کہ اتنے میں

جاؤ سواری واپس کردو آپ کہیں نہیں جائیں گے اسکے بعد میں بیدار ہوگیا اٹھ بیٹھا کبھی حلق کو
ٹٹول رہا ہوں کبھی کپڑوں کو غور سے دیکھ رہا ہوں اب میری حیرت کی انتہا نہیں اسی فکر میں پڑ گیا
کہ یا الٰہی یہ کیسا خواب ہے اور کیا ہے آواز آئی اب کیا چاہتا ہے تو فدیہ راہ خدا ہو چکا تیری محنت
قبول ہوئی اور اس کتاب کو مخلوق خدا کے ہاتھوں تک پہونچا تو کامیاب ہوگا۔ اب اس کی طباعت
کی غرض سے کہ کوئی بندہ خدا میرا معین ہو جائے اور اس کار خیر میں میرا ہاتھ بٹائے حیدرآباد
میسور، بنگلور ہوتا ہوا بمبئی پہونچا خیر وہاں ایک خوجہ اثنا عشری سے ملاقات ہوئی جو کہ بہت بڑے
آدمی ہیں اُنھوں نے اس کتاب کو لیا اور مجھ سے کہا کہ آپ آٹھ روز کے بعد آیئے میں سر تسلیم خم
کئے ہوئے چلا آیا اور اُنھوں نے اُس کتاب کو مولانا سید حسن اصفہانی جو کہ مغل مسجد محلہ عمر کھاڑی
میں پیشنماز ہیں اُن کی خدمت میں پیش کیا کہ یہ کتاب تفسیر قرآن قابل طباعت ہے یا نہیں اُنھوں
نے کہا کہ اس میں توضیح میں جو کچھ لکھا ہے وہ حق ہے لیکن اُس کے سمجھانے کا طریقہ درست
نہیں اور زبان اُردو زمانہ کی روش کے مطابق پورانی اردو کہی جاسکتی ہے اور مجھے یہ معلوم نہ تھا
کہ اُس کتاب کا یہ قصہ ہوا خیر میں حسب وعدہ گیا تو خوجہ صاحب نے دعوت مدارات کی اور معہ کتاب
مولانا موصوف کو بھی بلا بھیجا مولانا ممدوح نے وہی باتیں فرمائیں جو میں اوپر لکھ چکا ہوں اور میرے
سامنے اُنھوں نے فرمایا کہ اس میں بہت اصلاح کی ضرورت ہے میں نے عرض کیا کہ جناب پھر
آپ سے بڑھکر اس کی اصلاح کے لئے کون مناسب ہوسکتا ہے بشرطیکہ جناب ایثار فرمائیں اور
اپنے عزیز وقت کی قربانی گوارا فرمائیں مولانا ممدوح نے فرمایا بہت اچھا میں اصلاح کردوں گا
اور پندرہ روز میں ایک پارہ اصلاح کرکے دیدونگا بس آپ پندرہ روز ٹھہر جایئے میں نے اسے
بھی گوارا کیا اور پندرہ روز بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ پارۂ اول میں دو
چار آیتوں پر کچھ نشانات لگے ہوئے ہیں اور کہیں لکھا ہے یہاں مسئلہ جبر پیدا ہوتا ہے اس کی
رد ہونی چاہیئے اور کہیں لکھا ہے یہاں رفع شبہ ہونا چاہیئے اور فرمایا کہ ابھی تو اس میں بہت
کام باقی ہے ابھی آپ ایک ہفتہ اور ٹھہر جایئے خیر بادل ناخواستہ منظور کرکے وہاں سے چلا آیا اور
میرے دل میں یہ تشویش پیدا ہوئی کہ یہ جھگڑا تو برسوں میں بھی فیصلہ ہوتا ہوا نہیں دکھائی دیتا۔
اسی تشویش میں شب کو اپنی جائے قیام پر سو رہا کہ یک بیک دفعتاً ایک آواز آئی کہ گھبراتا کیوں
ہے اب تو جاکر اُس مولوی سے صاف بتلادے کہ یہ توضیح بموجب تعلیم امام عصرؑ کے لکھی گئی ہے
پس صبح اٹھا اور میں مولانا ممدوح کی [illegible]

کلام اس طرح جاری ہوا کہ میں نے پوچھا کہ مولانا یہ تو ارشاد فرمائیے کہ الہام سوائے انبیا اور اوصیا
کے کسی اور انسان پر بھی ہو سکتا ہے جواب دیا ہاں جن کے نفوس پاک ہیں اور روحانیت کا اثر
غالب ہے تو اُس وقت اگر خدائے تعالیٰ اُس کو اہل سمجھتا ہے تو اُن پر اپنے فضل سے الہام کرتا
ہے تب پھر میں نے پوچھا امام عصر والزمانؑ بھی بذریعہ الہام تعلیم دین کسی شخص کی کر سکتے ہیں اُنہوں
نے فرمایا کہ بیشک اسلام اُن کی گود میں اور اُن کی سپردگی میں اور ازل سے ابد تک کے لئے دیا گیا ہے
اور وہ غیبت میں ہیں اسی عالم غیبت میں جسکو اہل سمجھیں بیشک تعلیم دین دے سکتے ہیں وہ شخص
کہ جو اُن سے تعلیم لینا چاہے اور جس کو وہ اہل سمجھیں تب میں نے اس الہام کی کیفیت اور سبب
تالیف بیان کر دی اُس وقت فوراً وہ اُٹھے اور بغلگیر ہوئے اور فرمایا کہ اب آپ اس کو پوشیدہ نہ رکھئے
اور اسی کتاب میں یہ پورا واقعہ بطور یادگار درج کر دیجئے تاکہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ امام عصرؑ اپنے
زمانہ غیبت میں بھی ہدایت اور تعلیم سے مجبور اور غافل نہیں اور اب بلا کسی خیال کے اس کی
طباعت کرا سکتے ہیں۔ چونکہ امام عصر کا بھی حکم ہو چکا ہے جسکے ذریعہ سے اس کتاب کی بنیاد پڑی
اور ایک عالم کا بھی حکم ہوا کہ اس راز کو ظاہر کر دو اس سے مخلوق خدا کو نفع پہونچیگا لیکن یہ تمام
واقعات بے کم وکاست درج کرو اور جن جن آیات کے بارہ میں الہام ہوا ہے اُنہیں آیات کے
ذیل میں ظاہر کر دو پس بہ تعمیل حکم مجھے دوسرا مسودہ تبدیل کرنا پڑا اور اب اُس کی ترتیب میں نے
اس طرح پر رکھی تاکہ لوگوں کو پوری واقفیت ہو جاوے مثلاً۔

پارۂ اول الف لام میم

ترجمہ آیت، میں ترجمہ از قرآن مولوی فرمان علی صاحب یا بعض اوقات تین اور چار ترجمے
نمبروار لکھے گئے ہیں۔

تشریح آیت میں دیگر مفسرین کی تفسیریں جو آیت کے متعلق ہو۔

نوٹ الہامی ۱ بابت آیت ۱) اگر ہے۔

توضیح آیت ۱ اس توضیح میں جو کچھ اصلیت آیت ۱ کے متعلق تراجم و تفاسیر سے معلوم
ہوئی یا اگر اس آیت کے متعلق الہامی نوٹ بھی ہے تو اُس نوٹ کی مطابقت میں جو کچھ بھی
اثبات و دلائل کتب مبسوطہ سے مجھے مل سکے درج کر دیئے گئے تاکہ کلام کی حقیقت پر جو پردہ
پڑا ہوا ہے دور ہو کر اصلیت اور حقیقت ظاہر ہو جائے) پس واضح ہو کہ یہ تفسیر یا توضیح قرآن نہیں
[illegible]

... ظاہر نہیں کیا البتہ مولانا امداد حسین صاحب
سلطان الواعظین متعینہ صوبہ سی پی برار جب کبھی دورہ میں تشریف لاتے تو کبھی کبھی کوئی بات ظاہر کردی لیکن سننے کے بعد پھر انھوں نے کہا خبردار اس راز کو ظاہر کرنا اور اُن کی تقریظ سے اسکی صداقت ظاہر ہوسکیگی۔

مومنین کو مژدہ

یہ توضیح قرآن نہیں بلکہ یہ تعلیم امام عصر کا نمونہ اور حقیقت کا آئینہ ہے پس مومنین جو کہ توحید باری اور نبوت محمد مصطفٰےؐ اور امامت علی مرتضٰی کے معتقد ہیں وہ یہ سمجھ لیں کہ بموجب حکم سرور کونین اور مطابق ارشاد حدیث ثقلین قرآن ناطق اور قرآن صامت دونوں سے آپ متمسک ہو رہے ہیں

احقر الزمن بندہ عمدۃ الحکما حکیم قاضی
سید احمد شاہ شیرازی متوطن موضع مہسوی
ضلع آرہ

نقل نسب نامہ احقر عمدۃ الحکما حکیم قاضی سید احمد شاہ شیرازی عرف حکیم شیرازی

قاضی سید احمد شاہ ابن قاضی سید علی حسن ابن قاضی سید غلام حسن ابن قاضی سید چراغ علی ابن قاضی سید نشان علی ابن قاضی سید حسن عسکری ابن قاضی سید محمد امین ابن قاضی سید نورالہدیٰ ابن قاضی سید احمد ابن سید شاہ شرف الدین کمل پوش ابن سید شاہ حمید ابن سید شاہ ابوالحسن صاحب حاجی الحرمین شریفین عرف سید شاہ بڑے کہ ایشاں از شیراز بموضع مہسوی پرگنہ چین پور ملک بہار آمدہ و قیام نمودہ ابن سید خالد ابن سید ہزبر ابن سید قیام الدین ابن سید شرف الدین محمد شیرازی ابن سید محمود شیرازی ابن سید حسن زاہد شیرازی ابن سید علاء الدین قتال لشکر جہاں ابن سید جہانگیر خلوتی شیرازی ابن سید احمد شیرازی ابن سید موسیٰ خاموش سیاح شیرازی کہ ایشاں از عرب در شیراز آمدہ قیام نمودہ ابن سید علی اکبر زندہ دل عربی ابن سید شمس الدین زندہ دل عربی ابن سید محمد زندہ دل عربی ابن سید محمد عارف شیرسوار ابن سید زین العابدین عربی ابن سید محمد حامد عربی ابن سید علی شیر جہاں عربی ابن سید حسین مسعود عربی مدنی ابن سید حمزہ مدنی ابن سید عبداللہ اعرج مدنی ابن سید برحق امام زادہ مطلق حضرت حسین اصغر مدنی برادر عینی و حقیقی حضرت امام محمد باقرؑ ابن حضرت امام زین العابدینؑ ابن حضرت امام حسینؑ شہید کربلا مظلوم دشت نینوا برادر حضرت امام حسن ابن حضرت علی ...

الغالب علی غالب نفس رسول زوج بتول شوہر فاطمہ زہرا بنت رسو لخدا سردار کونین سلطان دارین خاتم نبوت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ نور خدا حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقط احمد شاہ شیرازی

نقول تقریظات علماء کرام فریقین

نقل تقریظ سرکار شریعتمدار نجم الملت جناب مولانا ومقتدانا سرکار نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد العصر لکھنؤ دام ظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً ومصلیاً

کتاب لمع العرفان فی توضیح القرآن تالیف جناب گرامی القاب سیادت مآب جناب حکیم مولوی سید احمد شاہ صاحب شیرازی دام مجدہ العالی میرے سامنے پیش ہوئی تاکہ میں اُس پر تقریظ لکھوں مجھے افسوس ہے کہ میری بصارت اسقدر ضعیف ہوگئی ہے کہ کتاب دیکھنے سے معذور ہوں اس لئے بعض مقامات سے پڑھوا کر سنی موصوف نے پارہ اول کا ترجمہ لکھتے ہوئے تفسیر کی طرف توجہ کی ہے اور اغیار نے جو تفسیر قرآن میں غلطیاں کی ہیں اُن کا جواب بھی لکھا ہے موصوف نہایت درجہ اعلان کلمہ حق اور اشاعت دین میں کوشاں رہتے ہیں جناب مولوی امداد حسین خاں صاحب دام فضلہٗ مبلغ مدرسۃ الواعظین نے آپکے محامد خصائل سے مجھے مطلع کیا ہے اور آپ مبلغ موصوف کے تبلیغی خدمات میں معین ومددگار رہے اور اس کتاب پر اُن کی تقریظ بھی ہے بہر طور بعض مصافحات میں ممدوح نظر ثانی فرمالیں گے بہر طور یہ کتاب نہایت سلیس طریقہ پر لکھی گئی ہے امید ہے کہ مومنین اس کتاب کو خرید فرما کر مصنف ممدوح کی عزت افزائی فرمائیں گے۔

نجم الحسن
(مہر)

نقل تقریظ مولانا ومقتدانا جناب سید محمد شبر صاحب قبلہ دام ظلہ مدرسہ ناصریہ جونپور

باسمہٖ سبحانہ

میں نے تفسیر لمع العرفان فی توضیح القرآن کے بعض بعض حصص کو دیکھا کتاب اچھی ہے عبارت سلیس ہے امید ہے کہ یہ کتاب مفید اور باعث اشاعت مذہب حق ہوگی مومنین کتاب مذکور کی طباعت میں اعانت کرکے ثواب دارین حاصل کریں اور مصنف کتاب ہذا جناب عمدۃ الحکما حکیم مولوی قاضی سید احمد شاہ صاحب دامت معالیہ کی ہمت افزائی فرمائیں قوم کے ایسے افراد قابل قدر

... قوم کی ... پہنچ جاتی ہے امید کرتا ہوں کہ محبین اہلبیت اس کتاب
کی قدر کر کے ثواب جمیل و اجر جزیل حاصل فرمائیں گے

محمد شبر

مدرسہ ناصریہ جون پور

نقل تقریظ بقلم ارادت رقم سلطان الواعظین جناب مولوی امداد حسین صاحب واعظ مدرسۃ الواعظین متعینہ سی پی برار دام اجلالکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی فطر الخلائق بقدرتہ و نشر الریاح برحمتہ و صل اللہ علی محمد سید البریۃ و علی الاصفیاء من عترتہ اما بعد میں نے اردو تفسیر قرآن مجید مصنفہ و مولفہ جناب فضیلت مآب سیادت انتساب اریب حبیب عمدۃ الحکماء زبدۃ الفضلاء مناظر بنظیر و متکلم خبیر حکیم سید احمد شاہ صاحب شیرازی دام مجدہ اللہ العالی جستہ جستہ مقامات سے پڑھی موصوف نے اپنی بساط علمی کے مطابق مطالب و معانی و مفاہیم کو عام فہم اور سلیس اردو زبان میں تحریر فرمایا ہے اور بعض تفاسیر اہلسنت (تفسیر حسینی وغیرہ) سے بھی کافی مدد لی ہے طرز تحریر مرغوب و دلپسند اور کہیں کہیں مطالب عالیہ کی تحقیق میں نئی نئی باتیں دکھلائی ہیں المختصر جملہ مومنین موقنین و مسلمین موحدین کیلئے باعث معلومات و ہدایت و ارشاد ہے نیازاً علیہ مومنین و مسلمین کو اس کی اشاعت میں سعی و کوشش کرنا چاہیئے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیعُ اَجرَ المُحْسِنِیْنَ۔

امداد حسین واعظ

۲۸ رجب المرجب مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء مقام سیونی

نقل تقریظ جناب مولوی سید مقبول احمد صاحب قریشی حنفی معلم اول عربک پرشین ہائی مشن اسکول سیونی زاد مجدکم۔

میں نے اردو تفسیر و ترجمہ قرآن مجید فرقان حمید مولفہ جناب حکیم مولوی سید احمد شاہ صاحب شیرازی کو مختلف مقامات سے پڑھا ہے حکیم صاحب موصوف نے اس تفسیر کے لکھنے میں اپنی تحریر کی تائید میں زیادہ تر علماء اہلسنت والجماعت کے تفسیری اقوال کو پیش کیا ہے اور حتی الوسع صحیح روایات عامہ و خاصہ سے بلا جنبہ داری اپنی تحریر کو مدلل کیا ہے اور مکارم و فضائل اہلبیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عقلی و نقلی و نصی دلیلوں سے حسب اپنی تحقیقات کے ثابت و ظاہر کیا ہے اس موضوع پر یہ تفسیر ایک خاص تفسیر ہے۔ سہل اردو زبان میں معانی و مطالب کو ظاہر کیا اور تفسیری اختلافات کو حقیقت ...

قرآنیہ کو بھی نئی تحقیقات سے اس تفسیر میں دکھلایا ہے ناظرین مخدرات سراپردہ قرآنی کے جمال و معانی اور مطالب پر واقف ہوکر امید ہے کہ حکیم صاحب موصوف کی کوشش کی داد دینگے مومنین صاحبان ذی علم و شعور سے امید ہے کہ وہ اس تفسیر کی اشاعت میں کوشاں ہوں اور عنداللہ و عندالرسول و عندالمومنین والمسلمین و موحدین ماجور ہوں و ما علینا الا البلاغ واللہ العلم

مولوی سید مقبول احمد قریشی

عربک و پرشین ٹیچر ہائی مشن اسکول سیونی

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے میرے پیدا کرنے والے جو کہ خالق اور مالک ہے ہر مخلوق کا چاہے وہ موسائی ہوں یا عیسائی ہندو ہوں یا مسلمان سب تیرے ہی پیدا کئے ہوئے ہیں تو ہی لائق بندگی ہے تو ہی لائق پرستش ہے تیرے سامنے سرخم کرنا اور تیری ہی ثنا و صفت کرنا اور تجھی سے مدد مانگنا ہر مخلوق پر واجب ہے۔ چاہے کوئی نبی ہوں یا وصی رسول ہوں یا امام اوتار ہوں یا رشی منی۔ روح اللہ ہوں یا روح القدس کلیم اللہ ہوں یا خلیل اللہ صفوۃ اللہ ہوں یا ہبۃ اللہ یا سید المرسلین خاتم نبوت حبیب اللہ ہوں سب تیرے ہی مخلوق ہیں اور سب تیرے ہی پوجاری اور سب کے سب تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور یہی دین اسلام ہے یعنی اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے اور اپنے مالک کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کرنا اور اُسی کے سامنے سجدہ کرنا۔

اے میرے پیدا کرنے والے تو ہی اس سلطنت آلہیہ کا مالک ہے اور یہ تمام ملک اور تمام چیزیں یا تو صرف تیرے ارادۂ قدرت یا لفظ کن سے عالم وجود میں آئیں ان تمام اشیا اور تمام عوالم کا یکہ و تنہا تو ہی مالک حقیقی ہے چاہے وہ ذی روح ہوں یا غیر ذی روح سب کا حاکم بھی تو ہی ہے سب تیرے ہی خالص محکوم ہیں چونکہ تو واجب الوجود اَحَد (نرنکار) ہے تیری ذات ممکن الوجود

توحید باری تعالیٰ

ہے یعنی صرف نور ہی نور ہے تیری صرف ذرا سی روشنی سے ذرّہ ذرّہ مکنونات عوالم کا جگمگا رہا ہے
مثل اس کے کہ تیرا ہی پیدا کیا ہوا ایک آفتاب یا سورج ہے جس کو تو نے ایک ادنیٰ سی روشنی عطا
فرمائی ہے جو کہ ذرّہ ذرّہ پر اپنے اثرات ڈال کر چمکا رہا ہے اور ہر ذرہ اُس کے فیض اثر کا ممنون
احسان ہے چونکہ تو منزہ نگار یا احد ہے اس لئے اس سلطنت الٰہیہ پر ظاہر اسباب حکومت کرنے کے لئے
اپنے خاص نور سے کچھ ایسی ہستیاں بنائیں کہ وہ مخلوقات عوالم پر ظاہری حیثیت سے حکومت
کر سکیں۔ پس واضح ہو کہ اسی غرض و غایت کی تحت ہیں اُن مخصوص ہستیوں کو اپنے نور سے پیدا
کر کے مدتوں اپنے جلوہ میں رکھکر اُن پر اپنے نوری اثرات ڈالتا رہا اس طرح سے اپنی تمام صفات
و کمالات کا اُن کو آئینہ بنایا اور پھر اُن کو تمام قوانین سلطنت الٰہیہ اور تمام قواعد و ضوابط حکومت
ربانیہ کو حد درجہ تعلیم دیکر اور سمجھا بوجھا کر یہ سلطنت الٰہیہ اور حکومت ربانیہ اُن کے سپرد کر دی
اور ماسوا ان مخصوص ہستیوں کے چند اور خاص نفوس خلق کئے ہیں جن کو اراکین سلطنت
مقرر کر کے اُن کو بھی ان نوری مخلوق کے محکوم و ماتحت کر دیا ان نوری مخلوق کی فرد اول
و اکمل محمد صلعم ہیں اُسی نور سے دوسری فرد جو کہ ساتھ ہی ساتھ خلق ہوئی وہ علیؑ اور آلِ محمدؐ
ہیں چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق کر کے اپنا مختار اور جانشین بنایا اور پھر اُن کی آل کو منصب
امامت عطا فرما کر جانشین نبوت قرار دیا اور باقی چند اور خاص نفوس کو جو کہ اراکین سلطنت
ہیں اُن کو انبیا اور اوصیا بنا کر اپنے جانشین حبیب خدا محمد مصطفٰےؐ کے ماتحت کر دیا اور حکم دیدیا
کہ اے میرے جانشین اے میرے حبیب اے میرے وائسرائے یہ سلطنت الٰہیہ جو کہ خاص
تیرے ہی لئے خلق کیا ہے اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ سلطنت الٰہیہ پیدا ہی نہ کرتا لٰہذا یہ
سلطنت الٰہیہ اور حکومت ربانیہ ایک مدت معلوم یعنی قیامت کے لئے تیرے سپرد ہے اس لئے
کہ یہ سلطنت تیرے ہی ذریعہ سے اور تیرے ہی واسطے قائم کی ہے اس وجہ سے کہ تجھکو اور
تیری آل کو جو کہ سب کے سب ایک ہی نور کے حصے ہیں میں نے اپنی کمال محبت سے برتر و اکمل
پیدا کیا ہے اور سب کے سب میرے الٰہیہ لا کالج کے تعلیم یافتہ ہیں اور یہ اراکین سلطنت
از ابو البشر آدمؑ تا عیسیٰ بن مریمؑ ہیں ان کو تیرے محکوم کیا تو ان سب کا سردار اور حاکم ہے اور
تیرے بعد تیری آل جو علیؑ ابن ابی طالب سے لیکر امام مہدیؑ تک سب تیری بیٹی کی بطنی اولاد
سے ہونگے سب تیرے جانشین اور امام اور ہادی خلق ہونگے اور یہ قرآن جو کہ اس سلطنت
الٰہیہ اور حکومت ربانیہ کا مکمل اور اٹل قانون [illegible]

قیامت تک کے تمام احکام اور واقعات جو کہ میرے علم میں ہیں کسی نہ کسی عنوان سے درج ہیں اور
اسی قانون کی کتاب یعنی قرآن ہی کے اجزا وہ کل کتابیں زبور، توراۃ اور انجیل اور دیگر صحائف
ہیں جو کہ اس مکمل قانون اور آخری کتاب قرآن کی مصدق ہیں اور یہ قرآن اُن تمام کتب و صحائف
کی مصدق ہے اسی قانون کے مطابق ان تمام ارکین سلطنت سے امورات سلطنت کو انجام
دیے اور اے میرے حبیب یہ جسقدر منتخب افراد میں نے تیری ماتحتی میں دیئے ہیں سب کے سب آکیڈلا
کالج میں تعلیم پاکر امتحان دیکر اپنی اپنی قابلیت کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں یہ تیری ماتحتی کے لائق
اپنے کو ثابت کر چکے ہیں اور تیری ماتحتی کا اقرار کر چکے ہیں میثاق اٹھا چکے ہیں یہ تیری اور تیری آل کی
ماتحتی سے ہرگز ہرگز انحراف نہ کریں گے اور باوجود اس عہد و پیمان کے ان منتخب اور مخصوص افراد
سے یا ان کے کسی ماتحت گروہ سے کسی نے ماتحتی سے انحراف کیا تو اُن کے لئے ہمنے معقول اور مستحکم
انتظام کر دیا ہے وہ یہ کہ روز حساب یا روز قیامت باز پرس کے لئے قائم کر دیا ہے اور اُن کے
افعال اعمال اور کرنیوں کی دیکھ بھال کے لئے ہمنے محافظ بھی مقرر کر دیئے ہیں وہ ہر وقت اُن کے
ساتھ ساتھ رہینگے اور اُن کی نیکی بدی کو برابر اپنی کتاب میں لکھتے رہیں گے اور روز حساب اگر کوئی
اپنے کسی جرم کو چھپانے کی نیت بھی کریگا تو وہ شاہد اور محافظ فوراً اس کے خلاف اُس کے
افعال اور اعمال کی شہادت پیش کریں گے پس روز حساب جس شخص سے ذرہ برابر نافرمانی ثابت
ہوگی تو اُس کے لئے ہمنے مثل کالے پانی کی ایک جگہ سخت عذاب کی بنا رکھی ہے جس میں کہ وہ
ہمیشہ کے لئے پڑے جلتے رہینگے اور وہاں نہ اُن کا ناصر کوئی ہوگا نہ مددگار اور اُس قید خانہ
کا نام اس قانون کی کتاب میں دوزخ (یا نرکھ) ہے اور جس نے فرمانبرداری کی تجھسے اور تیری
اولاد سے میرے حکم کے مطابق محبت رکھا اور اطاعت میں انحراف نہ کیا تو اُن کے لئے ہمنے
نہایت آرام کا باغ اور مکان بنا دیا ہے جس میں کہ ہر قسم کی پاک اور لذیذ اور خوش مزہ اور خوشبودار
چیزیں تیار کر رکھی ہے اور وہاں ہر قسم کی خوشی اور مسرت کی چیزیں اور اسباب مہیا ہیں۔
اُس میں میرے فرماں بردار اور تیرے دوست رہا کریں گے اس جگہ کا نام بہشت (یا بیکنٹھ) ہے
لیکن اے میرے حبیب دیکھ خبردار اس بات سے تو مغرور نہو جانا اور گھمنڈ نہ کرنا کہ اتنی بڑی
سلطنت الٰہیہ کا میں ذی اختیار حاکم بنا دیا گیا ہوں اور تمام جن و انس اور ملائکہ اور زمین آسمان
اور وہ تمام کرات جو اُس کے بیچ میں ہیں اور تمام مخلوق حجر و شجر چاند و سورج ستارے حتیٰ کہ

اور سب میرے معلوم ہیں اب کیا ہیں جو کچھ چاہوں کر ڈالوں۔ نہیں نہیں اے میرے حبیب ایسا خیال ہرگز ہرگز نہ کرنا بلکہ مجھ سے ڈرتے ہی رہنا اے میرے حبیب روزِ قیامت یعنی روزِ حساب میں نے اسی واسطے مقرر کیا ہے کہ اس میری سلطنت میں جس کسی فرد نے سرکشی اور غداری اختیار کی اس سے روزِ حساب ہی بازپرس ہوگی اور ہر غدار و سرکش کو اس کی غداری اور سرکشی کی سزا دی جائیگی چاہے وہ نبی ہوں یا وصی یا ملائکہ۔

حقیقت محمدؐ و آل محمدؐ و انبیاء کرامؑ

اور اے میرے حبیب اس پر بھی خیال کرنا کہ میں نے جو کچھ بھی ضروریات دنیا حجر و شجر چاند سورج زمین و آسمان خشکی و تری یعنی جو کچھ کہ لفظ کن سے عالم وجود میں آیا ہے سب کچھ تیری خاطر سے پیدا کیا ہے یہ ان تمام مخلوقات عوالم وحوش و طیور انس و جن پر تیرا احسان ہے تو اور تیری آل مخلوقات عوالم کی محسن ہے اور یہ بھی تیرے ہی اوپر احسان ہے کہ باوجود غداری اور سرکشی کے بھی ہر غدار و سرکش کو رزق دیتا ہوں اور اس کا نگراں رہتا ہوں چاہے وہ کیسا ہی نافرمان ہو یہ صرف اس لئے کہ مجھے تو صرف تیری ہی خوشی منظور ہے تو میرا حبیب ہے تیری رضا عین رضائے الٰہی یعنی میری رضا ہے تیری ہی خوشی عین میری خوشی ہے۔ اور بس تیری ہی خاطر اور تیرے ہی سبب سے ہمنے انسان کو انسان بنا کر تاج اشرف المخلوقات کا اُن کے سر پر رکھدیا تاکہ تمام مخلوقات پر ان کی فضیلت ثابت ہو اور یہی سبب ہے کہ تجھی رحمۃ للعالمین جیسے تاج سے مزین اور آراستہ کر کے تمام انبیاء اوصیاء اور مخلوقات عوالم پر سبقت اور فضیلت عطا کی۔

مخلوقات عالم پر محمدؐ و آل محمدؐ کا احسان

بس جبکہ اس والا شان رحمۃ للعالمین سردار انبیا محمد مصطفیٰؐ یا وائسرائے یا جانشین خدا نے اپنے پیدا کرنے والے کے یہ احسانات اور اکرامات اور انعامات اور محبت دیکھ لیا فوراً سجدۂ معبود میں جھک گئے اور ہزاروں سال تک اُس کی محبت اور اُسکے انعامات و اکرامات کے شکریہ میں حمد و ثنا کرتے رہے اور تسبیح و تقدیس میں اپنے کو ایسا بھی تحلیل کر دیا کہ مکمل آئینۂ قدرت بن گئے پھر تو اسی ریاضت خالصہ اور معرفت حقیقی کے سبب پاک بے نیاز نے اپنے تمام صفات و کمالات اور اسرار الٰہیہ کا امین اور اپنے علوم کا خزینہ دار بنا دیا جس سے کہ یہ نورِ نبوت اور نورِ امامت دونوں ملکر نورٌ علیٰ نور ہو گئے اور فوراً ہی اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے عہد واثق کر لیا کہ اے میرے پیدا کرنے والے تو میرا خالق اور میں تیری ادنیٰ مخلوق تو مالک الملک اور معبود اور رب ہے اور تو ہی نے مجھے اپنی تمام مخلوقات کا ہادی اور پیشوائے خلق اور میری آل کو

آج سے اور قیامت کے لئے عہد واثق اور اقرار واقعی کرتا ہوں کہ اس سلطنت الٰہیہ اور حکومت ربّانیہ اور اس سلطنت کی کتاب قانون یعنی قرآن کریم کی حفاظت سے سرِ مو غافل نہ ہونگا اور جس وقت بھی سلطنت الٰہیہ پر یا اس کتاب قانون یعنی قرآن کریم پر جو کہ مکمل دین اسلام کا ہدایت نامہ ہے خطرہ آتے ہوئے دیکھونگا اُس وقت اپنی جان ومال کی بھی پرواہ نہ کرونگا اور سر کے بل اس خدمت کو انجام دونگا۔ اے میرے پالنے والے میں ہی نہیں بلکہ میرا بھائی علیؑ جس کو تو نے میرے ساتھ ہی ساتھ ناصرِ نبوت اور میرا جانشین اور امام مقرر کر دیا ہے اور میری بیٹی فاطمہ زہراؑ جسکو تو نے خاتون جنت اور شفیع محشر بنا دیا ہے اور میرے دونوں فرزندان حسنؑ و حسینؑ جنکو تو نے سردار جوانان جنت بنا دیا ہے اور اُن کے بعد اور جانشین جو کہ سب کے سب تیرے ان اکرامات اور انعامات کے بدلے اپنی جان اور مال اور اولاد تک تیری سلطنت اور تیری کتاب قانون یعنی قرآن کی بقا، اور محافظت میں فنا کر دیں گے اور ہر آخری سانس تک اس کی بقا او محافظت سے سرِ مو غافل نہوں گے۔

پس جبکہ رب الارباب نے اپنے مخلص اور نوری بندوں کے عہد واثق اور قول و اقرار کو دیکھ لیا تو جوشِ مسرت سے فرمادیا کہ اے میرے حبیب جا میں نے تیرے اور تیری آل کے خلوص کو دیکھ کر جنت و نار سب تیرے قبضۂ قدرت میں دیدیا اور تجھی کو اور تیری آل کو روز جزا کے اختیارات بھی عطا کر دیئے تو ہی جسے چاہے جنت دیدے اور جسے چاہے دوزخ میں جھونک دے سب کچھ تیرے قبضۂ قدرت میں ہے اس لئے کہ تو میرا حبیب ہے بلکہ حبیب خاص ہے اس لئے کہ میں نے تجھے اور تیری آل کو کامل محبت سے بنایا ہے اس وجہ سے ماسوائے حبیب مجھے کوئی چیز ایسی پیاری نہیں۔

پس واضح ہو کہ اسی عہد واثق اور اقرار واقعی کے مطابق جو کہ درمیان عبد خاص اور معبود حقیقی کے ہوا اُسی کے مطابق ان خالص اور مخلص بندوں محمدؐ اور آل محمدؐ نے بر بنائے حفاظت و بقائے سلطنت الٰہیہ اور قرآن یعنی کتاب قانون الٰہیہ کے لئے وہ سب کچھ کر کے دکھلا دیا کہ جب اور جس وقت اس سلطنت اور قانون سلطنت الٰہیہ یعنی قرآن پر کسی عنوان سے زوال کا خطرہ آتے دیکھا تو اس گروہ محمدؐ و آل محمدؐ کی ہر فرد نے اپنی جان اور اولاد کی پرواہ ذرہ برابر بھی نہ کی اور اس کی بقا اور محافظت میں سب کچھ گوارا کر لیا

قدرت اسی قرآن میں موجود ہے تمامی انبیاء کرام از آدم ابوالبشر تا عیسیٰ بن مریم سب شاہد ہیں اور مخلوق عالم شاہد ہے اور اُحد کی فضائے ہوائی ہیں رسول خدا کے خون کی خوشبو آجتک شہادت دے رہی ہے مدینہ کا ذرّہ ذرّہ اور کوہ ابوقبیس کی چٹانیں محمدؐ و آل محمدؐ کے کارناموں کی شہادت دے رہی ہیں عرب کے ہر ذرے چمک کر بتلا رہے ہیں فرات کے قطرے قطرے سے خون حسینی کی خوشبو کا آنا اُن کے ایثار اور قربانی کا بیّن ثبوت اور کافی شہادت ہے دمشق کے در و دیوار سے آجتک آہ و نالہ کی صدا اور فضا رہوائی ہیں گونجکر حسینؑ کی اور اُن کے بہتّر انصار و اقربا کی قربانی پر بیّن اور نمایاں شہادت ہے حقیقت بین نگاہیں چشم بصیرت سے دیکھیں اور غور کریں۔

توحید نبوت امامت کے بعد اب حقیقت قرآن پر نظر ڈالئے واضح ہو کہ جس طرح محمدؐ و آل محمدؐ کی حقیقت اور خلقت نوری ہے اور نوری خلقت کا بیّن ثبوت یہی ہے کہ اُن کا نوری جسم اسقدر لطیف تھا کہ اُن کے جسم کا سایہ بھی زمین پر نہ پڑتا تھا صرف خاکی لباس اس مصلحت سے قدرت نے چڑھا رکھا تھا کہ اشرف المخلوقات انسان کی ہدایت و تبلیغ ان کا منصب تھا اور یہ کار تبلیغ اُسی وقت انجام پا سکتا ہے جب کہ انسان میں باہمدگر اُنس و محبت پیدا ہو اور ہم جنس سمجھ کر اُس سے نفرت اور مغایرت نہ برتیں اور کوئی حجت بھی باقی نہ رہے کہ ہم انسان ہیں اور تو نے ہماری ہدایت کے لئے ملائکہ یا اجنّا کو بھیجدیا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر اُن نوری اجسام پر یہ خاکی غلاف قدرت نے نہ چڑھایا ہوتا تو اُن کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنے ہی کی کون تاب لا سکتا تھا اور اُن کے قریب ہی کون آسکتا تھا جبکہ موسیٰؑ ایسا نبی اُس کے دیکھنے کی تاب نہ لا سکا اور طور ایسا پہاڑ جل کر سرمہ بن گیا وہی نور محمدؐی تو چمکا تھا یا اُسی نور کا کوئی حصہ تو تھا پس جس طرح محمدؐ و آل محمدؐ کا نوری جسم خاکی لباس سے ڈھک دیا گیا تھا اسی طرح یہ مکمل اور اٹل قانون قدرت یعنی قرآن پاک کی زبان بھی نوری ہے اس لئے کہ یہ کلام الٰہی ہے قدرت نے اس پر بھی صرف عربی زبان کا غلاف چڑھا رکھا ہے جس کا سمجھنا اور سمجھانا بعید دشوار ہے بلکہ ناممکن ہے۔ سوائے اُن پاک اور مقدس ہستیوں کے جن کو کہ خدا تعالیٰ مالک الملک نے خود مدتوں تک تعلیم دیا ہے اور تعلیم دیکر بھیجا ہے۔ کسی دوسرے انسانی خلقت کا اس کلام ربانی یعنی قرآن پر عبور کرنا یا علم کامل حاصل کرنا یا رموز قرآنی سے واقف ہونا غیر ممکن ہے چونکہ دنیا والے مسلمانوں نے اُن ماہرین قرآن [illegible]

اسرار امامت، قرآن سے محمدؐ و آل محمدؐ کا تعلق

قرآن کی حقیقت

اسلام کی حالت زار

حسبنا کتاب اللہ کہہ کر چھوڑ دیا اس وجہ سے نہ تو قرآن کو خود سمجھ سکے نہ سمجھا سکے جس کی وجہ سے یہ حالت ہے کہ ہر فرد مخلوق عالم کا اس قانون قدرت کے اصل مطالب اور رموز قرآنیہ سے اور اسرار الٰہیہ سے بے بہرہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے یہ کشتی اسلام فنا کے گھاٹ پہونچ چکی ہے باوجودیکہ حافظ بھی ہیں قاری بھی ہیں اور علاوہ اُن کے ہر مسلمان اس قرآن پاک کو دن رات رٹتا رہتا ہے لیکن احکام قرآنی اور مطالب قرآنی سے دوری ہے اور اس کی وجہ دوری ہے کہ اس دوری کی وجہ سے اسلام معدوم روحانیت مفقود اور روحانیت اس درجہ مفقود ہوئی کہ مادیت نے غلبہ پالیا اپنا اثر جما لیا اور ایسا جمایا کہ تمام مخلوق خدا مادیت کا بندہ بن کر اسی مادیت کی مرہون منت ہو کر رہ گئی۔ مسلمانوں نے روحانی اور نورانی اور معصوم پیشواؤں کو چھوڑا روحانی قانون نورانی کتاب یعنی احکام قرآنی سے منھ موڑا بندۂ دنیا بن کر رہ گئے اور اس غلبۂ مادیت کو علمی روشنی سے تعبیر کر کے اُسی کے محکوم و ممنون و مملوک ہو گئے۔

پس واضح ہو کہ یہ قانون قدرت یعنی قرآن تمام مخلوقات عوالم کے لئے یکساں واجب العمل ہے چاہے وہ آرین ہوں یا ہندو موسائی ہوں یا عیسائی مسلمان ہوں یا مومن اہل مغرب ہوں یا اہل مشرق ہند کے باشندے ہوں یا عربی عجمی ممالک بعیدہ کے رہنے والے ہوں یا قریبہ کے اور سب کے سب حقیقت کے متلاشی نظر آ رہے ہیں اس تلاش میں کوئی تو بتوں کی پوجا سے علیحدگی چاہ رہا ہے تو کوئی گنہگا اشنان سے کوئی جنیو کو توڑ کر پھینک رہا ہے تو کوئی صلیب کے نشان کو کوئی مندروں سے پناہ مانگ رہا ہے تو کوئی گرجوں سے کوئی مسجدوں کے میناروں کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھا رہا ہے تو کوئی کعبہ سے نفرت کناں ہے کوئی سورج دیوتا کے آگے ہاتھ جوڑنے کو معیوب سمجھ رہا ہے تو کوئی نماز کی صفوں سے متنفر ہے کہ کون ہاتھ باندھے مجرم بنا کھڑا رہے غرض ہر شخص حقیقت کا متلاشی آزادی اور صرف آزادی کا طالب ہو رہا ہے کوئی قرآن کا مخالف ہے قرآن کو قصۂ پارینہ یا نبیوں کی من گھڑت یا زیادہ سے زیادہ ہسٹری سمجھ رہا ہے تو کوئی زبور توراۃ اور انجیل کا دشمن ہے کوئی ویدوں پر معترض ہے تو کوئی مہابھارت اور گیتا کا انکاری ہے۔ کوئی آدمؑ اور موسیٰؑ پر حملہ آور ہے تو کوئی عیسیٰ روح اللہ اور خاتم نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آنکھیں نکال رہا ہے کوئی مہادیو سے نفرت کر رہا ہے

بڑھائے چلے جا رہے ہیں لیکن منزل مقصود کا پتہ نہیں۔

پس واضح ہو کہ یہ دونوں نعمتیں اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہیں جبکہ خدا کے بنائے ہوئے مکمل اور اٹل قانون یعنی قرآن سے سبق لے اور قرآن کا دامن پکڑے تو بیشک اسی قرآن کے سایہ میں پناہ کامل مل سکتی ہے اسی سے حقیقت کا راز بھی ملیگا اور اسی سے کامل آزادی بھی حاصل ہو سکتی ہے اور ہر فرد بشر اپنی دلی تمنا کی منزل اعلیٰ پر بہت جلد پہونچ سکتا ہے اسی میں آزادی اور کامل آزادی بھی موجود ہے اور حقیقت کا راز بھی یہ قرآن اگر اخلاق اور مساوات کا ذریعہ ہے تو صلاح کاری اور سازکاری کا آئینہ ہے یہ اگر ہماری نشو و نما کا رہبر ہے تو ہماری تربیت کا ذمہ دار ہے اگر بادشاہت اور جہانگیری کا مورث ہے۔ تو رعیت پروری اور انصاف کا اسلئے ہندوستانی بھائیوں کے بچوں سے اور مغرب کے نونہالوں سے مشرق کے نوجوانوں سے التجا ہے کہ اس قرآن کو آزادی اور حقیقت کا رہبر کامل سمجھ کر اسے اپنا ہمدم اور مونس بنائیں یہ ہر حالت میں ہمدردی جاں نثاری اور ایثار و رواداری کا ہادی اور ذمہ دار ہے اگر افراد عالم اور مخلوقات خدا اس کتاب کو اپنا معین و مددگار اور جان نثار سمجھتے ہوئے اس سے مدد کے طالب ہوں اور اس کی ہدایات اور احکام پر عمل کریں تو یہ یقیناً ایک شجاع بہادر کی طرح ہر حالت میں محافظت کریگی کوئی حربہ کوئی دشمن حملہ کر کے فتح نہ حاصل کر سکے گا ہمیشہ مغلوب رہیگا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ جبتک مسلمانان قرآن صامت اور قرآن ناطق کی پیروی کرتے رہے اُس وقت تک مسلمانوں کی قوت اور روحانیت کی کوئی انتہا نہ تھی لیکن جب مسلمانوں کے دل میں ہوس دنیا اور طمع بادشاہت پیدا ہوئی بجائے روحانی جہاد کے مادی جنگ ہونے لگی پھر تو فتوحات کی انتہا نہ رہی خوب فتح ہوئی لیکن ذرا خاتم نبوت کی روح سے خدا کا واسطہ دیکر پوچھئے کہ رسول خدا کے بعد ارکین اسلام کو جو کامیابی ہوئی اس سے خدا و رسول خوش ہوئے ہیں یا ناخوش اس لئے کہ یہ جنگیں ہرگز ہدایات قرآنیہ اور رسولخدا کی تعلیم و احکام کے بموجب نہیں صرف ایک نکتہ سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ رسولخدا ص نے کبھی چڑھ کر حملہ نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ دفاعی جنگ یا جہاد کیا ہے اور وہ بھی ہدایات قرآنیہ کے مطابق تھے۔ پس واضح ہو کہ جبتک اس قانون قدرت پر عمل رہا اُس وقت تک مسلمان اور اسلام کی قوت بڑھتی چلی گئی لیکن جب سے اس کتاب سے دوری ہوئی مسلمان گر گئے اور اسلام تباہ و برباد ہو گیا۔

توراۃ، انجیل وغیرہ کا مصدق ہے تو اہر شام، یجر اور رگ وید کے احکام کا آئینہ ہے یہ ایسا قانون اور زوردار کلام ہے کہ ہر فرد انسان کو اُس کے حسب منشاء اُس کے مقاصد دنیوی اور دینی میں کامیاب کرتا ہے یہ تمام ضروریات دنیا اور عقبیٰ کا پورا کرنے والا ہے یہ وہ خزینۂ علوم ہے کہ اس کے سامنے تمام علوم دنیا بیکار اور پسماندہ رہ جاتے ہیں یہ ہر علم کا سرچشمہ ہے۔

چونکہ اس قانون ربانی کو جو کہ بظاہر عربی ہے لیکن بہ حقیقت کلام نوری ہے اس لئے یہ خاکی انسان سمجھنے سے قاصر ہے اسکو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے بھی ویسی ہی نوری مخلوق کی ضرورت ہے دوسرے یہ کہ عربی زبان ہونے کی حیثیت سے بھی ہر انسان اس کے سمجھنے سے قاصر ہے جس کی وجہ سے غرض ترسیل قرآن مفقود اور معدوم ہو چکی حالانکہ یہ وہ قانون ہے کہ اس کی ہر دفعہ ہر انسان کے لئے قابل عمل ہے لیکن یہ اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب انسان اُسکی دفعات کا جاننے والا ہو۔ اس ضرورت کو دیکھتے ہوئے اور اسلام کو بربادی کی حالت دیکھکر وہ ذمہ دار ہستی جس کی گود میں اسلام اور قرآن بقا اور محافظت کے لئے دیا گیا ہے اُسکی توجہ ہوئی اور ہونا لازمی اور ضروری تھا وہ ذمہ دار ہستی امام الہدیٰ حجت خدا امام برحق امام دوازدہم امام مہدی علیہ السّلام کی ہے اُنھوں نے توجہ دلائی کہ اسکو ترجمہ اور تفاسیر کی مطابقت کے ساتھ اردو زبان میں لکھ ڈال اور میری کم علمی پر مجھے برابر بذریعہ الہام و بشارات تعلیم دیتے رہے۔ جیسا کہ باحلف اعلان میں ظاہر ہو چکا ہے یہ اس لئے ہوا کہ حقائق قرآنی اور احکام ربانی سے مخلوق خدا واقف ہو حقائق قرآنیہ ثابت ہوں۔ پس واضح ہو کہ میں نے کوئی ترجمہ اپنی طرف سے نہیں کیا ہے یا کوئی تفسیر اپنی رائے نہیں لکھی ہے بلکہ دوسروں کے کئے ہوئے ترجمے ہیں اور دوسروں کی تفاسیر ہیں جن کو میں نے جمع کیا ہے اُس کے بعد اُس آیت کے بارہ میں جو کچھ امام وقت کی طرف سے الہام ہوئے۔ لکھکر اُسپر توضیح کی ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ قدرت کی طرف سے انتظام ہوا ہے کہ حقائق قرآنی روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہو جاوے وہ حقائق کہ تقریباً جن پر چودہ سو برس گذرنے پر بھی پردے پڑے چلے آرہے ہیں چاہے وہ کسی مصلحت سے پردۂ خفا میں رکھے گئے ہیں باوجودیکہ وہ تمام حقائق اور شواہدات کتب مبسوطہ اور دفاتر اسلامی میں موجود ہیں لیکن بصورت خفی اس کو ظاہر کرنا یا اسکو عام شہرت دینا اکابرین اسلام نے اپنے مقاصد کی تکمیل میں کانٹا دیکھا اظہار حقیقت سے روپوشی اور پردہ پوشی کی گئی اسی اخفائے حقیقت کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلام سیکڑوں ٹولیوں میں منقسم ہو گیا باوجودیکہ اسلام کا ہی ایک قانون ہے جو کہ قرآن ہے جو کہ

ایمان ہے۔ پس جبکہ ہر مسلمان کے لئے ہی ایک کتاب یہی ایک قرآن یہی ایک قانون اسلام یہی ایک ہدایت نامہ ہے اور وہ مکمل اور اٹل قانون اور برحق کتاب ہے تو یہ اختلاف مذاہب اور فرقہ بندیاں اور ٹولیوں کی تقسیم کیوں باوجودیکہ تمام مسلمان برحق نبی محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو اور مطیع اور نبی برحق بھی وہ جو اختلافات کا مٹانے والا سراج منیر بشیر و نذیر صرف ایک مذہب ابراہیمی اور مصلائے ابراہیمی کا عامل اور اشاعت و تبلیغ کرنے والا پھر یہ تفریق مذاہب کیوں اسکے صرف دو ہی سبب ہو سکتے ہیں ایک تو عربی زبان کی عدم واقفیت دوسرے مصالح وقتی کے تحت میں حقیقت سے گریز اور پردہ پوشی اور اسی کی پیروی میں موضوعات کی تراش و خراش نے حقیقت پر خاصہ پردہ ڈالدیا دیکھ لو تجربہ کر لو جسقدر مذاہب ہیں اُسی قدر قرآنی تراجم اور ہر ترجمہ کی تائید میں تفاسیر کی ڈھیر لگی ہیں اور فقہ اور حدیث ان تراجم اور تفاسیر کی معین لیکن وہ بھی قریب قریب وضعی اور شاہان اسلام کی تراشیدہ

اس کی وجہ صرف اتنی سی ہے کہ بعد وفات رسولخدا جدید خلافت اجماع سے قائم ہوئی اور وہ لوگ مسند رسول پر خلیفہ مقرر ہوئے جو بموجب حکم قرآنی اس کے اہل نہ تھے یعنی معصوم نہ تھے نوری نہ تھے ہمارے جیسے انسان تھے جن سے خطا کا ہونا بھی لازمی تھا پس از روے قرآن کوئی خاطی ہدایت کے لائق نہیں پس جبکہ غیر معصوم خلیفہ ہوئے تو اُن سے غلطی کا ہونا خلاف فطرت اور خلاف حکم قرآن لازمی بس انہی غلطیوں کی بدولت مختلف مذاہب قائم ہو گئے مختلف مصلے کعبہ میں قائم ہو گئے بانیان مذاہب نے اپنے مقاصد اور اغراض کے پورا کرنے کے لئے آیات قرآنیہ کی آڑ پکڑی ایک ذرا زیر و زبر کے اختلاف میں تراجم میں زمین و آسمان کا فرق پڑ گیا اور انھیں تراجم کے مطابق تفاسیر ڈھل گئیں پس جبکہ یہ حالت ہوئی کہ ایک آیت کے متعدد ترجمے ہو گئے ایک آیت کی سیکڑوں تفسیریں اور ہر فریق مذہب نے ایک ترجمہ اور ایک تفسیر کی آڑ پکڑ لی جو اس کے حل مقصد کے لئے آلہ کار تھا۔ پس اس حالت کس مپرسی میں آیات قرآنیہ پر خاصہ پردہ پڑ گیا جس نے کہ مخلوقات عالم کو حقیقت شناسی سے آشنا نہ ہونے دیا اور اسقدر مذاہب پیدا ہو گئے۔

حجت خدا قائم آل عبا امام وقت ہادی مہدیؑ نے

اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے جہلائے زمانہ کی جہالت دور کرنے کے لئے ہدایت کا ذریعہ اس طرح قرار دیا کہ